الحق المبین

بجواب

امہات المومنین

حصہ اول

مؤلفہ

جناب مولانا مولوی غلام قادر صاحب مصنف آسمانی توپ

تردید عیسایاں ساکن پنڈوریاں پوڑیاں ملکا بر چک نمبر ۲۱۱

حسب فرمایش

منشی کریم بخش منیجر مفید عام پریس سیالکوٹ

سنہ ۱۳۱۷ھ

مطبوعہ مفید عام پریس سیالکوٹ

بار اول   تعداد ۱۵۰۰   قیمت ۸ ر

٨٦٦م

دنیا میں پہلی طرز کا قرآن مجید

ایسی مترجم حمایل شریف بامحاورہ جس کی نظیر ہفت اقلیم میں نہیں جس میں ۱۳ خوبیاں نمبروار پائی جاتی ہیں
(۱) تقطیع ایسی نہایت عمدہ اور موزون ہی یعنی ۵ انچہ لمبی ۳ انچہ چوڑی جو جیب میں باسانی آسکتی ہی - اور
شایق کلام مجید ہر وقت اپنے پاس رکھہ سکتا ہی (۲) ترجمہ حمایل شریف بالمقابل صفحہ پر کیا گیا ہی - ایک صفحہ پر
اصلی متن اور دوسرے صفحہ پر اسکا ترجمہ تاکہ ترجمہ و متن گچ مچ نہو جاوے - متن و ترجمہ نہایت صفائی کے ساتھہ پڑھا
جاتا ہے (۳) صفحہ بصفحہ آیات نمبر دیئے گئے ہیں تاکہ ترجمہ دیکھنے میں کوئی دقت نہ ہو (۴) ہر صفحہ کے
اخیر میں آیت اور اسکا ترجمہ ختم ہوتا ہی جس سے آیت کے لئے قرآن شریف کا ورق الٹنا نہیں پڑتا یہ خوبی
آجتک کسی مترجم قرآن شریف میں نہیں ہے (۵) عربی فارسی تحریر نہایت اعلی درجہ کی ہو بہو ہی خوشخط رقم
وخوش قلم حمایل شریف ہے (۶) ترجمہ جدید بامحاورہ زبان حال کے اردو کو موافق کردیا گیا ہے - ترجمہ ایسا
شایستہ اور لطیف ہی کہ خواہ مخواہ پڑہنے کو جی چاہتا ہے اور تمام مقدرات و محذوفات ترجمہ کو اندر خطوط
وحدانی میں لکھدیئے ہیں جس سے تفسیر کی تفسیر اور ترجمہ کا ترجمہ ہے اور بڑی آسانی سے سمجھہ میں آسکتا ہی (۷)
اس حمایل مقدس کے شروع میں سیپاروں اور سورتوں کی فہرست دیگئی ہے جس سے جھٹ سیپارہ اور سورت نکال
سکتے ہیں (۸) شروع میں تمام قرآن شریف کی مضامین کی فہرست ہی جو واعظوں خطیبوں اور تمام مسلمانوں
کے لئے نہایت کارآمد ہے - نماز زکوۃ صبر شکر وغیرہ تمام امور کے متعلق ایکہی جگہ حوالہ لکھدیئے گئے ہیں نماز
کا لفظ دیکھو اور قرآن شریف میں جہاں جہاں نماز کا ذکر آیا ہی تمام مقامات معہ حوالہ سورت و رکوع ایک منٹ
میں دیکھ لو (۹) سوا اسکے تمام انبیا کا ذکر قرآن شریف میں جہاں جہاں آیا ہی انکی نسبت بھی ایک جگہ سارے
حوالے لکھہ دیئے گئے ہیں ابراہیم یا نوح وغیرہ کا لفظ نکالو اور جہاں جہاں قرآن شریف میں انکا قصہ آیا ہی وہ سب
مقامات دم بھر میں دیکھ لو (۱۰) کاغذ سفید نفیس ڈمی لگایا گیا ہی جس سے حمایل شریف کا حجم بھی اندازہ سے نہیں
بڑہا (۱۱) جلد خالص سنہری مرصع کار نہایت سبک اور موزون کرائی گئی ہے اوسکے اوپر قرآن شریف کا لفظ
اور لا یمسہ الا المطہرون سنہری مزین ہی (۱۲) باوجود ان سب خوبیوں کے قیمت نہایت ہی کم یعنی مفصلہ ذیل رکھی
گئی ہے قیمت بیجلد [illegible] قیمت مجلد معہ [illegible] یعنی [illegible] خرچ ڈاک بذمہ خریدار (۱۳) پہلی دفعہ یہہ حمایل شریف دو تین ماہ
میں بالکل فروخت ہوگئی تھی اب طبع دوم میں لطیف لباس پہنکر پیش کیگئی ہے - شایقین نہایت جلد طلب
فرماویں اور موقعہ ہاتھہ سے نہ گنواویں ورنہ تیسرے ایڈیشن تک انتظار کرنا پڑیگا -

کل درخواستیں بنام محمد ابراہیم و محمد اسمعیل مالکان جنرل ایجنسی لکھنؤ آنی چاہئیں

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کتاب **اُمہات المؤمنین** جو ڈاکٹر احمد شاہ صاحب شایق عیسائی نے حال میں تالیف کی ہے۔ اس قدر **نفرتی**۔ ناشائستہ اور دلآزار کتاب ہے کہ محض اسکی **خلاف تہذیب** اور **نفرتی** ہونے کی وجہ سے **اسلامی دُنیا** میں ایک **زلزلہ** برپا ہو گیا ہے۔ عیسائیوں نے اسلام اور بانئ اسلام کی مخالفت میں **کوڑیوں** کتابیں بنائی ہیں۔ لیکن ایسا **غوغا** کسی کتاب پر نہیں ہوا جس قدر اس ناپاک کتاب کی تصنیف پر ہوا ہے۔ مگر اُسکی وجہ یہہ نہیں کہ مصنّف اُمہات کی **منطق** ایسی زبردست یا **کتاب** ایسی لاجواب ہے جس کا جواب کسی مسلمان سے ہو نہیں سکتا۔ بلکہ اس کی وجہ صرف یہہ ہے کہ اُسکی **عبارت** نہایت **خلاف تہذیب**۔ **طرز** نہایت **گندی**۔ **پیرایہ** بکمال **بھونڈا**۔ اور **الفاظ** بڑے **کرخت** ہیں جس کے دیکھنے کو بھی کسی **غیور** طبع مسلمان کا جی نہیں چاہتا۔ **مصنّف اُمّہات** نے جا بجا اُس **سید المطہّرین** و **امام المعصومین** علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس کے شان میں **یزکیہم و یعلمہم الکتاب والحکمۃ** (دنیا کو مقدس بناتا ہے اور اُن کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے) وارد ہے۔ **صریح الفاظ** میں گالیاں دی ہیں۔ اور سخت **ناشائستہ**

اور ناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس کتاب کا جواب دینے کیلئے بھی کوئی اسی ظرف کا آدمی ہونا چاہئے تھا۔ جیسا کہ ڈاکٹر احمد شاہ شایق ہے۔ لیکن افسوس کہ بفحوائے ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالتی ھی احسن کے اسلام میں کوئی شخص اسقدر گندہ دماغ اور بدتہذیب نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ ڈاکٹر موصوف ہیں۔ اگرچہ سنا گیا ہے کہ اس ناپاک کتاب کا جواب کئی اور صاحب بھی لکھ رہے ہیں لیکن مسلمانوں کا سخت جوش اور اضطراب دیکھکر خاکسار نے ارادہ کیا۔ کہ بطور عجالۃ الوقت کے کسی قدر خامہ فرسائی کروں۔ تاکہ ان کا جوش اور اشتعال دھیما ہوجائے۔ چنانچہ ایک ہفتہ کے اندر ہی اسکا **جواب** خاکسار نے ختم کردیا۔ اور پھر چھپنا شروع ہوگیا ٭

خاکسار کی مرضی تو پارسال ہی جواب لکھدینے کی تھی۔ لیکن ایک تو میں اس انتظار میں رہا کہ شاید کوئی اور **باحمیت مسلمان** اسکا جواب لکھدے تو خاکسار سبکدوش ہوجائے۔ اور دوسرے یہہ کہ کوئی ایسا بندوبست ہوجائے کہ اسکا جواب چھپواکر **مفت** شایع کیا جائے جس طرح پر کہ عیسائیوں نے مفت شایع کیا ہے۔ سو اگرچہ غریب مسلمانوں میں تو یہہ استطاعت کہاں۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس قدر چندہ ہوگیا۔ کہ غربا اور واعظین کو یہہ کتاب مفت تقسیم کی جا سکتی ہے سو جو لوگ مفلس یا غربا و واعظین سے ہوں۔ وہ ۱ر کا ٹکٹ بھیجکر نیچے لکھے ہوئے پتہ پر خاکسار مصنف سے منگائیں اور ذی استطاعت لوگ بقیمت ۵ر میاں کریم بخش صاحب مینیجر مفید عام پریس سیالکوٹ سے طلب فرمائیں۔ فقط۔

خاکسار

غلام قادر از پنڈوریاں۔ ٹلک بار۔ چک نمبر ۱۲۲
سابق مدرس مشن سکول ظفروال مصنف کتاب آسمانی توپ و آسمانی کڑک وغیرہ

اس کتاب کے شروع میں تیمناً وتبرکاً مولوی محمد فیروز الدین فیروز ڈسکوی کی مسدس متضمن بہ مدح قرآن شریف زیب اندراج کی جاتی ہے ٭

مسدس از فیروز ڈسکوی

در مدح قرآن شریف

کلام پاک خالق کی عجب عظمت عجب شاں ہے
نجوم آسماں کی طرح ہر اک نقطہ رخشاں ہے
کہ مثل مہر تاباں چرخ رفعت پر درخشاں ہے
مثال کہکشاں ہر ایک سطر اسکی نمایاں ہے
جمال و نور قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

کلام پاک ربانی ہے جگ میں گوہر یکتا
زمین و آسماں میں جگمگاتا نور ہے اسکا
چمک میں آفتاب آسماں ہرگز نہیں ویسا
ہر اک اک لفظ میں اسکے عیاں اللہ کا جلوہ
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے؟

نہیں ایسا درخت پر ثمر اک باغ قدرت میں
یہہ ہر اک پھول سے ہی بڑھ گیا خوشبو و نکہت میں
جو خوشبو اس میں ہے ہرگز نہیں گلہای جنت میں
معطر ہو گئے سارے دماغ اس سے ہیں ساعت میں
بہار جاوداں پیدا ہے اسکی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

کہیں حق کے گلستاں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
کہیں اس نیر تاباں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
کہیں اس باغ و بستاں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
کہیں اس مہر رخشاں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے

زمیں پر کوئی ہو نور صداقت یا فلک پر ہو
حکیمان جہاں کا قول کوئی کتنا بڑھ کر ہو
نہ اس خورشید تاباں سے کبھی وہ نور باہر ہو
کلام پاک رحماں کے نہ ہرگز وہ ہمسر ہو

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

بشر کتنا لگائے زور اور کوشش کرے کتنی
مدد کو وہ بلائے ساتھ اپنے سب جہاں کو بھی
نہ اس کے قول کو نسبت کلامِ حق سے ہو اتنی
کہ نسبت آفتابِ چرخ کو ذرہ سے ہو جتنی

ملایک جس کی حضرت میں کریں اقرار لا علمی
سخن میں اسکی ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے

نظر آتا نہیں قرآن سا نورِ نظر ہرگز
نہ ایسا چشمِ دل کو ہے کوئی کحل البصر ہرگز
نظیر اسکی نہ کوئی لا سکے جن و بشر ہرگز
نہیں دنیا میں ایسا چاند کوئی جلوہ گر ہرگز

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑی کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اسپہ آساں ہے

کلامِ حق کو کہنا افترا اور جعل اور جھوٹا
بلا شک ہے خدا کی عرش کو یہہ قول لرزاتا
یہہ ایسا بول تمکو بولنا ہرگز نہیں زیبا
کلامِ پاک کی تکذیب یوں کرنا نہیں اچھا

ارے لوگو کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

مقابل میں کلام اللہ کے کیا تورات کی شاں ہے
یہ انجیلِ محرّف کب کلامِ حق کی شایاں ہے
جو بیدِ بے ثمر ہے۔ اُسمیں کیا طاقت تحیا جاں ہے
تصرف ہے بشر کا اُنمیں اور یہ قولِ رحماں ہے

خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہہ کیسا کذب و بہتاں ہے

معارف اور حقایق میں فقط قرآں ہے یکتا
نظیر اسکی نہیں ممکن تصور میں کبھی اصلا
خدا کی ذاتِ واحد کا نہیں جس طرح پر ہمتا
کلامِ پاک کا بھی کوئی ہمسر ہو نہیں سکتا

اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذاتِ واحد کا
تو پھر کیوں اس قدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے

خدا کے پاک قرآں سے جو منہ پھیرا ہے تم سب نے
جو اس انجیل محرف کو کلامِ حق ہو تم سمجھے

جو وید و ژند کو مانو کلام حق جہالت سے
مخالف ہو گئے تم جو کلام پاک رحماں سے

یہہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوف یزداں ہے

محبت میں ہوا قرآن کے **فیروز** دیوانہ
یہی کہتا ہے ہر اک کو کہ ہو سچا یہہ پروانہ
ہر اک کو چاہئے اس شمع کا ہو جائے پروانہ
نہ پروا اُسکی خلق کو جسکو ہو کچھ اِس کی پروانہ

ہیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہی غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل وجاں اُس پہ قرباں ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

مسلمانوں کا مسیح اور عیسائیوں کا مسیح

اس سے پیشتر کہ ہم مشہور دلآزار کتاب **اُمّہات المومنین نامی کا جواب** تحریر کریں اپنے برادران اہل اسلام وغیرہ کی خدمت میں یہہ عرض کئے دیتے ہیں کہ اگرچہ ہمارا اصلی منشا تو بالکل **تحقیقی جوابات** دینے کا تھا۔ لیکن چونکہ جواب کی تکمیل **الزامی** اور **تحقیقی** دونو قسم کے جوابوں سے ہوتی ہے۔ بلکہ بعض طبایع کے لئے **الزامی جواب** ہی مکتفی ہو جاتے ہیں اور ہے بھی یونہی کیونکہ جب ایک امر ایک فرقہ میں موجود ہونے کے باوجود عیب اور قبیح نہیں خیال کیا جاتا۔ تو دوسرے فرقہ میں وہی امر کیوں عیب اور قبیح خیال کئے جانے لگا اور محل طعن ہونے لگا اسی لئے ہمنے اس کتاب میں باوجود لازم پکڑنے **تحقیقی جوابات** کے جابجا الزامی جوابات بھی دیئے ہیں۔ تاکہ منصف مزاج طبیعتوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ جب وہی اُسی قسم کی باتیں خود فرقہ مسیحیہ میں

موجود ہیں تو وہ سرو کی لئے وہ کس طرح محل طعن و عیب ہوسکتی ہے۔ اور اپنا شہتیر ہوتے ہوئے دوسرے کا تنکا کیوں دیکھا جاتا ہے۔

مسلمانوں کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ کہ جو کچھ اس **کتاب** میں عیسائیوں کے مسیح کی نسبت ہوگا وہ سب بطور **الزام** کے اور اُس مسیح کی نسبت ہوگا جسکو یہہ **محرف اور مبدل اناجیل** پیش کرتی ہیں۔ گویا **الزامی جوابات** میں یہہ سمجھنا چاہئے۔ کہ وہ مسلمانوں کا **مسیح نہ ہوگا** بلکہ عیسائیوں کا مفروضہ مسیح ہوگا۔

اس بات کے اشتہار و اظہار کی یہہ ضرورت پیش آئی۔ کہ جب انجیلی یسوع کی نسبت بطور الزام کچھ کہا جاتا ہے اور جیسا یسوع مسیح اناجیل مروجہ پیش کرتی ہیں جب اُنکی نسبت کوئی اعتراض کیا جاتا ہے تو **بعض مسلمان** جو فن مناظرہ سے واقف نہیں ہوتے یہہ سمجھ لیتے ہیں کہ اس جگہ حضرت **عیسیٰ** علیہ السلام کی توہین اور بے ادبی کی گئی ہے۔

حاشا اور توبہ کہ ہم حضرت عیسی علیہ السلام کی بے ادبی کریں۔ وہ ہماری آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہیں۔ اور **اولو العزم** انبیاء میں سے ہیں۔ **وجیہا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین** وہ دنیا و آخرت میں ذی عزت اور خدا کے خاص الخاص بندوں میں سے ہیں۔ انکی **والدہ مریم** بتول مطہرہ اور مقدسہ عورت تھی جنکی عفت و عظمت کا اقرار ہر ایک مسلمان کا **فرض ایمانی** ہے۔ پس جو کچھ ہم اس کتاب میں مسیح کی نسبت تحریر کرینگے۔ وہ سب عیسائیوں کے مفروضہ اور خود تراشیدہ مسیح کی نسبت ہوگا۔ جسکو یہ انجیلیں پیش کرتی ہیں۔ نہ حضرت عیسی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی نسبت جو **مسلمانوں کے پاک اور مقدس رسول** ہیں۔ اور یہہ **فرق** ہر ایک مسلمان اور عیسائی کو یاد رکھنا چاہئے۔

خاکسار غلام قادر از پنڈوریاں تحصیل ظفروال ضلع سیالکوٹ۔

الزامی جوابات

امہات المومنین کے دیباچہ کے صفحہ ۳ میں مصنف امہات الزامی جوابوں سے گھبرا کر یہ پیش بندی کرتا ہے کہ مسلمان لوگ معترضین عیسائیوں کے بزرگوں کی سوء اخلاقی دکھلا کر یہ ظاہر کرکے سستا چھوٹنا چاہتے ہیں کہ **ہاں میرا باپ کانا تھا۔ تیرا بھی کانا تھا** یہ بات بالکل غلط ہے۔ الزامی جوابات کا فائدہ تو حضرت مسیحؑ بھی انجیل میں ظاہر فرما چکے ہیں۔ جہاں وہ فرماتے ہیں کہ دوسرے **کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنے شہتیر کو نہیں دیکھتا**۔ یعنی جس بات کو انسان عیب سمجھتا ہے۔ جب اپنے اندر وہ شہتیر کے برابر عیب پاتا ہے۔ تو دوسروں کے تنکے سے (یعنی ادنے عیب) کو انسان کیوں دیکھے۔ پس اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ جن باتوں کو ڈاکٹر **احمد شاہ** نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت منسوب کرکے قبائح اور معائب کی مد میں داخل کیا ہے۔ جب اس قسم کے باتیں بلکہ اس سے بڑھکر اس کے اپنے بزرگوں خصوصاً خدا کے بیٹے یسوع اور یسوع کے آبا و اجداد میں جو انبیاء اور رسول بھی تھے۔ پائی جاتی ہیں اور اُنکی نبوت اور شان میں کوئی فرق نہیں آسکا۔ تو اس قسم کے اعتراضات **شایق صاحب** کو حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور دین اسلام پر نہیں کرنے چاہئے تھے۔ لیکن اُس نے غلط اور واہیات روایات کی بنا پر آنحضرت صلعم کی نسبت ایسے اعتراض کرکے حضرت مسیحؑ کے اس قول کی عمداً مخالفت کی۔ کہ **تم دوسروں کے تنکے کو دیکھتے ہو اور اپنے شہتیر کی طرف خیال نہیں کرتے**۔

شایق صاحب کی یہ مثال کہ **اگر میرا باپ کانا تھا تو تیرا باپ بھی کانا تھا**۔ یہ مثال مذہبی معاملات میں ٹھیک نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب مذہبی معاملات میں کسی امر میں تشارک پایا جائے تو اس امر کو قبیح اور عیب ہی کی مد میں داخل نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ جو شخص اس قسم کے تشارک فی المذہب امر کو قبیح اور نقص کی مد میں داخل کرتا ہے

اسکی اپنی عقل کا قصور اور فہم کا فتور ہے۔ اور تعجب ہے کہ وہ ایک خاص مذہب کو حق اور صادق اور بے عیب قرار دیکر اور اُسے اختیار کرکے اُسکی بعض باتوں کو خود ہی نقائص اور معائب کی مد میں داخل کرے۔ ایسا کرنا تو بالکل اُسکی حماقت اور جہالت اور اپنے اختیار کردہ مذہب کو آپ عیب ناک اور پُرنقص قرار دیتا ہے۔ میرے خیال میں یہہ بات واجب اور نہایت ضروری ہے۔ کہ جس وقت کوئی شخص دوسرے مذہب پر اعتراض کرنے لگے۔ اُسے پہلے یہہ اچھی طرح دیکھ لینا چاہیئے کہ وہ اعتراض مجھپر تو وارد نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اگر وہی اعتراض خود اسکے اپنے مذہب پر بھی وارد ہوسکتا ہے تو پھر گویا اُس نے دوسرے مذہب کو عیبناک نہیں بلکہ اپنے مذہب ہی کو اپنے منہ سے عیبناک قرار دیا ہے۔ یہہ ایک انگریزی مثل ہے کہ **جو لوگ شیش محل میں رہتے ہیں اُنہیں دوسروں کی طرف پتھر پھینکنے میں پیش قدمی نہیں کرنی چاہیئے**۔ یہہ واقعی بہت عمدہ مقولہ ہے۔ دوسرے مذہب پر اعتراض کرنے کے وقت اس بات کا ضرور خیال کرلینا چاہیئے۔ کہ کہیں اس سے بڑھکر اعتراضات کے پتھر وارد ہوکر ہمارے شیش محل ہی کے ٹوٹنے کا موجب نہ ہوجاویں۔

عیسائی یہہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ اُن کے بزرگوں اور نبیوں نے کیا کیا افعال کیئے۔ کسی نے اپنی لڑکیوں سے زنا کیا۔ کسی نے اپنی بہو سے۔ کسی نے کوٹھے پر اپنے باپ کی جوروں سے زنا کیا۔ کسی نے پرائی عورت سے زنا کیا۔ اُس عورت کو لینے کے لیئے اُسکے خاوند کو قتل کرایا۔ اور عورت کو جبراً چھین لیا۔ کسی نے نبی ہوکر محبت عورات میں بُت پرستی شروع کردی۔ کسی نے بچھڑا پوجا کسی نے کچھ کیا کسی نے کچھ۔ خدا کے بیٹے کی دادیاں اور نانیاں زانیہ (یشوع ۲ باب۔ پیدائش ۳۸ باب ۲ سموئیل ۱۱ باب) عیسائیوں کا خدا باوجود مجرد ہونے کے غیر محرم بلکہ کسبی عورتوں سے پیار اختلاط کرتا اور عطر ملواتا رہا۔ اُن کے گھر تشریف لیجاتا رہا۔ اب یہہ سب باتیں عیسائیوں کے دلوں میں ایسی کھٹکتی ہیں کہ خار و خسک ہوکر چبھتی ہیں۔ وہ ان باتوں کا کچھ بھی جواب نہیں دیسکتے۔ کہ یہہ لوگ باوجود نبی اور مقدس ہونے کے اس قسم کا گندہ چال چلن کیوں رکھتے رہے۔ جب بہتیرے عام لوگ اس قسم کے گناہوں سے بری ہوتے ہیں۔ تو خدا کے نبیوں اور مقدسوں اور بیٹوں کو کیا ہوگیا۔ کہ اُن میں نور بصیرت بالکل نہیں رہا۔ اب ان باتوں کا جواب تو اگر ستر دفعہ جنم لے کر آویں تاہم عیسائیوں سے

کچھ بن نہیں پڑتا - اپنی عیب پوشی کی تدبیر صرف اسی میں سوجھتی ہے - کہ فلان مذہب کے بزرگ پر طعن کریں فلان کی ہنسی اُڑائیں - فلان کے تنکے کو شہتیر بتائیں - بس انہی باتوں پر اُنکا گذارہ - اور انہی باتوں پر اُن کے دین کی اشاعت کا سہارا ہے - ورنہ یہہ اپنے مذہب کی خوبی کوئی بھی نہیں دکھا سکتے - اور سچ ہے کہ جس مذہب میں خدائے واحد کو چھوڑ ایک کی جگہ تین خدا مانے گئے اور پھر تین ایک میں اور ایک تین میں تقسیم ہو گئے - اور تینوں یکساں ذات وصفات وخواص والے غیر محدود - اور پھر ایک کا ایک جس مذہب میں یہہ جہان ہستی کا تماشا ہو - اس مذہب میں اور کسی خوبی کی کیا گنجایش ہے ؟

جس مذہب میں تقوی طہارت فضول شریعت پر عمل کرنا غیر ضروری - برائیوں سے بچنا نیکی کا کرنا سب لغو شریعت پر بہروسہ موجب لعنت ہے اس مذہب میں سوائے عیب بینی اور نکتہ چینی کے کوئی فضیلت یا صداقت تلاش کرنا بید سے پھل اور جھاؤ کے درخت سے انجیر ڈھونڈنا ہے -

عیسائی لوگ یہہ جانتے ہیں کہ اُنکا خدا اور ابن اللہ بڑا کھاؤ - اور شرابی آدمی تھا (متی ۱۱ باب ۱۹) معجزہ کے طور پر شراب بنا کر اُس نے پہلے پہل اپنا جلال ظاہر کیا - شراب کے نشہ میں ماں کی گستاخی کی (لوقا ۲ باب) باوجود مجرد ہونے کے وہ مریم مگدلینی سے محبت رکھتا - اور اُس کا شایق اور پیارا - غیر عورات سے مانوس رہتا تھا - اب وہ ان باتوں کا جواب ہرگز ہرگز نہیں دے سکتے - ایک شرابی - کھاؤ - مجرد آدمی باوجود صحبت عورات فاحشہ وغیرہ کے کس طرح پاک امن اور عفیف رہ سکتا ہے - پیش بندی کے طور پر ان باتوں کے دفعیہ کی یہہ سوجھی کہ حضرت رسول کریم صلعم پر بہی اعتراض کر دیا - کہ اُن کے نکاح میں چند ایک بیویاں تھیں اور اُنہوں نے کسی وقت آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ ابتدا میں حضور کے ساتھ نکاح کی خواہاں تھیں - ورنہ اگر وہ غور کرتے - تو بخوبی سمجھ لیتے - کہ کیا وہ شخص جو معجزہ سے شراب بنا دینے والا - شراب کا پینے والا اور باوجود اس اُم الخبائث کے چسکے کے اُٹھتی ہوئی جوانی کی اُمنگ اور نشہ کے ترنگ میں تھا وہ اس امر کا زیادہ تر مستحق ہے کہ اُسکی نسبت ایک قیاس کرنیوالا آدمی قطعی طور پر یقین کرے کہ وہ چال چلن کا بد اور بد نیت تھا یا اُس آدمی کی نسبت جس نے ساری عمر اس ام الخبائث کی صورت تک نہیں دیکھی - اور غیر محرم سے اُس کا اختلاط پایہ ہرگز ہرگز ثابت ہی نہیں یوں عقیدت کے طور پر مسیح کو پاک پاک اور معصوم معصوم پکارنا ایک امر دیگر ہے جو محض خوش اعتقادی پر مبنی ہے - ورنہ ایک جوان مجرد - کھاؤ - اور شرابی آدمی کا غیر محرم اور فاحشہ جوان اور خوبصورت

۳ غیر محرم اور فاحشہ عورتوں سے بھی اختلاط رکھتا -

عورات تک سے اختلاط رکھکر بدکاری اور بدچلنی سے مجتنب رہنا اس امر کو کوئی عقلمند باور نہیں کر سکتا۔ انبیاء سابقہ کے دستور کے موافق بعض مصالح کی وجہ سے کسی ایک نکاح کر لینا اس امر کو کوئی شخص بھی عیاشی قرار نہیں دے سکتا۔ لیکن ایک شخص کا شراب خوار ہو کر بیگانہ عورات سے اختلاط اور اُن سے عطر ملوانا اس امر کی عیاشی ہے جس میں کوئی ذی عقل آدمی بھی تامل نہیں کر سکتا شراب خواری بہر حال کثیر الازدواجی سے بدرجہا بڑھکر بدچلنی اور عیاشی کا موجب ہے۔ پس شایق صاحب کا اپنے یسوع کو معصوم قرار دینا اور اس سید المعصومین و امام المطہرین کو غیر معصوم قرار دینا محض اُنکی اپنی عیاش طبع کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔

عیسائی لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ نبیوں کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ اور انبیاء بنی اسرائیل کے جد بزرگوار حضرت یعقوبؑ اور اُن کے یسوع مسیح کے آبا و اجداد حضرت داؤد و سلیمانؑ اور بے شمار انبیا کثیر الازدواج تھے۔ اور یہ کہ کسی نبی کو خدا نے کثرت ازدواج سے نہیں روکا۔ بلکہ بہتوں کو برکت کا وعدہ دیا۔ پس اُن انبیا کی طرف سے تو کوئی عذر صحیح نہیں کر سکتے۔ اعتراض سے بچنے کے لئے سید الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی کثرت ازدواجی کو محل اعتراض ٹھیرا کر اس آڑ میں اپنے تئیں بچانا اور چھٹکارا پانا چاہتے ہیں

جس قدر اعتراضات مصنف امہات نے آنحضرت صلعم کے چال چلن اور ازواج مطہرات پر کئے ہیں۔ اگر اُن سب روایات سے کوئی مسلمان یک لخت انکار کر دے تو مسلمانوں کے لئے کیا حرج کیا نقصان ہے[1]۔ کیونکہ یہ روایات کلام ربانی نہیں بلکہ واہی تباہی روایات کتابوں میں مندرج چلی آئیں اور اُن کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔ لیکن ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کے خدا اور ابن خدا کے چال چلن کی نسبت جو اُن کی مقدس کتاب (انجیل) سے ظاہر ہو رہا ہے۔ **شایق صاحب** کو کہاں جرأت ہے کہ اسکا انکار کر سکیں۔

---

[1] آنحضرت صلعم کی نبوت اور اصول و عقائد دین وغیرہ کے اثبات کے لئے قرآن شریف کافی ہے اور جزوی اور فروعی مسائل کے لئے سلسلہ تواتر و تعامل کافی ہے۔ واہی تباہی روایتوں کے نہ ماننے سے جن کا ماخذ (قرآن شریف و حدیث صحیح ثابت) میں کوئی پتا نہیں۔ مسلمانوں کا کوئی حرج نہیں ہے۔

تعجب کہ ایک شرابی اور کھاؤ پیو (متی ۱۱ باب ۱۹) کو شہوت پرست نہ کہا جائے۔ اور حضرت رسول کریم صلعم کی مقدس ذات کو جو محض اپنی کریمی اور سخاوت اور فیاضی کی وجہ سے جو کی روٹی سیر ہو کر بھی بہت کم کھاتے بلکہ باری بھوک کے پیٹ پر پتھر باندھے رکھتے۔ اُن کو شہوت پرست کہا جاتا ہے۔ یہ بھی عجب تاریکی کا زمانہ ہے۔ حضرت رسول کریم صلعم کی نسبت تو غلط اور غیر معتبر روایات کی بنا پر جنکا تسلیم کرنا ہمارے لئے فرض نہیں ہے۔ اور جو ہمارے لئے کوئی قرآن و حدیث نہیں تم نے اعتراضات کر دیئے اور اپنے خدا یسوع صاحب کی طرف کچھ خیال نہ کیا۔ جس کی حالت بد ہونے کے قابل ہے اور تمہاری مسلمہ مقدس کتاب انجیل جس کے چال چلن کا نقشہ اس طرح کھینچتی ہے کہ باوجود عین عالم شباب اور مجرد ہونے کے وہ ایک زانیہ عورت کو یہ موقع دیتا۔ کہ عین جوانی اور حسن کی حالت میں ننگے سر اُس سے ملکر بیٹھتی اور نہایت ناز اور نخرہ سے اُسکے پاؤں پر اپنے بال ملتی۔ اور حرامکاری کے عطر سے اُسکے سر پر مالش کرتی۔ اگر یسوع کا دل بد خیالات سے پاک ہوتا تو وہ ضرور ایک کسبی عورت کو نزدیک آنے سے منع کرتا۔ مگر ایسے لوگ جنکو حرامکار عورتوں کے چھونے میں مزہ آتا ہے۔ وہ ایسے نفسانی موقعہ پر کسی ناصح کی نصیحت بھی نہیں سنا کرتے۔ دیکھو یسوع کو ایک غیرت مند بزرگ نے نصیحت کے طور پر روکنا چاہا۔ کہ ایسی حرکت کرنا مناسب نہیں۔ مگر یسوع نے اُس کے چہرہ کی ترش روئی سے سمجھ لیا۔ کہ میری اس حرکت سے یہ شخص بیزار ہے تو حیلہ گروں کی طرح اعتراض کو باتوں میں ٹال دیا اور عذر گناہ بدتر از گناہ کے طور پر کہا تو یہ کہا۔ کہ یہ کنجری بڑی اخلاص مند ہے ایسا اخلاص تو تجھ میں بھی پایا نہیں گیا۔ سبحان اللہ یہ کیا عمدہ جواب ہے۔ یسوع صاحب ایک زناکار عورت کی تعریف کرتے ہیں کہ بڑی نیک بخت ہے۔ **دعویٰ خدائی کا اور کام ایسے۔** بھلا جو شخص ہر وقت شراب سے مست رہتا ہے اور کنجریوں سے میل جول رکھتا ہے اور کھانے پینے میں بھی ایسا اول نمبر کا ہے جو لوگوں میں اُسکا نام ہی یہی پڑ گیا ہے۔ کہ یہ **کھاؤ پیو** ہے اس سے کسی تقوے اور نیک بختی کی اُمید ہو سکتی ہے۔ ہمارے **سید و مولا افضل الانبیا و خیر الاصفیا صلی اللہ علیہ وسلم** کا تقوے دیکھئے۔ کہ وہ ان عورتوں کے ہاتھ سے بھی ہاتھ نہیں ملاتے تھے جو پاکدامن اور نیک بخت ہوتی تھیں اور بیعت کرنے کے لئے آتی تھیں۔ بلکہ دور بٹھا کر صرف زبانی تلقین توبہ کرتے تھے۔ مگر کون عقلمند اور پرہیزگار ایسے شخص کو پاک باطن سمجھے گا

جو جوان عورتوں کے چھونے سے پرہیز نہیں کرتا۔ ایک کنجری خوبصورت ایسی قریب بیٹھی ہے ۔ گویا بغل میں ہے۔ کبھی ہاتھ لمبا کر کے سر پر عطر مل رہی ہے۔ کبھی پیروں کو پکڑتی ہے اور کبھی اپنے خوشنما اور کالے کالے بالوں کو پیروں پر رکھ دیتی ہے اور گود میں تماشا کر رہی ہے۔ یسوع صاحب اُس حالت ذوق و وجد میں بیٹھے ہیں۔ اور کوئی اعتراض کرنے لگے تو اسکو جھڑک دیتے ہیں۔ اور طرفہ یہہ ۔ کہ عمر جوان اور شراب پینے کی عادت۔ اور شراب بنانے کا ہی معجزہ کرنے والا اور پھر مجرد۔ اور ایک خوب صورت کسبی عورت سامنے پڑی ہے۔ جسم کے ساتھ جسم لگا رہی ہے۔ کیا یہہ نیک آدمیوں کا کام ہے اور اسپر کیا دلیل ہے کہ اُس کسبی کے چھونے سے یسوع کی شہوت نے جنبش نہیں کی تھی۔ افسوس کہ ایسی حالت میں یسوع کے مُنہ سے یہہ بھی نہ نکلا کہ اے حرامکار عورت مجھ سے دُور رہ۔ بلکہ باتیں بنانے لگ گیا۔ اور اعتراض کو باتوں میں ٹال دیا۔ اور یہہ بات انجیل سے ثابت ہے۔ کہ وہ عورت طوائف میں سے تھی اور زناکاری اُسکی سارے شہر میں مشہور تھی۔ فتفکّروا یا اولی الالباب ٭

مصنّف اُمّہات کے ابتدائی اعلان پر ایک نظر

مصنّف اُمّہات المومنین نے اپنی کتاب کے شروع میں اعلان مشتہر کے ضمن میں اپنی اُس کتاب پر جو اُس کے گندہ دل اور گندہ طبیعت کا نتیجہ ہے۔ بڑا فخر کیا ہے اور بڑ ہانکی ہے کہ گویا یہہ رسالہ اور اُسکی طرز بالکل جدید اور ایک شمشیر جدید ہے۔ چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ یہہ کتاب ایک بڑا پہاڑ ہے جو مسلمانوں کے سر پر گرا (اُمّہات صفحہ ۱) اور کہ دارالاسلام میں کوئی مولوی موجود نہیں کہ اس کتاب کا جواب لکھ سکے (ٹائیٹل صفحہ ۲) بیشک وہ کرسچن جن کا پایہ لیاقت صرف اسی حد تک ہے کہ مسیح کا پہاڑی وعظ پڑھ کر آسمانی بادشاہت میں یوحنا نبی بلکہ حضرت موسیٰ اور داؤد وغیرہ سے بڑھ جاتے ہیں (متی ۱۱ باب ۱۱) سو وہ تو ڈاکٹر صاحب کی اس کتاب کو واقعی ایک لوہے کا قلعہ سمجھے ہوں گے۔ اور ڈاکٹر صاحب کی اس ڈینگ اور تعلی سے بڑے خوش ہو گئے ہوں گے

کہ واقعی ڈاکٹر صاحب نے یہہ رسالہ سنگلاخ قلعہ بنا دیا ہوگا اور شاید اس تعلی سے ڈاکٹر صاحب کا پادریوں کے نزدیک منصب بھی بڑھ جائے لیکن جو لوگ اہل بصیرت ہیں اور عیسائیوں میں سے بھی باخبر آدمی ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ بجز اس کے کہ یہہ رسالہ چند ایک عیسائی مصنفات اور مسلمانوں کی اکثر موضوع و ضعیف روایات کا مجموعہ ہے جس کو مسلمان لوگ ایک آن میں رد کر سکتے ہیں وہ ڈاکٹر شائق صاحب کے اس پہاڑ کی گھاس پھوس سے بھی زیادہ منزلت نہیں سمجھتے چونکہ ڈاکٹر صاحب کی یہہ پہلی ہی تصنیف ہے اور اس میں اُنہوں نے ہمارے رسول کریم صلعم کو صریح الفاظ میں گالیاں دی ہیں اور نہایت ہی بد تہذیبی اختیار کی ہے (جس کی حضرت مسیح نے بھی ممانعت کی ہے - اسی لئے اُنہوں نے بوجہ مرض جہل مرکب کے جو اُنکی طینت میں مرکوز معلوم ہوتا ہے - یہہ سمجھ لیا - کہ مسلمان تو ایسی گندی اور نفرتی کتاب کو دیکھیں گے ہی نہیں اور جواب تک کہاں نوبت آئے گی - چلو شیخ چلی کی طرح بڑ ہانک لیں - اور پادریوں میں فخر کا تمغہ حاصل کر لیں - ورنہ اہل بصیرت لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ یہہ ہی باسی باتیں ہیں جنکا جواب مسلمان بارہا دے چکے ہیں تحقیقی اور الزامی ہر طرح کے جواب با صواب دیکر عیسائیوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے - کوئی نئی بات اس میں نہیں ہے - پھر آگے آپ بڑے جوش میں آکر فرماتے ہیں کہ عیسائیوں کے اکھاڑے میں بیسیوں مرد میدان موجود ہیں جو معارضہ کر سکتے ہیں سخت افسوس کی بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو اب تک یہہ بھی معلوم نہیں ہے کہ مسلمانوں نے عیسائیوں کا ناطقہ کہاں تک بند کر رکھا ہے کہ معارضہ تو ایک طرف مسلمانوں کے سامنے وہ کھڑے تک نہیں ہو سکتے - باوجود اس بے سروسامانی اور عدم توجہی اہل اسلام کے عیسائیوں کی طرف سے کوئی کتاب شایع نہیں ہوتی - جس کے کئی کئی جواب مسلمانوں کی طرف سے شایع ہوتے ہوں - کاش اگر یہہ ڈاکٹر صاحب کتاب پیغام محمدی کے آخر میں کتب مناظرہ اہل اسلام کی فہرست دیکھتے تو ایسی بڑ نہ ہانکتے - پادری عماد الدین و صفدر علی وغیرہ باوجود قید حیات میں ہونے کے اپنی کتابوں کا جواب الجواب نہیں دے سکے اور منہ میں گھنگھنیاں ڈالکر بیٹھ رہے ہیں -

سخت افسوس کی بات ہے اور بڑے شرم کی بات ہے کہ باوجودیکہ مسلمان لوگ صدہا دفعہ ان باتوں کو رد کر چکے - الزامی و تحقیقی مفصل جوابات دے چکے - اسپر بھی ڈاکٹر احمد شاہ صاحب

کی تسلی نہ ہوئی اور پھر انہیں پرانے اعتراضات اور باسی باتوں کو اکٹھا کرکے پیش کر دیا۔

ہمیں اس کتاب کے مطالعہ سے یہاں تک معلوم ہوا ہے۔ اس کتاب میں کوئی جدّت نہیں اور ڈاکٹر صاحب کا یہ دعویٰ کہ یہ رسالہ بالکل ایک نیا رسالہ ہے۔ صریحاً جھوٹ معلوم ہوتا ہے سب وہی اعتراضات ہیں جو پادری فنڈر۔ عماد الدین۔ صفدر علی وغیرہ وغیرہ کر چکے ہیں اور دندان شکن جواب پاکر دم بخود ہو چکے ہیں اور اسی لئے اس کتاب کے جواب کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

البتہ ڈاکٹر صاحب نے یہ کمال ضرور کیا ہے کہ اُن متفرق اعتراضات کو ایک جگہ اکٹھا کرکے مسیحی سوسائٹی میں سرخروئی حاصل کر لی ہے اور نام مشہور ضرور کر لیا ہے۔ جس سے اُمید ہے کہ عیسائی دنیا میں انکی کچھ عزت بھی ہو جائے اور کوئی منصب اعلیٰ بھی نصیب ہو جائے۔ مگر اس مقدس رسولؐ کو صریح الفاظ میں حرامکار اور زانی کہکر اور جا بجا گالیاں دیکر اور ہنسی ٹھٹھول کرکے اپنی عاقبت بھی ضرور سنوار لی ہے جس کی جزا آپ کو قیامت کے دن خود اس احکم الحاکمین کے حضور میں ملیگی۔ — اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب اس سے پیشتر اہل تشیع میں سے ہونگے۔ کیونکہ تبرا اور گالی گلوچ اور کتب تواریخ کے رطب و یابس روایات کی بنا پر طعن اور مضحکہ انہی لوگوں کا کام ہے۔ اس سے پیشتر آپ کے تبرا بازی اور سب و طعن کے صحابہ کرامؓ تختۂ مشق ہو چکے۔ اب کہ آپ نے نئی زندگی حاصل کی اور مسیح کی صلیبی موت اور لعنتی قربانی (گلتیوں ۳/۱۳) پر ایمان لائے دین و ایمان سے فارغ ہو کر وہی تبرا بازی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت شروع کر دی اور مسیح کے اس قول پر عمل کر دکھایا کہ دوسروں کا تنکا تو نظر آتا ہے پر اپنا شہتیر کسی کو نہیں سوجھتا۔

اس زمانہ میں عیسائیوں کا کچھ عجیب حال ہو رہا ہے کہ وہ بجائے اس کے کہ اپنے دین کی خوبیاں ظاہر کیا کریں اور دین عیسوی کے محاسن خلق اللہ کے سامنے پیش کرکے عیسائیت کی دعوت کریں۔ اُنکا سارا زور ساری طاقت اسی بات میں صرف ہوتی ہے کہ دیگر ادیان کے قبائح و نقائص بیان کیا کریں۔ دراصل وہ نقص ہوں یا نہ ہوں مگر اُنہوں نے یہ ٹھیکہ ضرور لے رکھا ہے کہ دوسروں کی خوبیوں کو بھی نقائص کے پیرایہ میں ظاہر کریں اور اچھائیوں کو بھی قبح کی شکل میں دکھائیں۔

اپنا شہتیر انکو کبھی نہیں سوجھتا پر دوسروں کا تنکا دیکھنا ضرور ہے۔ اگر کسی مذہب کی آسمانی کتاب میں کوئی نقص نہ بھی ملے تو اُن کے مذاہب کی رطب ویابس روایات ڈھونڈ ڈھونڈ کر اُن سے نقائص نکال نکال کر پیش کر دیتے ہیں کاش! ایسے لوگ اگر اپنے دین کی خوبیاں لوگوں کے سامنے پیش کیا کرتے تو کس قدر خوبی کی بات ہوتی۔ لیکن ان کو تو خدا کی خودکشی نے ایسا دلیر کر رکھا ہے۔ کہ اب انہیں نہ خدا کا خوف رہا ہے نہ عقبے کا ڈر۔ نیک اعمال کی تو انہیں ضرورت نہیں۔ گناہ سے بچنے کی حاجت نہیں۔ اُن کے گناہ اور خطا۔ خدا کا مظلوم بیٹا۔ مسیح مصلوب پہلے ہی اٹھا چکا اب جو چاہیں کیے جائیں۔ جتنا چاہیں کوسیں۔ کوئی پوچھنے والا اور حساب لینے والا نہیں ورنہ اگر یہ لوگ غور کرتے اور اپنے عقل خداداد سے کام لیکر تدبر کو کام فرماتے تو بخوبی سمجھ لیتے۔ کہ وہ مذہب جس میں خدا خود کنواری کے پیٹ میں گھس گیا روح القدس سے وہ بیچاری حاملہ پائی گئی خدا کا بیٹا عام لوگوں کی طرح نو ماہ تک خون حیض کھاتا رہا۔ اور پھر مدت معہود کے بعد مکان مخصوص سے برآمد ہوا اور اُس کے بعد ساری عمر کھاتا۔ پیتا۔ بول براز کرتا۔ فاحشہ عورتوں سے عطر ملواتا۔ عورتوں سے پیار کرتا۔ یہودیوں کے ڈر کے مارے چھپتا اور بھاگتا رہا۔ اور بالآخر یہودیوں کے اعتقادات اور انبیاء سابقہ کے تعلمات کے بالکل برخلاف خدائی کا دعویٰ کر کے کفر کے جرم میں ہلاک ہو گیا۔ طمانچے اور کوڑے کھائے اور بالآخر صلیب پر چڑھ کر مر بھی گیا۔ لعنتی بھی کہلایا اور تین دن دوزخ کی بھی ہوا کھائی اور اس حد تک ذلت اور بے عزتی اٹھائی کہ خدا دشمنوں کے بھی نصیب نہ کرے۔ خدا مانا جا رہا ہے۔ اُسے دوسرے پر اعتراض کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ لیکن سچ ہے ایسے ڈھیٹھ لوگوں کے پاس شرم بھی نہیں پھٹکتی۔ اگر خدا کے بیٹے کی خودکشی نے ان کو گستاخ اور دلیر کر دیا۔ تو بارے دنیا ہی کی شرم اُنہیں دامنگیر ہوتی۔ کہ ایسی لایعنی بکواس نہ بکتے۔ لیکن یہ لوگ تو پولوس کے اس اصول کے موافق کہ پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہے۔ ہر ایک گناہ۔ جرم۔ طعنہ زنی۔ عیب بینی۔ نکتہ چینی۔ لعنت ملامت کو شیر مادر کی طرح حلال و جائز سمجھے بیٹھے ہیں اور کوئی جرم اور گناہ اُن کو ضرر نہیں کر سکتا۔ تقوے۔ طہارت۔ سچائی۔ اور انصاف کو بالکل چھوڑے بیٹھے ہیں۔ ورنہ اگر ان لوگوں میں کچھ بھی انصاف ہوتا تو اسبات میں اچھی طرح تدبر بعد غور کر لیتے کہ جن کے مذہب کی اپنی مقدس کتاب میں یہاں تک گُل کھلے ہوئے ہیں کہ اسکے پیغمبر

اور بزرگ نہ صرف کثرت ازدواج کے پیرو رہے۔ بلکہ خاص اپنی بیٹیوں سے زنا کرتے رہے (پیدائش ۱۹ باب ۳۰-۳۸) اور اس پر بھی اُنکا فعل ناپاک نہ سمجھا گیا۔ بلکہ راستبازی کا نمونہ قرار دیا گیا (نامہ دوم پطرس ۲ باب ۷) پھر تے پی پی کر نشہ کی حالت میں مادر زاد برہنہ ہوتے رہے (پیدائش ۹ باب) اپنی بیویوں کو بہن کہتے رہے (پیدائش ۱۲ باب ۱-۱۶) اور پھر اپنی بہنوں سے مقاربت روا رکھتے رہے (پیدائش ۲۶ باب ۷) اپنے باپ کی حرموں سے (یعنی ماؤں سے) زنا کرتے رہے (پیدائش ۳۵ باب ۱۲) اس قسم کے لوگوں کو دیگر مذہب پر اعتراض کرنیکا کیا حق حاصل ہے۔

اُن کے خدا کے بیٹے کے دادا یہودا ابن یعقوب نے اپنی بہو تامار سے زنا کیا جس کے نطفۂ مبارک سے فارص ولد الزنا پیدا ہوا جس کی نسل مقدس سے ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کا خدا اور خدا کا بیٹا یسوع پیدا ہوا (پیدائش ۳۸ باب ۱۴) (لوقا ۳ باب ۱) اُن کے خداوند یسوع کے سر ابیہ قوم و نانا زاد اجناب داؤد نے اوریا کی عورت سے زنا کیا اور پھر اُس کے خاوند کو قتل کروا کے اُسکی عورت کو گھر میں ڈال لیا اور نہ اُس سے نکاح کیا نہ کوئی مہر باندھا۔ بلکہ نعوذ باللہ ہمیشہ اُس سے زناکاری کرتا رہا اور اُس زانیہ عورت سے حضرت سلیمان ہوئے جس کی مقدس نسل سے عیسائیوں کا خدا پیدا ہوا (۲ سموئیل ۱۱ باب ۴) اور اگرچہ معمولی طور پر بائبل میں اس کے آگے لکھ رکھا ہے کہ حضرت داؤدؑ کا یہ فعل خداوند کی نظر میں برا ہوا لیکن اُسکا کچھ اعتبار نہیں۔ بلکہ یہ فقرہ کسی دیندار کی طرف سے پیچھے ملایا گیا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ داؤدؑ نے تو کبھی شرارت کر کے خدا سے منہ نہیں موڑا نہ اس کے سارے حکم اُسکے زیر نظر رہے۔ وہ بدکاری سے باز رہا اُس نے خداوند کی راہوں کی محافظت کی اور ہمیشہ وہی کیا جو خداوند کی نگاہ میں اچھا تھا (دیکھو زبور ۱۸ باب ۲۱) (۲ سموئیل ۲۲ باب ۲۲) (لوقا ۱۳ باب ۳۶) پس یقیناً داؤدؑ کا یہ فعل (زنا) خداوند کی نظر میں بھلا تھا جس سے ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کا شرمانا بالکل فضول ہے (امہات صفحہ ۱۱۹) کیونکہ خدا تو اس فعل کی تقدیس و تحسین کر چکا اور اُسی صحیفہ روزگار سے ڈاکٹر صاحب کا خدا پیدا ہوا۔

پھر عیسائیوں کے خدا کے جد امجد داؤد کے بیٹے ابی سلوم نے اپنے باپ سے باغی

ہو کہ اپنے باپ کی باندیوں سے قصر کی چھت پر خیمہ کھڑا کرکے زنا کیا (۲ سموئیل ۱۶ باب ۲۰-۲۲) ہوسیع
نبی کو عیسائیوں کے خدا نے آپ ایک فاحشہ عورت سے محبت رکھنے کا پاک حکم دیا (ہوسیع ۳ باب ۱) عیسائیوں
کے دادا سلیمان نے جو مہبط وحی اور خدا کے برگزیدہ نبی تھے (۱ سلاطین ۶ باب ۱۱) (۱ تواریخ ۲۹ باب
۵-۶) ہزار جوروواں رکھیں اور آخر اپنا ایمان بھی جوروؤں کی نذر کیا۔ محبت عورات میں بت پرستی
کرکے اپنے خدا کو بھی چھوڑا (۲ سموئیل وغیرہ) عیسائیوں کا خدا آپ صیہون کی بیٹیوں کی چاندلوں
کو گنجی کر ڈالنے اور انکی اندام نہانی کو اکھاڑنے کا شایق (یسعیاہ ۳ باب ۱۷) بلکہ نقاب اتار اور
ٹانگ ننگی کرا کر بدن کو بھی ننگا کرنے کا عاشق (یسعیاہ ۴۷ باب) صور کی گردن کش اور شوخ چشم
رنڈیوں کو خرچی لینے پر ابھارنے والا اور اس خرچی کو اپنے لئے اور اپنے پاک بندوں کے لئے مقدس
قرار دینے والا (یسعیاہ ۲۳ باب) حزقیل نبی کو انسان کے گوہ سے روٹی پکا کر کھلانے والا
(حزقیل ۴ باب ۵-۱۲) اور راز ننگا پھرنے کو اعلیٰ تہذیب کا نمونہ قرار دینے والا اور اس فعل کا شائق
(یسعیاہ ۲۰ باب ۱۵) بنفس نفیس ٹھنڈی باغوں میں پھرنے کا شایق (پیدایش ۳ باب ۱۸)
انسان کے بنے ہوئے برج بابل کو دیکھنے کے لئے اترنے والا (پیدایش ۱۱ باب ۴) اور ساری حسد اور
رشک اور ڈر کے بولیوں میں اختلاف ڈالنے والا (پیدایش ۱۱ باب ۴) اور یعقوب سے کشتی لڑنے
والا اور اسکی ران کو لنگڑا کر دینے والا جس کی یادگار میں بنی اسرائیل ران کے پٹھے کی نس تا حال
نہیں کھاتے (پیدایش ۳۲ باب) ڈاکٹر احمد شاہ کے خدا کے پاؤں کے تلے جیسے نیلم کے
پتھر کی گچکاری اور اس کی شفافی جرم آسمان کی مانند جس کے ساتھ بنی اسرائیل نے کھایا پیا۔ (خروج
۲۴ باب ۹) بلکہ سنگ یشب اور عقیق کی مانند (مکاشفات یوحنا ۴ باب ۳) یوسف کی جورو
روح القدس سے حاملہ پائی گئی (متی ۱ باب ۱۶) خدا کا ایک جزو کبوتر بلکہ شعلہ آتش کی مانند (متی ۱ باب
اعمال ۲ باب) سبت کے حرمت کو ذاتی غرض کے لئے توڑنے والا (انجیل ۱۲ باب) مجردی کی
حالت میں مرتھا اور اس کی بہن کو پیار کرنے والا بلکہ بہتیری عورتوں سے خدمت لینے والا
(متی ۲۷ باب) فاحشہ عورات کے مال اور خرچی سے فائدہ اٹھانے والا (لوقا ۸ باب ۳) (لوقا
۷ باب ۳۹) بلکہ ایک کنجری کے بدن سے بدن لگانے والا اور عطر ملوانے والا (متی ۲۶ باب
لوقا ۹ ۴ باب ۱) پرلے درجہ کا عہد شکن (شمار ۱۴ باب ۳۴) بلکہ ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے

انسان کو پیدا کرکے پچتانے والا (پیدایش ۶ باب ۶) اور کام کرتے کرتے تھک جانے والا (خروج ۳۱ باب ۱۷)

پس جس مذہب کے پیشواؤں۔ مقدس نبیوں۔ خود خدا کے بیٹے کا یہ حال ہو۔ وہ کیا منصب یا کیا حق رکھتے ہیں۔ کہ دوسرے شخص پر کسی قسم کا بھی کوئی اعتراض کر سکیں سخت افسوس اور بڑے ہی تاسف کی بات ہے کہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب اسلام جیسے مقدس مذہب کو سلام کر کے ایسے مذہب میں مل گئے۔ جس کے انبیا۔ بلکہ خود خدا کے دادا اور دادی شریف اُن کو شرماتے ہیں اور شرم کے مارے اُن کو سر نہیں اٹھانے دیتے۔ اور اصل تو یہ ہے کہ جس مذہب میں ایک عاجز انسان کو خدا بنا رکھا ہو۔ اُس سے بدتر مذہب اور کیا ہوگا اور اس مذہب کو تو کسی پر کسی قسم کا اعتراض کرنے سے سخت شرمانا چاہیے۔ اور آپ کا یہ شعر ؎

سننے سمجھنے کو بات حق نے دیئے گوش ہوش ہیں
حق بطرف جب کہ ہو آج نہ ہو کیوں خموش

اول تو آپ کی لیاقت علمیہ اور مہارت عروضیہ کو ظاہر کرتا ہے۔ جو تقطیع و صحت الفاظ اور لغات کے رو سے بالکل غلط اور واہیات ہے اور آپکی جہالت کو طشت از بام کرتا ہے اور دوسرے یہ کہ مسلمانوں کو خدا نے گوش حق نیوش عطا فرمائے ہیں اور وہ عیسائیت کی لغویت کو اچھی طرح ظاہر کر چکے اور دین مسیحی کو پاؤں میں لتاڑ چکے ہیں۔ پس آپکی یہ تعلی بالکل فضول ہے کون مسلمان ہے جس کے گوش ہوش اس بات کو حق سمجھ سکیں کہ تین خدا بالکل ذات و صفات میں ایک دوسرے کے مساوی اور پھر تینوں ایک ہوں۔ اور پھر تین ایک ہیں اور ایک تین ہیں۔ اور پھر کون مسلمان ہے جو یہ نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ہر شخص اپنے اعمال کا آپ جواب دہ ہے۔ کسی کا پھانسی پانا اور وہ بھی جرم کفر میں (تین خدا کہلا کر) دوسرے کے گناہوں میں کچھ خفت نہیں کر سکتا۔ ایک شخص کی بیماری دوسرے شخص کے سر پھوڑنے سے کبھی نہیں جا سکتی۔ اور پھر کون مسلمان ہے جو نہیں جانتا۔ کہ دنیا گناہ کرے اور مسیح سزا اٹھائے۔ نانی خصم کرے دوہتا چٹی بھرے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ امر عقل و نقل اور نظام فطرت کے بالکل برخلاف ہے۔ اور پھر کون مسلمان ہے جس کے گوش حق نیوش اس بات کو نہ سمجھ سکتے ہوں کہ مسیح کے سارے احکام جیسے مال کا بالکل جمع نہ کرنا۔ کل کی فکر نہ کرنا۔ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری گال بھی اُدھر کرنا وغیرہ احکام محض نمائشی اور بالکل ناقابل التعمیل ہیں۔ جس پر نہ کبھی کسی نے عمل کیا نہ کبھی کوئی کر سکتا ہے بفحوائے ہاتھی کے

دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔ دنیا کے تمام عیسائیوں کا ہمیشہ اس کے برخلاف عمل رہا ہے۔ اور پھر کون مسلمان ہے جو یہ بات نہیں سمجھتا۔ کہ عیسائیوں میں تقویٰ (گناہوں سے بچنا) اور طہارت (نیکی کرنا) اور اعمال حسنہ بالکل فضول قرار دئے گئے ہیں۔ اور نجات محض ایک اسی بات کی تسلیم پر ہے۔ کہ مسیح ہماری واسطے مصلوب و ملعون ہوا۔ پس اب سب سے چھوٹے۔ نہ نیکی کرنے کی ضرورت ہے نہ بدی سے بچنے کی حاجت۔ ساری شریعتیں لغو سب احکام ناقابل التعمیل نیکی بدی محض نمائشی ہے۔ فتفکروا یا اولی الالباب ×

لالچی عیسائی

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے اشاعۃ السنہ میں نئے عیسائیوں کی نسبت لکھا ہے۔ کہ وہ ٹکڑا کما کھانے کے لئے عیسائی ہوتے ہیں۔ اسپر مصنف امہات بہت بگڑا ہے اور سخت پیچ و تاب کھایا ہے اور اس غصہ میں لورپول کے نومسلموں کو دین فروش کا خطاب دیا ہے۔

مگر مسلمانوں پر ایسا غصہ آپکا بالکل بیجا ہے۔ آپ کی تو انجیل ہی سے اظہر من الشمس ہے کہ شروع سے عیسائی مذہب کی بنا لالچ اور طمع پر ہے۔ اور سارے عیسائی اپنی زبان سے اقرار کر رہے ہیں کہ عیسیٰ کے ابتدائی پیرو محض طامع اور لالچی تھے جو محض دنیاوی لالچ سے ایمان لائے ہوئے تھے۔ چنانچہ سر ولیم میور صاحب صاف اپنی تواریخ کلیسیا میں اقرار کرتے ہیں۔ کہ مسیح کے حواریوں کا سست ایمان دنیوی نعمتوں اور فائدوں کی امیدوں میں لگا ہوا تھا۔ مسیح کے گرفتار ہوتے ہی سب فرنٹ ہوگئے۔

پس اگر انجیل کا یہ مقولہ ٹھیک ہے کہ شاگرد اپنے استاد سے بڑا نہیں ہوتا تو یہ عیسائی لوگ حواریوں سے کس طرح بڑھ سکتے ہیں۔ انکا ایمان بھی ضرور لالچ اور طمع دنیاوی پر مبنی ہونا چاہئے۔ اور ہے بھی ایسا ہی۔ یہ ہزارہا چوہڑے چمار جنکو دام فریب میں لاکر پادری لوگ عیسائی بنا رہے ہیں۔ اسکا اصلی سبب لالچ نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ سینکڑوں پادری جو ہزاروں روپیہ تنخواہ پاتے ہیں اور بنگلوں میں مزے اڑاتے ہیں اگر دنیاوی غرض سے نہیں تو اور کونسی بات انکو اسبات کی طرف برانگیختہ کر رہی ہے۔ آج ہی سب کی تنخواہیں مسدود کر دی جائیں۔ پھر کوئی شخص مسیح کا سچا مناد رہ جائے۔

تو ہم مانیں۔ اگر مصنف کا یہ دعوی صحیح ہے کہ مسیحی صرف روٹی کماکر کھانے کے واسطے بپتسما نہیں لیتے اور فی الواقعہ سچے دل سے عیسائی ہوتے ہیں تو مصنف اسکا تجربہ کر دیکھیں۔ چھ ماہ کے لئے مشن کا کام بند کرادیویں اور سب پادریوں اور کیٹی کیسٹوں اور مشن ہسپتالوں کے ڈاکٹروں کو یکقلم موقوف کرادیں پھر اگر عیسائی عیسائی رہ جاویں۔ تو کل دنیا جان لے گی کہ عیسائی روٹی کے واسطے عیسائی نہیں ہوتے۔ اگر مشن بند نہیں ہو سکتے تو خود ہی مشن کی نوکریاں چھوڑ کر سرکاری ملازمتوں کی تلاش اور تجارت وغیرہ کرکے دکھاویں کہ وہ سچے عیسائی ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ وہ سچے عیسائی ہی نہیں وہ کیونکر ایسا کرینگے۔ اچھا کچھ نہ کرو۔ اسقدر ہی **اعلان** کردو۔ کہ عیسائیوں پر بڑا اعتراض اور الزام ہے کہ وہ روٹی کمانے کے واسطے عیسائی ہوتے ہیں۔ اسلئے **مشن اعلان** کرتا ہے۔ کہ آئندہ جو عیسائی دین میں داخل ہونا چاہے۔ وہ سچے دل سے ہو۔ اور روٹی و مشن کی غرض سے نہ ہو۔ کیونکہ مشن کی طرف سے اسکی پرورش نہ ہوگی۔ پھر اگر کوئی عیسائی ہو گیا۔ تو ہم مان لینگے۔ کہ مولوی صاحب کا قول جھوٹ اور پادری صاحب سچے ہیں۔

اجی میاں تم دوسرے کرسچنوں کو کیا کہتے ہو۔ اور تو اور تمہارے فخر مولانا مولوی عماد الدین صاحب بھی محض طمع دنیاوی سے یسوع پر ایمان رکھتے ہیں اور آپکے بھائی بند ہی اسکا اقرار کر رہے ہیں۔ چنانچہ پادری صاحبوں کے **شمس الاخبار** مطبوعہ امریکن مشن پریس لکھنؤ ۱۵۔ اکتوبر سنہ ۱۸۷۵ء نمبر ۱۵ جلد ۷ میں لکھتا ہے کہ نیاز نامہ جسکے مصنف **صفدر علی** صاحب ہیں عماد الدین کی تائید نفرتی نہیں کہ جس میں گالیاں لکھی ہوئی ہوں اور اگر سنہ ۵۷ء کی مانند پھر غدر ہوا۔ تو اس شخص کی بدزبانیوں اور بیہودہ گوئیوں سے ہوگا۔ جب ان کو یا ہر پندرہ روپیہ کو بھی کوئی نہ پوچھے اور مشن سے ستر روپیہ ماہواری اور کوٹھی ملے۔ جسکے احاطہ کے اندر چاہیں تو تیل نکالنے کا کولھو بھی بنا لیں ایسے لالچیوں کو کیا کہنا چاہئے۔

اب آپ کو یقین آیا یا نہیں کہ عیسائی محض طمع دنیاوی سے ایمان لائے ہوتے ہیں اور سچا ایماندار ان لوگوں میں النادر کالمعدوم کا حکم رکھتا ہے۔ اور اخبار **نور افشاں** مطبوعہ ۱۲ مئی سنہ ۱۸۷۶ء نمبر ۲ جلد ۴ میں بحوالہ نیشنل پیپر کلکتہ لکھا ہے کہ گو پادری اعلیٰ حکام کی مدد سے کچھ ہی کریں دین عیسوی کا تنزل ہو رہا ہے تو عیسائیوں کا شمار از بس کم ہوتا جاتا ہے۔ اور

سچ تو یہ ہے کہ کبھی کبھی رذیل خاندان کی کوئی بیوہ اس گروہ میں شامل ہوجاتی ہے۔ ان باتوں سے صاف ظاہر ہے۔ کہ دین عیسوی میں ضعف آتا جاتا ہے۔ اخبار روٹمنس فرماتے ہیں کہ ہم یہ خبر اہل ہندوستانی دوستوں کو سناتے ہیں کہ اب ان کو دین عیسوی کے روکنے کے لئے کچھ بیہودہ جہد کرنے کی ضرورت نہیں انکی کوشش بے فائدہ ہونگی۔ اسلئے کہ دین عیسوی پر تنزل کا فتوی ہو گیا۔ خواہ پادری صاحبان کچھ ہی کیوں نہ کریں۔ اس ملک میں کچھ تاثیر نہ ہوگی۔ پس انہیں دی کرنے اور لوگوں کو سنانے دو۔ اہل ہند کے لئے کچھ اندیشہ کا مقام نہیں۔

مصنّف اُمّہات کے دیباچہ پر ایک نظر

تمام دنیا جانتی ہے۔ کہ مسلمانوں کے مذہب کی اصل کتاب صرف قرآن کریم ہے جو حرف حرف گنا ہوا۔ نقطہ نقطہ شمار کیا ہوا۔ اور لفظ لفظ سلسلہ تواتر سے ثابت ہے۔ اس کے کسی حرف کسی لفظ میں موافق و مخالف کو اختلاف نہیں ہے۔ اُس کے سند لسانی کا یہ حال ہے کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں سے متواتر سینکڑوں حافظ کلام ربانی چلے آئے۔ اور سند کتابی کا یہ حال ہے کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ سے برابر سینکڑوں۔ ہزاروں اور لاکھوں مجلد دنیائے اسلام کے ہر ایک قصبہ ہر ایک گاؤں اور ہر ایک محلہ میں شیوع پذیر ہیں۔ پس ساری دنیا میں صرف ایک کتاب قرآن شریف ہی کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنا سلسلہ اسناد یہاں تک متصل مسلسل اور متواتر رکھتا ہے۔ کہ اس کے کسی لفظ۔ کسی حرف کی قطعیت میں کسی عاقل کو ذرہ شک نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو امور اسلام کے متعلق یا آنحضرت صلعم کے اخلاق کی نسبت قرآن شریف میں لکھے ہیں وہ اول درجہ پر قطعی اور یقینی طور پر ماننے کے قابل ہیں۔ کیونکہ وہ آنحضرت کے زمانہ میں ہی دشمن اور دوست۔ موافق و مخالف میں پھیل جاتے۔ اور ہر ایک شخص کے کان میں پہونچ جاتے تھے۔ اُن واقعات کی تسلیم میں کسی دشمن و دوست نے اس زمانہ میں ہی تامل نہیں کیا۔ نہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں کسی مخالف نے اُن واقعات کی تردید میں ایک حرف تک لکھا۔ پس یقیناً وہ واقعات خواہ آنحضرت صلعم کی حالات زندگی کے متعلق ہوں۔ خواہ اخلاق کے

متعلق اوّل درجہ پر ماننے کے لائق ہیں اور جو اُس کے برخلاف ہونگے وہ یقیناً جعلی بناوٹی اور قطعاً انکار کرنے کے لائق ۔ اس لئے مسلمانوں کا یہہ اعتقاد ہے ۔ کہ جو حدیث نص قرآنی کے صریحاً مخالف ہو ۔ اور کسی طرح پر قرآن شریف سے اسکی تطبیق نہوسکے وہ یقیناً یقیناً موضوع اور بناوٹی ہے ۔

اس تمہید کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں ۔ کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کی صفت میں یہہ الفاظ فرماتے ہیں ۔ کہ انّك لعلٰی خلق عظیم کہ تو یقیناً اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر مخلوق ہوا ہے ۔ تیرا کوئی خُلق کوئی عادت شریعت الٰہی اور اخلاق اعلےٰ کے برخلاف نہیں ۔ اور جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم کا خلق قرآن کریم تھا ۔ آنحضرت صلعم کا کوئی فعل کلام ربانی کے برخلاف نہیں تھا ۔ آپ کے تمام عادات و اخلاق اللہ تعالےٰ کی شریعت کے مطابق اور فرمان الٰہی کے زیر حکم تھے ۔ پس آنحضرت صلعم کی بعثت کی ابتدائی عمر (یعنی ۴۰ سال کی عمر تک کی چال چلن کی شہادت) تو اسی آیت سے ظاہر ہے ۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ کہ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ ۔ میں اس نزول قرآن شریف سے پیشتر ۴۰ سال تک تم میں رہ چکا ہوں تم میری راستبازی ۔ صداقت ۔ اعلےٰ چال چلن سے کوئی ناواقف نہیں ۔ ساری عمر میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ۔ کوئی امر راستبازی ۔ عفت ۔ عصمت کے برخلاف نہیں کیا ۔ پس جب ۴۰ سال تک میں پرلے درجہ کا راستباز ۔ نیک نام صادق ۔ امین تم میں مشہور رہا ۔ تو اب دفعتہً اللہ تعالیٰ پر افترا کرنے لگے ۔ اور الہام الٰہی کا جھوٹا دعویٰ کرنے لگا ۔

اور دعویٰ نبوت کے بعد آپکے چال چلن کی اعلیٰ شہادت وہ آیت ہے ۔ جو سورہ نون میں ہے ۔ اور جس کا ذکر پیچھے کیا گیا ۔ کہ انّك لعلٰی خلق عظیم کہ تو یقیناً یقیناً اعلیٰ سے اعلےٰ اخلاق سے متخلق اور احسن صفات سے موصوف ہے ۔

یہہ تو قرآن شریف کی شہادت آنحضرت صلعم کی ساری عمر کے چال چلن کی نسبت ہے جس کے برخلاف نہ کبھی انہوں نے کیا اور نہ بحیثیت ایک مصلح کامل ہونے کے جس کا آپکو اقرار ہے (امہات صفحہ ۵) وہ کبھی کر سکتے تھے ۔ کیونکہ اُس شخص کی تعلیم کا دوسرے لوگوں پر کبھی اثر نہیں ہو سکتا جو آپ عمداً اور صریحاً اُس تعلیم کے برخلاف کرے ۔ سچے مجددوں اور مصلحین کا سب سے بڑا

فرض یہہ ہوتا ہے کہ پہلے اُس تعلیم پر آپ عمل کر کے نمونہ قایم کریں جسکو وہ لوگوں کے روبرو پیش کیا چاہتے ہیں پس اگر آنحضرت صلعم اپنی شریعت کا ایسا ہی خلاف کرتے - یا جعلی آیات بنا بنا کر لوگوں کے روبرو **عذر گناہ بدتر از گناہ** کے مصداق بنتے - تو آپکی تعلیم کس طرح چل سکتی - اور اُس **ریفارمیشن** میں آپ کامیاب کس طرح ہو سکتے - پس اس میں کچھ بھی شبہ نہیں کہ آنحضرت صلعم نے جو کچھ کیا حکم الٰہی سے کیا اور آپکے پیچھے متبعین کو بھی کبھی اسبات کا شبہ نہیں ہوا - کہ آپ اپنی مطلب کے موافق آیتیں گھڑ لیتے ہیں -

ہمارا قطعی یہہ اعتقاد ہے کہ جو کچھ کلام ربانی یعنی **قرآن کریم** میں لکھا ہے - وہی قطعیت اور یقین کا حکم رکھتا ہے - علاوہ بر آں شریعت کا جس قدر حصہ سلسلہ **تواتر** سے ثابت ہے - وہ بھی قطعیت کا حکم رکھتا ہے - لیکن وہ احادیث جو صریحاً قرآن شریف کے برخلاف ہیں یا احاد روایات کبھی کسی عقیدہ یا اصول مذہب کے قایم کرنے کے لئے بکار آمد نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی انکی بنا پر ہمارے مذہب پر کسی شخص کو اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے - بلکہ **قرآن شریف** کے صریح برخلاف - **احادیث یا روایات** تو یک لخت رد کرنے کے لایق ہیں -

ہماری دین کی مسلمہ کتابوں کا سلسلہ یوں ہے - کہ سب سے اول **قرآن شریف** قابل تسلیم اور اُسکا ہر ہر لفظ اور ہر ہر بیان لایق یقین ہے - اس کے بعد **اصح الکتب بعد کتاب اللہ** بخاری شریف بشرطیکہ اُس میں کوئی حدیث کوئی بیان صریح **قرآن شریف** کے بیانات کے نقیض واقع نہ ہو - اس کے بعد **مسلم شریف** بشرطیکہ **قرآن شریف** اور **بخاری** کے برخلاف اُس کا کوئی بیان نہ ہو - اس کے بعد **ترمذی - ابن ماجہ موطا** وغیرہ کتب احادیث بشرطیکہ **قرآن شریف** اور **بخاری و مسلم** کے صریحاً برخلاف اُن کا کوئی بیان نہ ہو - اور با ایں ہمہ ان کتب احادیث میں جو حدیث ضعیف یا احاد روایات سے ہو - وہ بھی کسی دینی اصول اور دینی عقیدہ کے پیدا کرنے کا موجب نہیں ہو سکتی پس جبکہ ہماری دینی کتابوں کا سلسلہ یہی ہے تو پھر زید و عمرو کی کتابوں اور بکر و خالد کی روایات کی بنا پر اسلام اور بانی اسلام پر اعتراض کرنا صریحاً انصاف کا خون کرنا اور ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص عیسائیوں کی مختلف روایات سے عیسائی مذہب پر اعتراض کرے - جس کو عیسائی

تو کبھی تسلیم نہیں کرسکتے۔ اور پران۔ مہابھارت وغیرہ کی بنا پر آریوں پر اعتراض کرے جنکو [illegible] سمجھو ہی آریہ لوگ تسلیم نہیں کرتے۔

جب یہہ اصول تجویز ہوچکا۔ تو اب ہم کہتے ہیں کہ خواہ کوئی **قول** روضتہ الاحباب میں لکھا ہوا ہو خواہ مدارج النبوت میں خواہ حیات القلوب میں۔ اور خواہ تاریخ ابوالفدا میں اور خواہ تفسیر کبیر میں اور خواہ معالم التنزیل میں۔ جب وہ قرآن شریف اور حدیث صحیحہ ثابتہ کے خلاف ہوگا۔ یک لخت رد کردیا جائیگا۔ کوئی قول اس وجہ سے قابل قبول نہیں ہوسکتا کہ وہ مدارج النبوۃ یا تفسیر کبیر میں ہے۔ بلکہ صرف اسی وجہ سے کہ وہ قرآن کریم یا حدیث صحیحہ ثابتہ کے مطابق ہے۔ مسلمانوں کی اصلی کتابیں قرآن شریف اور احادیث صحیحہ ثابتہ ہیں نہ کتب تواریخ کی احاد یا ضعیف روایتیں جن میں سے اکثر قرآن و حدیث صحیح کے بھی صریحًا برخلاف ہیں۔

اصل یہہ ہے کہ علمائے اسلام (خدا انپر رحم کرے) سادگی سے سب روایات کو کتب تواریخ اور تفاسیر میں درج کرتے گئے ہیں۔ اُن کی تنقیح اور تنقید کا خیال نہیں کیا پر اُنہوں نے کبھی یہہ دعوی نہیں کیا کہ ہماری یہہ سب روایات وگذارشات من اولہ الی آخرہ صحیح اور کالوحی من السماء ہیں۔ چنانچہ مصنف اُمہات نے عجالہ نافعہ سے شاہ عبد العزیز دہلوی رح کا قول جو صفحہ ۵ میں نقل کیا ہے۔ اُس سے بھی ظاہر ہے کہ وہ روضتہ الاحباب کو بشرطیکہ الحاق و تحریف سے خالی ہو بہتر ازہمہ تصانیف این باب سمجھتے ہیں کیونکہ شیعہ وغیرہ ان کتابوں میں اپنے اپنے مطالب کے لئے الحاق اور تحریف بھی کرتے چلے آئے ہیں۔ جیساکہ شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں بھی اس امر کو بڑی تفصیل کے ساتھ ثابت اور بیان کیا ہے۔ پس سوائے کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ ثابتہ کے۔ نہ کوئی کتاب بالکل تحریف سے خالی ہے اور نہ بکلی اغلاط و اسقام سے مبرا ہے۔

پس مصنف اُمہات کا ہمکو تاریخی واقعات سے انکار کرجانے کا طعن کرنا (امہات صفحہ ۲) اور یہہ کہنا کہ ہم ان روایات کے برخلاف بھی انہی لوگوں کی زبان سے سنا چاہیں گے۔ جنکو ان بزرگ علماء اسلام سے بزرگتر ہونے کا دعوی ہو۔ اور نیز اُن کے اقوال کے غلط ہونے پر کوئی دلیل لانے کا یارا

یہہ پیش بندی اسوقت مفید ہوسکتی ہے اگر ان بزرگ علماء نے یہہ دعوی کیا ہو

کہ ہماری ساری روایات من اولہ الی آخرہ نقداً و منقح اور متواتر یا صحیح ہیں۔ پس جب ان بزرگوں کو اپنی ساری روایات کے صحیح یا الہامی ہونے کا خود دعویٰ نہیں تو اگر کوئی شخص ان کے کلام کو تنقید و تنقیح کرکے غلط اور صحیح روایات کو جدا اور ممتاز کردے۔ یا غلط روایات کو رد کردے تو اس میں ان بزرگوں کی کلام کو کیا دھبا لگ سکتا ہے یا ان لوگوں کا دروغ گو یا کم علم یا جاہل یا دشمن اسلام ہونا کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔ انکو جو روایات ملیں بہ نیک نیتی سے سب کی سب انہوں نے اپنی کتابوں میں درج کردیں۔ از راہ امانت کے طور پر ہم تک پہنچا دیں یہ آگے ایک محقق یا مجدد کا کام ہے کہ وہ حکم اور امام ہو کر صحیح کو غلط سے اور ضعیف کو قوی روایات سے جدا اور ممتاز کرے۔ اور ان بزرگوں کے بعض اقوال کے غلط یا غیر معتبر ہونے کے دلیل جو آپ پوچھتے ہیں تو وہ ہم نے ابھی بیان کردی۔ جسکے ماننے میں کسی اہل عقل کو ذرا تامل نہیں ہو سکتا یعنی کہ وہ روایت کلام ربانی قرآن شریف اور احادیث صحیحہ ثابتہ کے (جو مذہب اسلام کے اصلی ماخذ ہیں) برخلاف ہے اسلئے قابل قبول نہیں ان لوگوں کا ادب و تعظیم اور احسان ماننا ہم پر واجب ہے۔ اور ہم ان بزرگوں کی جوتی کی بھی برابری نہیں کر سکتے لیکن ان کو درج روایات میں من کل الوجوہ معصوم اور ان کے اقوال کو کالوحی من السماء نہیں سمجھتے وہ بھی بشری ہستی تھے اندراج روایات میں ذاتی رائیں ان کی بھی غلطی ممکن ہے وہ کوئی رسول یا ملہم تو نہیں تا ان کی ساری باتیں من اولہ الی آخرہ آسمانی کلام کی طرح قابل حجت سمجھی جائیں +

اور ان بزرگوں کے سب اقوال کے نہ ماننے پر جو آپ بطور پیش بندی ہم کو یہ سناتے ہیں کہ ان لوگوں کی روایات نہ ماننے سے مسلمان لوگ لوگوں کو اپنے اوپر ہنسائیں گے اور استہزا کرائیں گے اس کے جواب میں یہ گذارش ہے کہ اگر ہم تحقیق کو کام میں لا کر بعد تنقید و تنقیح کسی روایت کو رد کردیں تو ہم پر بجز آپ جیسے طینت کے آدمی کے کون شخص ہنس سکتا ہے ہمارے دین کا اصلی ماخذ سب سے اول درجہ پر قرآن شریف ہے اور بعد اس کے احادیث متواترہ اور صحیحہ ثابتہ ہیں تو اگر ہم کسی کتاب یا تواریخ کی مندرجہ روایت کو قرآن و حدیث کے برخلاف پا کر یک لخت رد کردیں تو آپ ہی فرمائیں۔ ہم پر کون شخص ہنس سکتا ہے۔ ہمارے اصل دین و ایمان قرآن و احادیث صحیحہ ثابتہ ہیں نہ تواریخ کی کتابیں مثلاً وہ جو آپ نے حضرت زینب رض کے عشق کے متعلق مختلف روائتیں اپنی امہات میں درج فرمائی ہیں۔ آپ ہی فرمائیں کہ اگر ہم یک لخت رد کردیں تو کیوں ہم غیر لوگوں کو اپنے اوپر

بنسائیں گے بعد کون شخص ماننے کیلئے ہمیں مجبور کر سکتا ہے۔ کیونکہ ہم اپنی روایت کے اس وجہ سے انکار نہیں کرتے کہ اس سے ہمارے ہمارے نبی صلعم کی ہتک ہوتی ہے بلکہ اس بنا پر انکار کرتے ہیں کہ اس روایت کا اصلی ماخذ یعنی قرآن شریف واحادیث صحیح میں۔ نام ونشان ندارد ہے بس خواہ اس روایت کو ملا باقر اپنی کتاب میں درج کرے خواہ **جلالین** والا خواہ **معالم التنزیل** والا خواہ تفسیر **بیضاوی** والا خواہ کبیر والا ہم اس کو یک لخت رد کر دینگے اس دلیل پر کہ اس روایت کا اصل ماخذ یعنی قرآن شریف وحدیث صحیح میں نشان تک پایا نہیں جاتا +

اس میں کچھ شک نہیں کہ تواریخ اسلامیہ میں آنحضرت صلعم اور صحابہ وغیرہ کے حالات بتفصیل درج ہیں۔ جن میں بعض کتابیں زیادہ مستند ہیں اور بعض کم معتبر۔ بعض میں روایات کی تنقید و تنقیح کا زیادہ خیال رکھا گیا ہے۔ بعض میں کم اور اس میں بھی کچھ شبہ نہیں کہ یہ کتابیں ہماری کتب دینیہ میں شامل ہیں لیکن اس بات میں ذرا شک نہیں کہ کتب تواریخ یہ حیثیت ہرگز ہرگز نہیں رکھتیں۔ کہ ہم ان کو من اولہ الی آخرہ الہامی اور کالوحی من السماء سمجھیں یا جس طرح کہ ہم قرآن شریف کے ہر ایک بیان پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کتابوں کی بھی ہر ایک روائت ہر ایک نقل پر ایمان لانا ہمارا فرض ہے خواہ کوئی تواریخ کیسی ہی معتبر سمجھی جاوے اس میں بھی کچھ نہ کچھ روایات ضعیف یا غیر صحیح ضرور ہوں گی اور خود ظاہر ہے کہ تواریخ میں معتبر روایات بھی ہوتی ہیں۔ غیر معتبر بھی۔ اجاد بھی ضعیف بھی بلکہ قصہ کی چسپیدگی اور تسلسل کلام کے لئے ان مورخین کو بعض جگہ کچھ اپنی طرف سے بھی بڑھانا پڑتا ہے بعض بیان سے متعلق وہ اپنی شخصی رائے بھی ظاہر کرتے ہیں جو دوسرے کے لئے ماننی ضروری نہیں ہوتی۔ بعض وقت اُن کے بیان یا سمجھ میں بھی فرق پڑ جاتا ہے۔ ایک واقعہ کہ کوئی کسی طرح سمجھتا ہے کوئی کسی طرح نیز کسی تواریخ کا بیان صرف ایک خاص امر کے لئے کسی طرح حجت قاطعہ اور دلیل شرعی نہیں ہو سکتا۔ نہ کوئی عقیدہ پیدا ہو سکتا ہے۔ دیکھو تاریخ فرشتہ سیر المتاخرین معتبر کو تواریخ قرار دی گئی ہیں۔ مگر تاہم کوئی شخص ان پر ایمان نہیں لاسکتا۔ کہ یہ تواریخ من اولہ الی آخرہ ساری کی ساری سچی اور صحیح ہیں۔ جب ہم کسی تواریخ کو معتبر قرار دیتے ہیں تو ہمارا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ بہ ہیئت مجموعی قابل اعتماد ہے جو کہ ہر ایک بیان ہر ایک روائت پر ایمان لانا اور اُسے کالوحی من السماء سمجھنا واجب ہے۔ غرض کہ ان تواریخ پر نہ تو کوئی ایمان لاسکتا ہے اور نہ قسم کھا سکتا ہے کہ یہ شروع سے اخیر تک بالکل صادق صحیح اور

[illegible]

الہامی کتابوں کی طرح ہیں۔ پس جب یہ حال ہے۔ تو صرف ان تواریخ کی بنا پر کوئی اعتراض قائم کرنا جن کی ہر ایک روایت کو خود کوئی مسلمان کالوحی من السما قطعی یقینی نہیں سمجھتا۔ کس قدر ظلم اور انصاف سے برخلاف ہے ہمارا تو اس کتابوں کے مضمون پر بھی خواہ شیخ عبدالحق دہلوی ہوں یا ملا باقر مجلسی یہی اعتراض ہے کہ یہ روائیں ان صاحبوں نے کہاں سے لیں۔ جن کا کتاب بعثت میں کہیں پتا نہیں تو جو لوگ ان روایتوں کی بنا پر اسلام یا بانیٔ اسلام پر اعتراض کریں ان کا اعتراض کرنا کس قدر انصاف سے بعید ہوگا۔ ایسا ہی تفاسیر کا حال ہے۔ بیشک بعض تفاسیر بعض تفاسیر سے معتبر ہیں لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ تفاسیر من اولہ الی آخرہ بالکل قابل التسلیم اور الہامی ہیں۔ ان میں بھی بعض جگہ صحیح روایات ہیں بعض جگہ ضعیف۔ بعض جگہ محض شان نزول پیدا کرنے کے لئے قیاسی روایات بھی وضع کر دی گئی ہیں۔ بعض جگہ شخصی رائیں ہیں۔ جن کے ماننے کے لئے ہر شخص مجبور نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف سامنے پڑا ہے۔ احادیث موجود ہیں۔ محقق آدمی آپ پڑتال کر سکتا ہے اور کھرے کو کھوٹے سے جدا کر سکتا ہے۔ غرض خواہ کوئی تواریخ ہو خواہ تفسیر جب کسی امر کی نسبت شبہ پیدا ہوگا۔ تو ہم وہ روایت خدا اور رسول کی کلام پر حوالہ کر کے اس کی صحت کی جانچ کیا کرینگے جیسا کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول اگر تم میں کسی بات میں جھگڑا پڑے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ اس بات کی بڑی دلیل کہ ہم لوگ ان تفاسیر یا تواریخ میں سے معتبر تفاسیر کو صرف بحیثیت مجموعی عمدہ اور معتبر قرار دے سکتے ہیں۔ نہ کہ ہر ایک روایت اور ہر ایک بیان کو۔ یہ ہے کہ اگر ہم ان تفاسیر وغیرہ کی ہر ایک تفسیر اور ہر ایک بیان کو الہامی کتابوں کی طرح معتبر سمجھیں۔ تو پھر ہمارے لئے بڑی دقت یہ ہوگی۔ کہ ان تفاسیر و تواریخ کی کتابوں میں بہت سے بیانات ایک دوسرے کے برخلاف اور متضاد واقع ہیں۔ کہ اگر ایک کو مانا جائے۔ تو دوسری کتاب کا بیان اسے رد کرتا ہے۔ پس اگر ان تفاسیر وغیرہ کو من اولہ الی آخرہ سارے کا سارا معتبر اور مستند سمجھیں تو گویا ہم عیسائیوں[1] کی طرح ایک ہی وقت متضاد باتوں پر ایمان لانے والے۔ اور ایک دوسرے کے برخلاف بات کے ماننے والے ٹھہریں

---

[1] جس طرح عیسائی اناجیل کے مختلف بیانات کو مانتے ہیں۔ چنانچہ ۵۰ سب کے سب ایک دوسرے کی ضد اور بعض وضع ہیں +

گے۔ اور یہ مراحشہ باطل ہے۔ پس لامحالہ ہم ان روایات کی تنقیح و تنقید ہی کے لئے مجبور ہوں گے۔ اور جن روایات کو صحیح عقل و نقل کے مطابق پائیں گے اُسے مان لیں گے۔ اور اُس کے برخلاف روایت کو یک لخت رد کر دیں گے +

اگر ہر ایک تفسیر اور ہر ایک تواریخ من اولہ الی آخرہ مستند اور کالوحی من السماء سمجھی جانی ضروری ہے تو پھر عیسائیوں کے لئے بھی بڑی دقت واقع ہوگی۔ کیونکہ بلا شبہ ان کی تفاسیر و تواریخ میں ضرور اختلاف ہے۔ حتی کہ خود بائبل بلکہ انجیل میں بھی سخت درجہ کا تضاد ہے۔ پس ضرور ہوگا کہ وہ بھی ہر ایک بات ہر ایک امر کو کالوحی من السماء سمجھیں۔ مثلاً حضرت مسیح ؑ انجیل میں ایک جگہ جہاں ان کی ماں مریم شراب کی قلت کی شکایت کرتی ہے۔ ماں کو ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ اے عورت۔ مجھے تجھ سے کیا کام۔ اس قول کی تفسیر میں مفسر بارنس جلد اول ۲۱۹ میں لکھتے ہیں کہ بلا شبہ مسیح ؑ نے یہاں ماں کی بہت گستاخی کی۔ ایسی کہ اُس سے بڑھ کر کوئی کلمہ مشتمل بر حقارت نہ ہوگا +

پس عیسائیوں کو چاہیئے۔ کہ مسیح ؑ کے اس قول کی تاویل نہ کریں۔ بلکہ اس گستاخی کو تہ دل سے یقین کر لیں۔ اس کے گناہ کے قائل ہوں۔ اور کفارہ سے ہاتھ دھوئیں۔ پس ضرور ہوا۔ کہ ہر ایک تفسیر و تواریخ کے بیان کو ماخذ ہی پر حوالہ کیا جائے۔ اور الہامی کتاب پر عرض کیا جائے۔ اگر وہاں سے اُسکی تصدیق ہو۔ تو مان لیں۔ ورنہ صاف انکار کر دیں۔ میں حیران ہوں۔ کہ شائق صاحب نے ان تواریخ کی بنا پر کیوں آنحضرت صلعم پر اعتراض کرنے شروع کر دیئے۔ اور تاریخی واقعات سے آنکھ بند کرنے کا الزام ہم کو کیوں دیا۔ (امہات المومنین صفحہ ۲) تاریخی واقعات سے تو کسی کو انکار نہیں۔ مگر اس امر سے کس کو شک ہے کہ ان تاریخی واقعات کا سب سے پہلا ماخذ قرآن شریف ہے۔ جس میں آنحضرت کی نسبت۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہے پس ایک ریفارمر خاص کر ایسے بڑے دین کا بانی جو کلام الٰہی کے نزول کا بھی ساتھ ہی دعوےٰ کرتا ہے۔ اور اسلام ہی کی اشاعت کے لئے سخت سی سخت مصیبتیں پر مصیبتیں اٹھاتا رہا۔ کبھی ممکن نہیں کہ کم از کم اپنے تئیں اخلاق شنیعہ سے بھی باز نہ رکھے اور اگر وہ ایسا ہی کرے صرف لوگوں کو نیک چلنی کی تاکید کرے تو اُس کی بات کو کون مان سکتا ہے۔ اور اس کا مذہب کس طرح چل سکتا ہے۔ کیا آنحضرت ؐ نے قرآن میں آپ ہی یہود کو یہ ملامت نہیں کی۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ

الکتاب افلا تعقلون ۔ یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون ۔ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون
پس اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام ہدایات کے ماننے والے اول المومنین اور اول المسلمین آنحضرت صلعم
ہی تھے۔ اعلے درجہ کے مکارم اخلاق سے متسم۔ پس جس تاریخ میں اس نے ایسے اتہامات والزامات
درج ہوں۔ خواہ اُس کے لکھنے والا کیسا ہی با اعتبار کیوں نہ ہو کبھی مانی نہیں جا سکتی۔ کیا آپ
نہیں جانتے کہ اگر ہم ان تواریخ کو کالوحی من السماء سمجھ کر۔ ان کو بالکل اپنا مدار ایمان بنا لیں تو ہم ایک ہی
وقت میں دو۔ یا کئی متضاد اقوال و روایات کے ماننے والے ٹھیریں گے اور یہ بالکل خلاف عقل ہے۔ پس
ثابت ہوا کہ مجوئے اور تعارضات قطعاً کے ان مختلف روایات کو یک لخت رد کر دیں گے اور
اصل بیان کو قرآن و حدیث صحیح کے سامنے عرض کر کے اس کی تنقیح و تنقید کریں گے مثلاً زید و زینب
کے معاملہ میں جو آپ نے یہ اقوال نقل کئے ہیں۔ صفحہ ۱۷۔ ابن بابویہ و دیگراں بسند ہائے معتبر از
حضرت امام رضا روایت کردہ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم روزے برائے کارے بر خانہ
زید بن حارث برفت۔ چوں داخل خانہ زید شد۔ زینب زن او را دید کہ **غسل مے کند**۔ پس حضرت
فرمود کہ سبحان الذی خلقک۔ چون زید بخانہ برگشت۔ زنش خبر داد کہ رسول خدا آمد و چنیں
سخنے گفت و رفت۔ زید گمان کرد کہ حضرت ایں سخن را برائے ایں گفتہ است کہ حسن او حضرت را خوش
آمدہ حیات القلوب صفحہ ۵۷۳ +

اور پھر صفحہ ۴۷ میں علامہ عبد الرحمن الصفوری الشافعی کا قول اس طرح نقل کرتے ہیں **کانت بیضاء جمیلۃ** یعنے زینب رنگ کی گوری حسین و جسیم تھی۔ پس اُس کو نبی صلعم نے دیکھ پایا پاس۔ دوں بعد زید کے گھر میں۔ پس حضرت کو وہ بھلی لگی پس کہا سبحان اللہ مقلب القلوب اور یہ آنحضرت کے خصایص میں سے تھا کہ جب کسی عورت کو دیکھ پاتے اور وہ آپ کو بھلی لگ جاتی تو وہ حرام ہو جاتی اپنے شوہر پر۔ اور حرام ہو جاتا شوہر پر اُس عورت کا رکھنا۔ زینب سوتی تھی اور اُس نے تسبیح سن پائی۔ پس اپنے شوہر کو خبر دی۔ اُس بات کی پس اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھکو اجازت دو تو میں اپنی عورت کو طلاق دوں حضرت نے فرمایا اپنی عورت کو اپنے پاس رکھ اور ڈر اللہ سے اب دیکھو ان دونو قصوں میں کس قدر اختلاف ہے۔ کہاں عورت کا ننگی غسل کرنا

اگر سوتے ہوئے دیکھا ہے تو پھر ڈاکٹر صاحب کے اس اعتراض سارے ہی باطل ہو گئے۔ کیونکہ وہ سارا اعتراض صرف اس پر لگاتے ہیں کہ زینب کو ننگے حضرت نے کسی روز دیکھا تھا۔ مگر یہ غسل کرتے نہ دیکھا + امہات صفحہ ۲۷ +

اور کہاں اُس کے سوتے ہونا۔ کہاں **سبحان الذی خلقک** کہنا اور کہاں **سبحان اللہ مقلب القلوب** کہنا اور اسی طرح جس جس دیگر کتاب میں یہ قصہ ہے۔ بڑے اختلاف کے ساتھ درج ہے۔ جو اس کے بناوٹی اور موضوع ہونے کی صاف دلیل ہے۔ اور کسی صحیح حدیث میں تو اُس کا ذکر ہی نہیں۔ قرآن شریف کے اصل مضمون کے برخلاف ہے۔ جس کا کسی قدر ذکر آگے کیا جاوے گا۔ اس وقت ہماری غرض یہ ہے کہ اگر ان کتب تواریخ کو بمنزلہ بائبل یا قرآن کے ہم اپنا ایمانی یا دینی اصل قرار دیں۔ تو پھر ہم ایک ہی وقت میں متضاد خیالات مختلف روایتوں۔ رطب و یابس حکایات پر ایمان لانے والے ٹھہریں گے۔ جس طرح پر کہ عیسائی لوگ ان مختلف انجیلوں پر ایمان لا رہے ہیں + +

سخت افسوس کی بات ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب نے مولوی فیروزالدین صاحب کی تاریخ محمدی کو بھی دیکھا۔ مگر ان کے اس نوٹ کو ملاحظہ نہ فرمایا۔ جو تاریخ محمدی کے جلد کے اول صفحہ ۳ دہم میں آٹھ برس اس سے پیشتر درج کرکے انہوں نے عیسائیوں کو [illegible] ہے کہ وہ [illegible] ماخذ یعنی قرآن و حدیث صحیحہ پر اعتراض کریں یا تمام تفاسیر و تواریخ کو بنائے اعتراض نہ قرار دیا کریں چنانچہ وہ نوٹ یہ ہے مخفی نہ رہے۔ کہ کتاب روضۃ الاحباب جو تواریخ محمدیہ پادری عمادالدین کا ماخذ ہے۔ کوئی اتنی بڑی کتاب نہیں ہے۔ اور نہ صرف روضۃ الاحباب بلکہ جس قدر مستند فارسی کی بلکہ عربی کی بھی تاریخیں ہیں۔ ساری (بالکلیہ) ماننے کے قابل نہیں۔ بلکہ کئی جگہ صرف عام مورخانہ بیان ہے ان تاریخوں کو بہیئت مجموعی خود محققین مستند نہیں سمجھتے۔ وہی تاریخ نبوی قابل اعتماد ہو سکتی ہے جس کی روایات کو مصنف نے احادیث صحیحہ سے اخراج کرکے درج کیا ہو یا محدثین نے پرکھ لیا ہو۔ رسول خدا ؐ کی حدیث کا سچا ماخذ قرآن و حدیث ہے۔ اس لئے ہر امر جس پر مخالفین نے اعتراض کیا ہو۔ قرآن اور احادیث صحیحہ کی کسوٹی پر پرکھ لینا چاہیئے۔ **اور اُس کے بعد جواب دینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ عیسائیوں کو بھی** مناسب ہے کہ وہ ماخذ (قرآن و حدیث) پر جو چاہیں اعتراض کریں۔ بے سوچ سمجھے۔ ہر ایک رطب و یابس تاریخ یا تفسیر کی بات پر معترض نہ ہوں۔ کہ اعتراض **مسلمات** پر قابل التفات ہوتا ہے اور مجھے یقین ہے۔ کہ قرآن و حدیث پر کوئی بھی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا ہے۔ انتہی حاشیہ صفحہ

۳ دہم تاریخ محمدی مطبوعہ خادم التعلیم پنجاب لاہور ہے۔ نقل کا لاحاصل عیسائی لوگ تو خود اپنی الہامی اور مقدس کتابوں کی بھی ساری روایات کو قابل تسلیم خیال نہیں کرتے۔ دیکھو نور افشاں مطبوعہ ۲۵ جولائی ۱۸۷۸ء نمبر ۳۰ جلد ۶۔

تو مسلمانوں کو ان روایات کے ماننے کے لئے جو صریحاً کلام ربانی کے برخلاف اور رطب و یابس ہیں۔ کیسے مجبور کر سکتے ہیں۔ مسلمانوں نے انجیل متی کے نسب نامہ کو سراسر غلط اور خلاف واقعہ ثابت کر دکھایا (دیکھو تو یدجاوید) اس پر پادری عماد الدین نے اس نسب نامہ کو غلط مان کر الہام ہی سے خارج کر دیا۔ اب جبکہ عیسائی لوگوں کی آسمانی کتابیں اغلاط و غیر معتبر روایات سے مبرا نہیں تو وہ مسلمانوں کی معمولی روایات کو کیوں (خواہ مخواہ معتبر قرار دے کر جن کو وہ اہل مذہب خود نہیں مانتے) بنائے اعتراض ٹھہراتے ہیں۔

آریہ لوگوں کا امہات المومنین کی تصنیف پر خوش ہونا

آریہ لوگ کتاب امہات المومنین کی تصنیف پر بہت خوش ہوتے ہیں۔ کہ اس کتاب کی تصنیف سے اُن کے پیغمبرؐ کے چال چلن کی نسبت عجیب و غریب باتیں معلوم ہوئیں۔ جو آج تک مخفی تھیں۔ اور اسی وجہ سے وہ اس کتاب کی تصنیف پر بڑے خوش ہوتے اور مسلمانوں کو نادم کرتے ہیں کہ کیا تمہارا پیغمبر واقعی اس خصوصیت اور ایسی چال چلن کا تھا۔ ان لوگوں کی شیخی تو ساری اسی ایک بات میں کرکری ہو جاتی ہے۔ کہ صاحب اس کتاب کی روایات و بیانات کوئی وحی نہیں ہیں۔ جن کے ماننے کے لئے مسلمان مجبور ہوں۔ خود غرض اور قصہ خوان لوگوں نے یہ روایات گھڑیں۔ اور پچھلے لوگوں نے بلا تحقیق اپنی کتابوں میں بھرتی کر دیں۔ ان میں سے بے شمار روایات کا مسلمانوں کے دین کی اصل کتابوں یعنی قرآن و احادیث صحیحہ ثابتہ میں پتہ تک نہیں۔ پس ان روایات کی بنا پر حضرت محمد رسول اللہ اور مذہب اسلام پر کیا حرف آسکتا ہے۔ مہابھارت اور بھاگوت کی روایات پران کے بیانات اگر آریوں کے اصلی ویدک دھرم پر کوئی دھبا لگا سکتے ہیں۔ تو بے شک اُن روایات سے بھی آنحضرتؐ کے چال چلن پر اور مسلمانوں کے مذہب پر حرف آسکتا ہے۔ لیکن اگر برہمنوں

کی گھڑی ہوئی داستانیں۔ پرانوں کی خرافتیں۔ مہابھارت کے افسانے اصل میں یہ سہارا ہیں کہ کوئی حرف تنقص پیدا نہیں کر سکتے تو بعینہٖ یہ غیر مستندہ و غیر محققہ روایات کتب تواریخ و تفاسیر بھی اسلام اور بانیٔ اسلام پر کوئی حرف پیدا نہیں کر سکتیں۔ ہاں آنحضرت صلعم کا چند ایک عورتوں سے نکاح کرنا اس بارہ میں کسی مسلمان کو تامل نہیں اور نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہے۔ سو اس کی نسبت اسی قدر گذارش ہے کہ اگر مسلمانوں میں صرف ایک جانب سے کثرت ازدواج ہے۔ تو آریوں میں دونوں طرف سے کثرت ازدواج ثابت ہے۔ وید کو دیکھو اس نے کیسی بیہودگی کی تعلیم دی ہے کہ ایک ایک عورت کو دس دس مرد تک سے نیوگ کرنے کا حکم ہے۔ اور پھر بیاہتا خاوند کے ہوتے ہوئے دوسرے مرد سے مباشرت کرانا ثابت ہے اور دوسرے میں تو کچھ انتہا ہی نہیں۔ چنانچہ پنڈت دیانند کی وید بھاشیہ بھومکا صفحہ ۲۱۱ - اور ستیارتھ پرکاش جلد ۱۴۱ میں سب کچھ موجود ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ خاوند کے مر جانے یا اُس کے بیمار پڑنے سے عورت دوسرے مرد سے یا مرد دوسری عورت سے اولاد کی خواہش میں نیوگ کرے۔ ویسا ہی دوسرے مرد کے مرنے اور بیمار ہو جانے کے باعث تیسرے مرد کے ساتھ نیوگ کرے۔ اسی طرح دسویں تک نوبت پہنچ جاوے۔ یہ وید کا حکم ہے۔ اسی طرح مرد کے واسطے بھی عورت کے مر جانے پر بیوہ عورت کے ساتھ نیوگ کرنے کی اجازت ہے اور جب وہ بیوہ مر گئی ہو جاوے یا بیمار ہو جاوے تو بچے جننے کے لئے دسویں عورت تک نیوگ کرے۔

پھر سب سے تعجب انگیز نیوگ کا قاعدہ جو قانون فطرت اور فطرتی غیرت کے بھی برخلاف ہے کہ اپنا خاوند تندرست مباشرت کر سکتا ہے۔ صرف اُس کی منی قابل تولید نہیں۔ اس لئے وید مقدس کا حکم ہے کہ اپنی بیاہتی اور پیاری بیوی کو صرف اولاد کی خاطر دوسرے کے ساتھ سلا دے۔ اس کا نطفہ لیوے اور اپنا بچہ بنا دے۔

ایسا ہی حاملہ عورت سے ایک سال تک صحبت نہ کرنے کی حالت میں مرد یا عورت سے رہا نہ جائے تو کسی سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کریں۔ منکوحہ عورت کا خاوند دھرم سیکھنے کے خاطر سفر میں گیا ہو۔ تو آٹھ برس علم و فن سیکھنے تو چھ سال تجارت کی خاطر گیا ہو تو تین سال خاوند کا انتظار کر کے نیوگ کرے۔ جب اپنا خاوند سفر سے گھر لوٹ آوے۔ تو نیوگی کو چھوڑ اپنے خاوند سے مل جاوے اور بھی کئی حالتوں میں نیوگ کرنا ضروری ہوتا ہے جیسے کسی شخص کی بیوی کا بانجھ

تو آٹھ سال انتظار کر کے - یعنی اولاد مر جاتی ہو - تو دس سال انتظار کر کے - سدا لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہوں - تو گیارہ سال انتظار کر کے - عورت دنگہ فساد کرتی ہو - تو فوراً اُسے علیحدہ ہو جانے اور نیوگ کرے بیٹے جنے - یہ نیوگ کی [illegible] ہمارے آریہ بھائیوں میں ہیں - پس تعجب ہے کہ وہ مسلمانوں کے صرف کثرت ازدواج پر جو ضروری اور جائز صورتیں نہیں ہے بلکہ محض مصلحت اور تکمیل شریعت کے لئے ہے اعتراض کرتے ہیں اور اپنا شہتیر نہیں دیکھتے ۔

امہات المومنین کا اجمالی جواب ۔

ساری کتاب میں مصنف امہات کے آنحضرت صلعم کے چال چلن کی نسبت مفصلہ ذیل تین بڑے اعتراض ہیں - جو اُس نے زیادہ تر کئے ہیں - (۱) آنحضرت نے بہت سی بیویاں کر کے عیاشی اور شہوت پرستی کی داد دی (۲) آنحضرت نے بعض بیویوں سے حیلہ فریب یا جبر وغیرہ سے نکاح کیا - (۳) بعض باتوں میں آپ نے اپنے لئے خصوصیت رکھی اور باقی امت کے لئے دوسری طرح کے احکام بتائے - ان باتوں کا اجمالی جواب یہ ہے - کہ آنحضرت پر کثرت ازدواجی کی وجہ سے عیاشی کا اعتراض اس وقت توجہ کے قابل ہے جب کہ آپ ثابت کر دیں - کہ آپ صلعم کی قوم میں کثرت ازدواجی کا رواج نہیں تھا - اور آپ صلعم نے ملکی رواج کے برخلاف زیادہ عورتوں سے نکاح کر کے اپنے لئے وسعت پیدا کر لی - یا آپ یہ ثابت کر دیں کہ آپ کے اگلے نبیوں میں کثرت ازدواجی کا رواج نہیں تھا - یا رواج تو تھا - پر اُن سے گناہ [illegible] - سدا کثرت ازدواجی پر خوش نہیں تھا اور تعدد ازدواج اُس کا حکم تھا - لیکن جب کہ آنحضرت سے پہلے [illegible] ازدواج کا عام رواج اور ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی - اور اگلے انبیاء اور امتوں میں بھی یہ دستور برابر جاری رہا - اور ممانعت بالکل ثابت نہیں - تو پھر آپ کا کثرت ازدواجی کی نسبت اعتراض جواب دینے کے لائق تو ایک طرف توجہ کے لائق بھی نہیں ہے - دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ تم اپنی کتاب میں خود آنحضرت کی نسبت لکھتے ہو - کہ آپ تو حضرت عرب کے بادشاہ تھے (امہات صفحہ ۱۰۰) پس جو شخص ایک قوم کا بادشاہ ہو - اُسے

مکر یا فریب یا جبر کی کیا ضرورت ہے۔ بادشاہوں کو اگر چاہیں تو جوروں کی کیا کمی ہو سکتی ہے اکبر جہانگیر وغیرہ بادشاہوں کی طرف خیال کرو۔ خوشامد کی مارے ہندو لوگ آپ بیٹیاں دے جایا کرتے تھے۔ پس ایک شخص جس کے قوائے بھی اعلےٰ درجہ کے تندرست اور صحیح ہوں۔ خوبصورت بھی اول درجہ کا ہو۔ قوم کا بادشاہ بھی ہو۔ نبوت کا بھی دعوےٰ ہو مقدس بھی تسلیم کیا جائے۔ اُسے لوگ کیا خوشی سے بیٹیاں نہیں دے سکتے۔ جو مکر یا فریب یا جبر وغیرہ کی ضرورت پڑی۔ اس بات کو خیال میں لاؤ اور پھر خیال لاؤ کہ اس قسم کی سب روایتوں کی تردید کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ ایک شخص جو ۵۳ سال پہلے صادق مصدوق امین معزز اور ممتاز قوم کا مرجع و ماوےٰ رہ چکا ہو۔ اور دین ہی کی خاطر ۱۳ برس تک سخت سے سخت مصیبتوں میں رہا ہو اور بادشاہ بنے مال و دولت اکٹھا کرنے اعلےٰ سے اعلےٰ خاندان کی عورات سے نکاح کرنے وغیرہ کی کچھ پروا نہ رکھتا ہو۔ اور ساری جوانی خدا کی یاد۔ عبادات شاقہ۔ ریاضات و مجاہدات تبلیغ رسالت و اشاعت توحید میں صرف کر دی ہو۔ کیا بڑھاپے میں پردیس میں جاکر وہ ایسے چال چلن کا ہو سکتا ہے جیسا کہ تم ظاہر کر رہے ہو۔ بلکہ آخر عمر میں تو انسان بڑا سنجیدہ اور متین ہوتا۔ اپنے چال چلن پر کسی قسم کا دھبہ لگانے سے بچتا اور اپنے تئیں اپنی قوم کی نظر میں معزز ممتاز۔ مقدس مطہر بنانا چاہتا ہے۔ پس کچھ شبہ نہیں ہے کہ عورات کے معاملہ میں کسی مخلص نے ذرا بھی آپ م پر طعن نہیں دھرا۔ نہ کسی کے اعتقاد میں فرق آیا۔ جس سے اظہر من الشمس ہے کہ ازدواج کے معاملہ میں آپ م نے جو کچھ کیا ہو گا۔ خواہ وہ ہم تک پہنچا ہے۔ یا نہیں۔ بالکل ملکی قانون کے موافق اور بناوٹ سے دور ہو گا۔ اور اس سے اس قسم کی سب روایتوں کا جو آپکے تقدس کے برخلاف بیان ہو رہی ہیں۔ غلط اور نامعتبر ہونا بدیہی الثبوت ہے (۱)

تیسرے امر کے جواب میں یہ گذارش ہے۔ کہ کسی امر میں آپ م نے اپنے لئے خصوصیت نہیں رکھی بلکہ اللہ تعالےٰ نے اور نبیوں کی طرح آپکو بعض امور میں خاص خاص اجازت دی اور خاص خاص احکام نازل کئے۔ بے شک ہم آپ م پر اپنی شرع کے برخلاف کرنے کا الزام بڑے زور سے لگاتے۔ اگر قرآن شریف میں وہ احکام خدا کی طرف سے آپکے لئے خاص نہ ہو جاتے۔ یعنی قرآن شریف میں تو انکا کوئی ذکر نہ ہوتا اور

پرائیویٹ طور پر آپ بیان کر دیتے۔ کہ یہ حکم میرے لیے خاص ہو چکے ہیں۔ لیکن جب کہ جو حکم امت کے لئے ہیں۔ وہ بھی قرآن شریف میں موجود ہیں۔ اور جو آپ ؐ کے لئے خاص کئے گئے ہیں وہ بھی قرآن شریف ہی میں ہیں۔ تو آپ کو اس بات کے اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں کہ آنحضرت ؐ نے اپنی شرع کے برخلاف کیا۔ جو حکم آپ کی امت کے لئے ہوا۔ وہ امت کے لئے شریعت ہے۔ جو آپ کے ہوا۔ وہ آپ کے لئے شرع ہے پھر آپ ؐ پر شرع کی مخالفت کا الزام لگانا کسی شخص کو نہیں پہنچتا ہاں زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اس کی وجہ دریافت کرے کہ آنحضرت ؐ کو بعض امور میں خصوصیت کیوں دی گئی ۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ دستور ملکی اور سنت قدیمہ کے موافق چند ایک نکاح کر چکے۔ تو ارادہ الٰہی اس امر کی طرف متوجہ ہوا۔ کہ جس طرح اسلام میں اور سب امور اور احکام کی تکمیل کی گئی ہے اسی طرح **ازواج** کے معاملہ میں بھی ایک تکمیل اور حد بست کر دی جائے۔ تو خدا نے ایسا کیا۔ کہ باقی امت کو تو چار ازواج تک نکاح کرنے کا حکم دیا۔ مگر اس میں یہ شرط رکھی گئی ہے۔ کہ ان میں سے ایک جورو مر جائے۔ تو وہ ان کے بدلے میں دوسری جورو کر سکتا ہے۔ آنحضرت کی ازواج کو بوجہ اس حقیقی ہونے سید الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ ہو چکنے کے تعظیماً وادباً چونکہ کوئی شخص نکاح میں نہیں لا سکتا ۔ اور اسی وجہ سے خدا نے بھی ممانعت کر دی ۔ کہ آنحضرت کی ازواج کو آپ ؐ کے وفات کے بعد کوئی شخص نکاح میں لا دے سو اس کی جگہ آنحضرت ؐ کو آئندہ کوئی نئی عورت کرنے یا بدلنے کی ممانعت کر دی گئی۔ اور چونکہ آنحضرت ؐ کی تعدد ازواج میں زیادہ تر مصلحت یہ بھی تھی۔ کہ **دین** کی اشاعت میں ان سے مدد ملے۔ اس لئے ان کے واسطے باری باری رہنے کی بھی قید نہ رکھی گئی۔ تاکہ جس عورت کو زیادہ دیر تک مسائل دین کی تعلیم کرنی چاہیے روک نہ رہے۔ ۔ +

∴

جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ آنحضرت ؐ نے امت کے لئے دوسرے احکام سکھلائے اور اپنے لئے خاص احکام بنائے۔ وہ اس بات میں غور کرے۔ کہ اگر یہ ساری کارروائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتی۔ تو آنحضرت ؐ کو کیا پڑی تھی۔ کہ امت کو اور طرح کے احکام سکھا کر خواہ مخواہ اپنے اوپر شرع کی مخالفت کا الزام لیتے۔ انہوں نے تعدد ازواج کو امت میں کیوں محدود کیا۔ عدل کی شرط

یوں لگائی۔ تا کہ آپ پر کوئی اعتراض ہی وارد نہ ہوتا۔ پس جہاں تک خیال کیا جاتا ہے۔ اور جس قدر غور کیا جاتا ہے۔ صاف معلوم ہے۔ کہ آنحضرت ؐ کا جعل اور افترا نہیں بلکہ سب الٰہی احکام ہیں جن میں سے بعض اللہ تعالے نے آنحضرت ؐ کے لئے اُن کی حالت کے لحاظ سے خاص کئے۔ اور باقی سب احکام میں امت اور آنحضرت کے لئے شراکت رکھی +

یہ خاص احکام صرف حضرت رسول ؐ ہی پر نازل نہیں ہوئے۔ بلکہ انبیاء سابقہ پر بھی نازل ہوتے رہے ہیں۔ جیسا کہ توریت وغیرہ سے ثابت ہے حقیقت میں نبی اور اُس کی امت کی حالت ایک نہیں ہوتی چونکہ وہ دین کی اشاعت کا ابتدا ہوتا ہے۔ اس لئے مصلحۃً بعض احکام اُن کے لئے خاص کرنے پڑتے ہیں۔

تعدد ازدواج پر مصنف امہات کی رائے اور اُس پر بحث

مصنف **امہات** اپنی کتاب کے نمبر ۲ میں لکھتے ہیں۔ کہ تمام عیسائی **قائل ہیں** کہ **عہد قدیم میں کثرت ازدواجی اُس زمانہ کی تہذیب کے اندازہ سے حلال و مشروع تھی**۔ بنی اسرائیل نے اس رسم کو اپنے پیشینوں کی تقلید میں جاری رکھا۔ ان کے انبیاء و صلحائے اُمت نے اسکے جواز کو تسلیم کیا۔ مگر عہد جدید میں جو **مسیح موعود** کی بعثت سے شروع ہوا اور جس نے بنی آدم کی ترقی **تہذیب** کا نیا سنہ جاری کیا۔ وہ رسم جو طلاق کے ساتھ ہمیشہ رہی ہے اُٹھ گئی +

میں کہتا ہوں۔ کہ آپ کا یہ لکھنا بالکل غلط بلکہ اغلط ہے۔ حضرت مسیح ؑ نے انجیل میں کہیں نہیں فرمایا۔ کہ کثرت ازدواجی منسوخ ہو گئی۔ یا توریت میں کوئی حکم بدل گیا۔ بلکہ وہ تو صاف فرماتے ہیں۔ کہ فقیہ اور فریسی موسیٰ ؑ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ جو کچھ وہ تمہیں کہیں۔ وہ کرو۔ +

اور پھر فرمایا۔ کہ میں توریت کو منسوخ کرنے نہیں آیا۔ بلکہ اُسے پورا کرنے آیا ہوں۔ اور جو کوئی توریت کے سب سے چھوٹے حکم کو توڑتا ہے۔ اور ویسا ہی دوسروں کو سکھاتا ہے آسمان

کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائے گا (متی ۵ باب ۱۹) پس حضرت مسیح ع م انبیاء سابقہ کے برخلاف کس طرح تعلیم دے سکتے تھے ۔ اور موسی ع م کی توریت کو چھوڑ کوئی نیا حکم اس کے برخلاف کس طرح دے سکتے تھے ۔ وہ تو صرف توریت ہی کی تعمیل کرنے کرانے آئے ۔ اور صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے آئے تھے نئی تعلیم جسقدر آنجناب کی طرف یا حواریوں کی طرف منسوب کی جاتی ہے سب بناوٹی اور جعلی معلوم ہوتی ہے ۔

اور یہ بھی یوں ہی جب سارے انبیا شریعت قدیمہ ہی کی تعلیم دیتے آئے ۔ تو حضرت مسیح ع م کس طرح شرائع سابقہ کے برخلاف نئی تعلیم دے سکتے تھے ۔ ایک نبی قدیم تعلیم میں معمولی تجدید و اصلاح تو رسم زمانہ کے بموجب کر سکتا ہے ۔ مگر دفعۃً شریعت ہی کو حورد و برد نہیں کر سکتا +

پس جب مسیح ع م خود بھی توریت ہی پر تعمیل کرتے رہے ۔ دوسروں کو بھی اسی کی تعمیل کے لئے حکم دیا ۔ تو اس سے ظاہر ہے ۔ کہ توریت کے بالکل نقیض تعلیم اُن کی طرف منسوب کرنا صریحاً غلط ہے اب اگر مسیح ع م نے بالکل نئی تعلیم جاری کی ۔ تو مسیح ع م کا وہ فرمان غلط ہے ۔ کہ میں توریت کو منسوخ کرنے نہیں آیا ۔ اور اگر وہ فرمان صحیح ہے ۔ تو جس قدر نئی تعلیم توریت کے برخلاف ان کی طرف منسوب کی جاتی ہے ۔ وہ غلط ہے ۔ دونوں میں سے ایک بات کی تسلیم سے عیسائیوں کو چارہ نہیں +

پس جب مسیح توریت ہی کی تعمیل کرنے کرانے آئے ۔ اور فریسیوں اور فقیہوں کے اقوال پر بھی عملدرآمد کرنے کے لئے تاکید فرماتے ہیں ۔ تو پادری صاحب کا یہ فرمانا ۔ کہ مسیح نے نئی تہذیب جاری کی ۔ نرا دروغ بے فروغ ہے ۔ کیا آپ بچوں کا دل بہلاتے ہیں ۔ انجیل متی کی ان اُردو عبارات کو اور کوئی نہیں سمجھ سکتا +

اچھا تھوڑی دیر کے لئے آپ کی خاطر مان لیتے ہیں ۔ کہ مسیح ع م نے بقول پادری صاحب توریت کو عیب دار پاکر اس کا تختہ پلٹ دیا (عبرانی ۷ باب ۱۸ وغیرہ) اور اسکا نقطہ یا شوشہ تک ایک طرف اُسے تقویم پارینہ قرار دے کر اسکا نام و نشان نہ چھوڑا ۔ بلکہ شریعت کے پیرو کو لعنتی قرار دیا ۔ (عبرانی رومی وغیرہ) اور تہذیب کا نیا سلسلہ جاری کر کے تکمیل شریعت تقوے اور طہارت ۔ حلت و حرمت ۔ سب کو خیرباد کہا ۔ (گلطیوں باب ۵ ، ۱) اچھا تو فرمایئے ۔ تہذیب کے اس نئے سلسلہ میں مسیح نے [illegible] کہ [illegible]

یا زیادہ جوروں کا کرنا حرام ہے۔ مسیح عم نے فقیہوں اور فریسیوں کو زناکاری و نفاق پر ضرور جا بجا کوسا اور متنبہ کیا۔ مگر یہ کہیں بھی نہ فرمایا۔ کہ اے ایک سے زیادہ نکاح کرنے والو یا بہت سی عورتیں رکھنے والو۔ تم پر افسوس اگر اس سے بچانا آپ کا مقصود ہوتا۔ تو ضرور صاف صاف کثرت ازدواج کو آپ اڑاتے۔ ہاں اسقدر تو آپ نے ضرور فرمایا۔ کہ **شروع میں خالق نے ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت پیدا کی** اور کہ عورت ماں باپ کو چھوڑ کر مرد کے پاس جا رہتی ہے۔ اس لئے ان کو یگانگت اختیار کرنی چاہیئے۔ اور پیار اور محبت سے یکجہتی رکھ کر رہنا چاہیئے۔ طلاق نہ دینا چاہیئے۔ (متی ۱۹ باب ۴-۵) مگر اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ مسیح عم نے کثرت ازدواجی کی ممانعت کی۔ بلکہ اس سے تو پہلے سے بھی کثرت ازدواجی کی سہولت ہو گئی کہ اس سے پیشتر اگر طلاق تو جائز تھی جس کی وجہ سے بقول آپ کے کثرت ازدواجی میں کچھ خفت ہو سکتی تھی۔ اب طلاق بھی جائز نہیں رہی۔ جتنی شرعی جوروں ہوں۔ اپنے پاس ہی رہنی چاہئیں۔ چنانچہ ان فریسیوں کا جو آزمائش مسیح عم کے لئے آئے تھے۔ سوال بھی طلاق ہی کی بابت تھا۔ کثرت ازدواجی کے روا یا ناروا ہونے کی نسبت ان کی کوئی گفتگو نہ تھی۔ متی ۱۹ باب ۳ دیکھو۔ اور فریسی اس کی آزمائش سے اس کے پاس آئے۔ اور اس سے کہا کیا۔ روا ہے۔ کہ **مرد ہر ایک سبب سے اپنی جورو کو طلاق دیدے**۔ اس کے جواب میں مسیح عم نے فرمایا۔ اور سمجھایا کہ عورت کو بے موجب محض عیاشی کی خاطر طلاق نہیں دینی چاہیئے۔ اس لیے کہ شروع میں خالق نے ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت بنائی۔ اور کہا کہ اس لیے مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑے گا۔ اور اپنی جورو سے ملا رہے گا۔ اور وے دونوں ایک تن ہونگے۔ **پس جسے خدا نے جوڑا انسان نہ توڑے**۔

پس مسیح عم کے اس جواب سے اور فریسیوں کے سوال سے اس کے سوائے اور کوئی نتیجہ مستنبط نہیں ہوتا۔ کہ مسیح عم نے عورت اور مرد کو ایک تن ہو کر رہنے کا حکم دیا۔ اور محبت اور یگانگت رکھنے کے لئے ہدایت فرمایا اور طلاق کی ممانعت کی۔ اس سے ایک ہی جورو کرنے یا کثرت ازدواجی کے متعلق کوئی گفتگو نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب۔ آپ ان الفاظ سے کہ خالق نے شروع میں ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت

پیدا کی۔ دھوکا نہ کھائیں۔ اور نہ سمجھیں۔ کہ اس سے ایک مرد کے لیے ایک ہی عورت کا ہونا نکلتا ہے۔ یہ الفاظ محض کمال اتحاد و یگانگت کی تاکید کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ ان کو ایک زوجہ رکھنے سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ فریسیوں کا سوال کثرت ازدواجی کے جواز یا عدم جواز کے متعلق نہیں تھا۔ ان کا سوال محض **طلاق** کے متعلق تھا کہ کیا جائز روا ہے۔ کہ ہر ایک سبب سے اپنی جورو کو چھوڑ دے۔ اس کا جواب مسیح ؑ نے دیا کہ شروع میں خالق نے ایک مرد اور ایک عورت بنائی۔ پس ان دونوں کو یک تن اور دو قالب ہو کر رہنا چاہیے۔ اور انسان کو یہ تعلق ہرگز توڑنا نہیں چاہیے +

نزول توریت سے پیشتر حضرت ابراہیم و اسحاق و یعقوب جیسے انبیاء نے شرع کثرت ازدواجی پر عمل کیا ہے۔ پس بنی اسرائیل ہی کے لئے کثرت ازدواجی جائز نہیں ہوئی۔ تا کہا جائے۔ کہ ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت کے الفاظ سے کثرت ازدواجی کی ممانعت مقصود ہے۔ یہ تو واقعہ نفس الامر ہے کہ آغاز دنیا اور انبیاء قدیم سے کثرت ازدواجی کا رواج رہا۔ پس اس ایک ہی مرد اور ایک ہی لفظ کے مفہوم سے یہ مغالطہ کھانا۔ کہ شروع میں ایک مرد کی ایک ہی عورت ہوئی تھی۔ ٹھیک نہیں ہے +

فریسیوں نے مسیح ؑ سے طلاق ہی کا مسئلہ پوچھا۔ اور اسی کا مسیح ؑ نے جواب دیا۔ پس مسیح ؑ کی اس گفتگو اور طرز کلام کو کثرت ازدواجی کی ممانعت یا عدم ممانعت سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے اور محض طلاق کی ممانعت میں مبالغہ مقصود ہے۔ تو اس سے حضرت مسیح ؑ نے اپنی قوم میں کثرت ازدواجی کو بھی وسعت دی نہ کہ گھٹایا۔ کیونکہ اس سے پیشتر آخر بنی اسرائیل میں طلاق تو تھی۔ انسان پچھلی جوروں کو چھوڑ کر نئی جورو کر سکتا تھا۔ مگر مسیح ؑ کے اس قول نے طلاق کی ممانعت قطعاً کر کے کثرت ازدواجی کو اور بھی وسیع کیا۔ دوسرے امر کی تاکید کی +

اور حضرت مسیح ؑ کے اس قول سے کہ **شروع سے ایسا نہ تھا**۔ یہ مقصود نہیں کہ شروع سے کثرت ازدواجی نہ تھی۔ بنی اسرائیل کے لئے روا رکھی گئی۔ اور اب منسوخ ہو گئی۔ بلکہ حضرت مسیح ؑ کے اس قول کا یہ مطلب ہے۔ کہ شروع سے طلاق نہ تھی۔ کیونکہ اگر یہ سمجھا جائے۔ کہ شروع سے کثرت ازدواجی نہ تھی۔ تو یہ تو واقعہ کے برخلاف ہے۔ حضرت ابراہیم۔ اسحاق۔ یعقوب وغیرہ سب

انبیاء عظام۔ جو توریت سے پیشتر ہوئے ہیں۔ کثیر الازواج تھے۔ تمام دنیا میں کثرۃ الازواجی کا کمال رواج رہا۔ پس (از شروع سے ایسا نہ تھا) ان الفاظ کو مسئلہ کثرت ازواجی کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہیں +

ڈاکٹر صاحب کا قول (متی ۱۹ باب ۲۸ سے یہ سمجھنا۔ کہ انسانی سخت دل نے جوروں کی تعداد بڑھائی یہ بالکل غلط ہے۔ سخت دلی کو کثرت ازواجی سے کوئی تعلق نہیں۔ سخت دلی کے الفاظ محض طلاق سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیونکہ فریسیوں نے حضرت مسیح سے یہی کہا تھا۔ کہ پھر موسے نے کیوں حکم دیا۔ کہ طلاق نامہ اُسے دے کے چھوڑ دے پس انہوں نے حضرت موسے ع کے مجوزہ طلاق کی حکمت پوچھی تھی سو اسی کا جواب حضرت مسیح ع نے دیا تھا۔ کہ تمہاری سخت دلی کے سبب۔ تم کو جوروں چھوڑ دینے کی اجازت دی۔ پر شروع سے ایسا نہ تھا۔ یعنی نزول توریت سے پیشتر طلاق قطعاً نہ تھی۔ جو عورتوں کو بس ہی رکھنے کا حکم تھا۔ کسی طرح طلاق دینے کی اجازت نہ تھی۔ تم کو صرف تمہاری سخت دلی اور قساوت قلبی کے سبب سے طلاق کی اجازت ہوئی۔ کیونکہ تم لوگ عورتوں سے حسن معاشرت اور حسن سلوک نہیں کرتے۔ اس لئے تم کو طلاق کی اجازت دیدی گئی۔ کہ کسی رو وہ عورتیں تمہارے پنجہ ظلم سے تو چھوٹ جائیں۔ ورنہ تم لوگوں سے پیشتر لوگ سخت دل نہیں تھے۔ نہ عورتوں کو ستایا کرتے۔ اور اس لئے ان میں طلاق بھی جائز نہ تھی +

پنڈت الکھ صاحب یقیناً یاد رکھیں کہ کثرت ازواجی سخت دلی کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ طلاق سخت دلی اور بد سلوکی کا نتیجہ ہے۔ اور طلاق ہی کے ساتھ سخت دلی کا تعلق ہے آپ کی یہ منطق بالکل غلط ہے۔ جو آپ خواہ مخواہ حضرت مسیح ع کے فرمانے کے برخلاف سخت دلی کا تعلق کثرت ازواجی کے ساتھ لگاتے ہیں +

اور ڈاکٹر صاحب کا یہ لکھنا۔ کہ کثرت ازواجی کی رسم ہمیشہ طلاق کے توام ہی ہے۔ کسقدر غلط اور عظیم الشان دروغ ہے +

طلاق کا جواز تو صرف بنی اسرائیل کو ہوا (دیکھو متی ۱۹ باب ۸) اور کثرت ازواجی حکم طلاق سے پیشتر بھی اس زمانہ کی تہذیب کے اندازہ سے حلال و مشروع تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت

اسحاق یعقوب وغیرہ انبیاء کثیر الازواج تھے مگر طلاق اُس زمانہ میں بالکل جائز نہ تھی۔ طلاق صرف یہودیوں کی سخت دلی کے سبب سے مقرر ہوئی۔ پس طلاق اور کثرت ازدواجی کو لازم ملزوم قرار دینا کسقدر راستی کے برخلاف اور صداقت کا خون کرنا ہے۔

کثرت ازدواج اور طلاق لازم ملزوم ہرگز نہیں انمیں کوئی تلازم نہیں۔ سینکڑوں لوگ کثیر الازواج ہوگئے مگر وہ طلاق کسی کو نہیں دیتے اور توریت سے ثابت ہے بہتیرے کوئی بھی کسی عورت کو طلاق نہیں دیتا تھا اور کبھی شخص ایک ہی عورت سے نکاح کر کے اُسے طلاق دیکر بیاہ دوسری عورت نہیں کرتے۔ پس کثرت ازدواجی اور طلاق کو لازم ملزوم کہنا کس منطق کا نتیجہ ہے۔

ڈاکٹر صاحب ڈاکٹر صاحب تو تھے ہی منطقی بھی پورے ہی ثابت ہوئے۔ کہ ارسطو افلاطون اور بیکن کو بھی مات کر دیا۔ معمولی علوم سے بھی اسقدر جہالت اور کتاب بنانے کا ارادہ کرنا نازیبا ہے ریش وفش۔

جب طلاق اور کثرت ازدواجی لازم ملزوم نہ ہوئے تو اب کثرت ازدواجی کی ہرگز مسیح نے کہیں ممانعت نہیں فرمائی اور طلاق کو منع کر دیا تو اس سے کثرت ازدواجی کو اور وسعت ہو گئی۔ نہ کہ کچھ کمی۔ اور اسپر ایک اور دلیل یہ ہے کہ گو پروٹسٹنٹ بوجہ کسی قانون کے زیادہ بیاہ نہیں کرتے مگر اور بہت سے عیسائی فرقے تعدد ازدواج کو جائز رکھتے ہیں۔ بیچ امریکہ میں فرقہ مارمن ہیں اور بہت سے عیسائی بادشاہ عیسائی پادری زیادہ بیاہ کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ امام فن مناظرہ اہل کتاب نے ذیر چار دید میں ان لوگوں کو بخوبی ثابت کر دیا ہے۔ وہاں سے دیکھا چاہئے۔

اگر کثرت ازدواج کو مسیح نے روک دیا ہوتا تو پولوس رسول اپنے خطوں میں کبھی قید نہ لگاتے کہ کلیسیا کا نگہبان پادری بے عیب ایک جورو کا شوہر پرہیزگار صاحب تمیز شائستہ مہمان دوست ہو (۱ تمطاوس ۳ باب ۲) بے الزام ہو اور ایک ہی جورو رکھتا ہو (طیطس ۱ باب ۶) کیونکہ اگر مسیح نے ایک سے زیادہ جورواں رکھنے سے روک دیا ہوتا۔ تو ایک جورو کی قید کی حاجت تھی ہی نہیں اتنی ایک احمق سے احمق بھی سمجھ سکتا ہے۔ اگر حضرت مسیح نے اپنے اس حکم ممانعت طلاق سے کثرت ازدواج کو ہرگز نہیں روکا اور یہ کہ ان قانون عیسائیوں میں

سی جورو داں کرنے کا عام رواج تہا تب تو اس قانون کے مقرر کرنے کی ضرورت ہوئی
کہ ایک جورو ہو الا ہو ورنہ کوئی صاحب سمجھائیں کہ ایک جورو کی قید کیوں لگائی گئی اور سچ تو
یہہ ہے کہ پادریوں کو [illegible] احکام میں کثرت ازدواجی کی ممانعت نہیں ہے تاہم مصلحتاً ایک صلاح
دی گئی ہے کہ ایک جورو رکہیں۔ کیونکہ ایک جورو کرنے والے دنیا کے کاروبار میں اسقدر گرفتار
نہیں ہوتے جسقدر زیادہ جوروں والے ہیں پس یہہ کوئی ممانعت نہیں۔ تاہم یہ مصلحت ہے۔ اب
اگرچہ میں نظیریں دے سکتا ہوں کہ عیسائیوں کے پیچھے عیسائی۔ بادشاہوں نے بہت سی بیویاں ر
[illegible] وہ سب بیاہ شدہ کے موافق سمجھے جاتے ہیں [illegible]
[illegible] اور عیسائیوں نے خود بہی کثرت ازدواجی کے متعلق [illegible]
تالیفات کی ہیں اور انکی پادری کثرت ازدواجی کے فتوے دیتے رہے ہیں لیکن چونکہ خود انجیل
سے کثرت ازدواجی کی اجازت ثابت ہے اور اسکی کوئی روک نہیں ہے اسلئے کچہہ ضرور نہیں کہ اس
بارہ میں زیادہ خامہ فرسائی کی جائے۔ البتہ حیرت ہے تو اس بات پر حیرت ہے کہ مسیح نے کثرت ازدواجی
کی ممانعت نہیں کی۔ حواری کثرت ازدواج کو جایز قرار دیتے۔ اور مصلحتاً پادریوں کو ایک
زوجہ کرلینے کی صلاح دیتے اور مسیح کے اقوال سے کثرت ازدواجی کے برخلاف کچہہ نہیں
سمجہتے۔ عیسائی بادشاہ وغیرہ بہت سی بیویاں اور باندیاں جمع کرتے رہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب
خاک بہی نہیں سمجہتے اور مسیح اور حواریوں کے بالکل برخلاف کثرت ازدواجی کو انجیل کے اصل
منشاء کے برخلاف بتاتے ہیں۔ ڈاکٹر کا یہہ قول بہی غلط ہے کہ کثرت ازدواجی سخت دلی
کا نتیجہ ہے۔ بلکہ کئی حالت میں رحم دلی کا نتیجہ بہی ہو سکتی ہے۔ جس زمانہ میں عورات کی کثرت
ہو اور لوگ بوجہ جنگ وغیرہ کے مارے جائیں۔ اس زمانہ میں کثرت ازدواجی عین
رحم کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اور صاحب یہہ عجیب ہے کہ انسانی سخت دلی نے جوروؤں
کی تعداد بڑہائی۔ اور عقلا نے اسکی برائیوں کو طلاق سے کم کیا۔ انسانی
سخت دلی نے بڑہائی۔ خدا نے نہ بڑہائی۔ جس نے کبہی ممانعت نہ فرمائی۔ بلکہ انکو برکت
دیتے ہوئے [illegible] رسم پر چلتے تہے (دیکھو اصلاح سہو)۔

اور آپ کا قول کہ عقلا نے اسکی برائیوں کو طلاق سے کم کیا وہ کون سے عقلا تہے جنہوں نے

طلاق سے اسکی برائی کو کم کیا۔ ان کا نام تو لیا ہوتا۔ کیونکہ تم آپ ہی تو کہتے ہو کہ حضرت مسیح نے منع کیا اور کسی نے نہیں کیا (متی ۱۹ باب ۸) پس آپ کا یہہ لکھنا کس قدر غلط ہے کہ عقلاء نے کیا اور کیا وجہ کہ خداوند تعالیٰ نے اس برائی کو کم نہ کیا اور دیگر عقلاء نے [illegible] شریعت کی اتنی لمبی چوڑی کتابیں تو انبیاء پر الہام کر دیں۔ اور [illegible] [illegible] بلکہ ہمیشہ روا رکھا اور اسپر چلنے والوں کو بہشت کا وعدہ دیا۔ اور کیا سارے انبیاء [illegible] دل تھے۔ جنہوں نے کثرت ازدواجی پر عمل کیا جو کہ توریت کے نزول اور حضرت موسیٰؑ سے بھی پیشتر تھے وہ لوگ یہہ سخت دلی کا فعل کیوں عمل میں لائے۔ حضرت مسیحؑ کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ نے کیوں تین عورتیں کیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کیوں چار جورواں کیں۔ یہہ لوگ تو سب پیغمبروں کے سردار اور **خلیل اللہ** گذرے ہیں اور تمہارے ابن اللہ کے جد امجد گذرے ہیں۔ انہوں نے یہہ سخت دلی کا اور ناپاک کام کیوں کیا۔ یہہ صرف تمہاری خباثت باطنی ہے کہ [illegible] انبیاء کو جنگلی وحشیوں کی برابری میں [illegible] سخت دل اور غیر مہذب [illegible]

صاحب من دنیا کی تہذیب ایک اضافی امر ہے جس کا معیار ہر زمانہ میں بدلتا رہتا ہے اور ان انبیاء کا فعل نہایت ہی اعلیٰ اور شائستہ تہذیب ہے۔ انکو سخت دل [illegible] تو اپنے [illegible] ہیں انکے ہر فعل کی تحسین کرتے ہیں

اور تمہارا [illegible] (۱۹) یہہ لکھنا کس قدر حماقت ہے کہ [illegible] حضرت داؤد و سلیمانؑ کا بہت سی عورتوں کا فراہم کرنا۔ یہہ قدیم رواج تھا [illegible] لوگ اسکو شان بادشاہی سمجھتے تھے اور اسلامی سلاطین اب بھی سمجھتے ہیں ہم اسکو معیوب جانتے ہیں اور داؤد و سلیمان کی حمایت اس بارہ میں کرتے شرماتے ہیں اور ہمکو جرأت نہیں کہ ہم اس عیاشی کو معجزہ یا خرق عادت کہدیں کیا یہہ لطیفہ نہیں کہ تم آپ ہی اس فعل کو اس زمانہ کی تہذیب کے رو سے حلال و مشروع بتاتے ہو اور آپ ہی اس فعل داؤدی و سلیمانی سے شرماتے ہو اور اسکو عیاشی بتاتے ہو۔ جس کو خدا نے بھی تحسین کی نظر سے دیکھا اور یہ تمہاری نیک بختی اور سعادت ہے کہ اپنے ابن اللہ کے جد امجد حضرت داؤدؑ

کو جس کی حمایت میں یک تعریف کرتے ہیں۔ عیاشی اور عیب ناک بتاتے ہو۔ اور آپ کے یہہ الفاظ کہ محمد پرستی سے بنی آدم کی تہذیب کا نیا سنہ جاری ہوا۔

تہذیب کا ذکر کرتے ہوئے آپ کو شرم نہیں آتی۔ تہذیب اور شائستگی سے مذہب مسیحی کو کیا تعلق ہے جس مذہب میں تکمیل شریعت لعنت بلکہ لعنت کا موجب ہو۔ نیکی کرنا۔ بدی سے بچنا۔ تقوی اور طہارت سب فضول ہو۔ اعمال رائیگان اور مفت میں نجات ہو۔ سوائے گندگی۔ بد تہذیبی۔ بکواس گالی گلوچ وغیرہ کے جو آپ صاحبوں کا کام ہے اور اس کتاب سے ظاہر ہو رہا ہے اور کچھ نہ پایا جاوے کیا تہذیب کی اصل یہ ہے ایجاد سکتی ہو۔ یا دینی ٹیلر صاحب تک تو عیسائی چال چلن۔ زناکاری۔ شراب خواری کی شکایت کرتے کرتے تھک گئے اور انہوں نے ان تین لعنتوں کو مسیحیوں کے لئے لازم ملزوم ٹھیرایا اور آپ نئی تہذیب کا ذکر کرتے ہو۔ نئی تہذیب دیکھتے ہو۔ تو یوروپ کی سوسائیٹیوں کا اندرونی حال دربار لندن کے اسرار۔ پیرس کے اسرار مطالعہ کرو تو آپ کو نئی ترقی تہذیب کے نئے سنہ کا پتہ لگ جائیگا۔

شراب نوشی قوم کوئی عیسائیوں سے بڑھ کر ہے ہی نہیں۔ اور شراب وہ ام الخبائث ہے جو تمام گناہوں۔ شرارتوں گندگیوں اور ناپاکیوں کی جڑ ہے تمام عقلمند اس کی خباثت اور برائی پر متفق ہیں جو مذہب مسیحی کے رو سے مشروع اور جائز ہے۔ بلکہ مسیح ؑ نے معجزہ کے طور پر سب سے پہلے شراب ہی بنائی۔ پولوس ہاضمہ کی کمزوری کے لئے اجازت دیتا ہے۔ بلکہ عشاء ربانی میں شراب اس رسم مقدس کی ایک جزو اعظم ہے۔ پس جن لوگوں میں شراب جیسی ام الخبائث چیز جائز ہے۔ وہ کسی قوم کو بد تہذیبی کا الزام نہیں لگا سکتے۔ ان کو تو مارے شرم کے آپ چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر جانا چاہیئے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ تکمیل شریعت کے لئے کثرت ازدواجی کا جائز ہونا تو ضروری تھا تاکہ خلق کو گناہ ہو کے لئے کوئی عذر نہ رہے۔ اور بہر حال زنا کرنے سے دوسرا نکاح کر لینا بہتر ہے اور چونکہ کثرت الازدواجی انبیاء کا فعل ہے اسلئے بجز احمق کے کسی شخص کو اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں۔ شرعی نکاح ایک آدھ کر لینا اس میں کیا برائی اور کیا عیاشی ہو سکتی ہے مگر شراب خواری تو ایسا ناپاکی اور بد تہذیبی کا کام ہے کہ شراب خواری سے بڑھکر کوئی عیاشی نہیں۔ کثرۃ الازدواجی کی مذمت میں النساء

کتنا ہی مبالغہ کرے۔ مگر بہر حال شراب خواری سے اسکا درجہ کم ہی رہیگا مشروب تو انسان کو انسانیت سے خارج کر دیتا ہے۔ دو تین پاکدامن عورتیں ضرورت کے موافق بشرط عدل انسان کرلے تو اسمیں کیا قباحت کیا عیاشی ہو سکتی ہے مگر شرابخواری تو انسان کو دین و دنیا کے کام کا نہیں چھوڑتی اور زنا اور عیاشی کی طرف مایل کرکے انسان کو خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بنا دیتی ہے ہزارہا خاندانوں کو شراب نے تباہ کیا۔ جرایم کی تعداد بڑھا کر سلطنتیں خاک میں ملا دیں چنانچہ یورپ میں بھی شراب کی قباحتوں پر دھواں دھار لیکچر دیئے جا رہے ہیں جو اسلام میں پہلے ہی سے پرلے درجہ کی ناجایز ممنوع اور اسکی صورت تک دیکھنا حرام ہے اب آپ ہی انصاف کریں کہ پرہیزگاری کا درجہ اسلام میں زیادہ ہے۔ یا عیسائیت میں عیسائی تہذیب کے موافق تو زنا کی سزا ہی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح نے بھی اس زانیہ عورت کو سزا نہیں دی تھی جسکا انجیل یوحنا کے ۸ باب میں ذکر ہے۔ پس جس مذہب میں شرابخواری عام رایج اور جایز ہے۔ زنا کی کوئی سزا مقرر نہیں۔ مفت میں نجات ہے۔ تقوے و طہارت کی ضرورت نہیں۔ اس مذہب سے بڑھکر اور کس مذہب میں عیاشی زیادہ ہوگی۔

عیسائیوں میں طلاق

کثیر الازدواجی کی عیسائی مذہب میں ممانعت نہ ہونے کا ذکر تو اوپر ہو چکا۔ اور ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کی ساری شیخی کرکری ہو چکی۔ اب طلاق کی نسبت بحث کرتے ہیں۔ کہ آیا جیسا کہ ڈاکٹر صاحب لکھ رہے ہیں۔ سچ مچ عیسائی مذہب میں طلاق نہیں ہے یا بعض حالتوں میں عیسائی مذہب میں بھی طلاق ہو سکتی ہے۔ سو یہانتک غور کی گئی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ عیسائی مذہب میں طلاق نہیں ہے افسوس ہے کہ ایسا فاحش جھوٹ بولتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کو شرم نہیں آئی۔ اور بلاشبہ آپ نے اگلا حصہ بیان مسیح کا جو طلاق کے متعلق تھا قصداً چھوڑ دیا ہے۔ مسیح نے تو زنا کی حالت میں عورت کو طلاق دینے کی اجازت دیدی ہے۔ پس اگر عورت مرد کا تعلق ایسا ہی غیر منفک ہو۔ جیسا کہ

آپ بیان کرتے ہیں کہ شروع میں ایک ہی مرد تھا اور ایک ہی عورت اور اُنکی مصنوعی جدائی کی جس کو طلاق سے تعبیر کرتے ہیں کوئی رعایت فطرت نہیں کہتی تو یہ طلاق کا حکم انجیل میں کیسا نکل آیا۔ اسکے ایک عورت الجھن میں ہے اور [illegible] بہتر ہے کہ فطرت نے [illegible] خیال رکھا ہے اگر یہ تعلق غیر منفک تھا تو کبھی اور کسی حالت میں بھی طلاق جائز نہ ہوتا لیکن اگر ایک مخصوص حالت (یعنی زنا) کے وقت میں یہ تعلق ٹوٹ سکتا ہے تو بحال [illegible] اتفاقی کی وجہ جبکہ مرد و زن میں اتحاد کی کوئی صورت نہیں رہتی اور ایک دوسرے کی ہلاکت کے خواہاں ہیں تو پھر یہ تعلق کیوں نہیں ٹوٹ سکتا کیا ایسی ضد اور تنگی کی حالت میں طلاق مستحسن ہے یا یہ کہ عورت کہیں اور مرد کہیں پر طلاق ہو نہیں سکتی۔ اب مرد و عورت دونوں کو سوائے زنا کی طرف جھکنے کے اور کوئی چارہ نہیں کیونکہ تقاضائے طبعی کو تو کوئی روک نہیں سکتا سوائے بدکاری اور زنا کے فطرت کا تقاضا اور کس طرح پورا ہو سکتا ہے پس ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ یہ حکم کس قدر ناقص اور عاقبت اندیشی سے [illegible] ہے کہ اس نے زنا کی حالت میں تو طلاق کا حکم دیدیا ہے جو شاید [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اور [illegible] [illegible] [illegible] پاپ [illegible] [illegible] نجات صرف ایمان سے نہ اعمال سے [illegible] بات کی [illegible] کہ جب ہی آپ تو زنا کرتے رہیں اور انہیں کوئی نہ پوچھے مگر جب عورت کا [illegible] تو اُسے طلاق دیدیا کریں۔ یہ بھی ایک ہوئی آ تو جس مرد کو عورت ناپسند [illegible] ہوا وہ عورت کو خود زنا کا موقعہ دیا کرے گا تاکہ کسی طرح یہ بلا گلے سے اُترے [illegible] اس بات کی [illegible] کہ انجیل نے مرد کے لئے تو [illegible] زنا [illegible] کہ اگر عورت زانیہ ہو تو مرد طلاق دیدے لیکن عورت کے لئے اس بات کا

کوئی خیال نہ کیا کہ اگر اسکا مرد زانی اور ہرجائی ہو تو وہ بھی مرد سے تو اپنا قطع تعلق کر کے اسکی طلاق لے لے۔ کیا یہہ صریح بے انصافی اور ظلم نہیں ہے۔ پھر آپکا یہہ کہنا کہ نص عقل کے برخلاف اور صریح جھوٹ ہے کہ فطرت نے کسی ایک کی رعایت نہیں کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے لکھنے کے وقت آپ عشاء ربانی کھا رہے ہیں۔ یا ہاضمہ کی کمزوری کے لئے تھوڑی سی پی رہے ہیں جو صریحاً انجیل کے بھی برخلاف اناپ شناپ ہانک رہے ہیں۔ پھر آپ یہہ تو بتلائیے کہ مرد اپنی جورو کا زنا کس طرح ثابت کرے۔ ایک مرد ہے۔ جس نے اپنی عورت کو ایک مرد کے ساتھ یہہ ناگفتنی فعل کرتے ہوئے پکڑا۔ اور دوسرا اسوقت کوئی گواہ شاہد نہیں۔ اب آپ بتلائیے کہ آپکی تعلیم میں وہ مرد عورت سے سلوک کیا کرے۔ قانوناً تو اسکو چھوڑ نہیں سکتا۔ کیونکہ زنا کا ثبوت اور شہادت نہیں یوں چھوڑ دے۔ تو عورت پہلے زنا کا قانونی ثبوت مانگے گی۔ سو آپ فرمائیں کہ اس حالت میں وہ اسی زانیہ عورت ہی کے ساتھ صحبت کرتا رہیگا۔ یا نہیں۔ بس تمہارے یسوع کا یہہ نص حکم یہاں بھی کسی کام نہ آیا۔

اگر آپ یہہ کہیں کہ وہ اُس عورت کو بلا ثبوت و شہادت چھوڑ دے تو پھر تمام عیسائیوں کے لئے بڑی گنجایش ہو جائیگی۔ جس عورت کو چھوڑنا چاہا جھٹ زنا کا الزام و اتہام لگا دیا اور چھوڑ دیا اس بات سے روکنے والا اُن کے لئے کون آدمی ہو سکتا ہے اگر آپ یہہ جواب دیں کہ کوئی شخص مسیح کا سچا پیرو کہلا کر اپنی عورت کی نسبت جھوٹا الزام نہیں لگا سکتا۔ تو یہہ محض طفل تسلی ہے۔ جبکہ ہر ایک عیسائی کا یہہ خیال ہے کہ نجات کے لئے تقوے اور طہارت اور اعمال حسنہ وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں اور صرف مسیح پر ایمان لانے سے سارے گناہ معاف ہو چکے ہیں اب کوئی گناہ ضرر نہیں کر سکتا۔ پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہی ہے ناپاکوں کو (یعنی غیر عیسائیوں کے لئے) کوئی شے پاک نہیں۔ تو ہر ایک عیسائی کیوں نہ جھوٹے الزام عورتوں کو لگا لگا کر نکالتا جاویگا اور نئی عورات سے فرحت اُڑاتا جاویگا۔ اسکا جواب ضرور لکھیں۔ یا تو اس بات کے قائل ہوں کہ عیسائیوں کے گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ یا یہہ کہ ایسی حالت میں سزا ہوگی تو مسیح کی جان مفت میں گئی۔ دونوں حالتوں میں ایک سے چارہ نہیں ◆

پھر میں کہتا ہوں کہ آپ صاحبوں کا خدا یا ابن خدا بھی عجیب ستار العیوب ہے جو طلاق کو صرف زنا ہی کے وقوع پر منحصر رکھتا ہے اگر کمال نشوز و اعراض کی حالت میں بھی طلاق کی اجازت ہوتی تو کوئی شخص نہ سمجھ سکتا کہ زنا سے طلاق ہوئی ہے یا اور کسی وجہ سے۔ اور تمہاری عورات کا پردہ ڈھکا رہتا۔ اب کہ عورات کی طلاق صرف زنا پر منحصر ہے۔ مطلقہ عورت کی نسبت زنا کا اعتراف اور اُسے زانیہ کرکے پکارنا ہے مقدم ہے۔ واہ ستار العیوب خدا ہو تو ایسا ہی ہو اور احکام ہوں تو ایسی ہی ہوں۔ انہی احکام پر ڈاکٹر صاحب فخر کر رہے ہیں کہ دنیا میں سوا اُسکے عیسائیوں کے مذہب نہیں جس میں کثرت ازدواجی و طلاق منع ہو بیچارے عیسائی مذہب نے تو نہ کثرت ازدواجی کو روکا ہے نہ طلاق کو۔ آپ کیوں تعلی کی لیتے ہیں اور خواہ مخواہ ڈینگ ہانکتے ہیں یہ آپکا سارا فخر بیجا ہے۔ بلکہ گوز شتر کا مصداق ہے بخل کی نص تو میں بیان کر دی۔ اب آگے ماننا نہ ماننا آپ کا اختیار ہے۔

صرف زنا ہی کی حالت میں جواز طلاق اور کمال نشوز و اعراض کی حالت میں طلاق کے عدم جواز نے عیسائیوں کو اسقدر دقت میں ڈال رکھا ہے کہ انہوں نے خود نشوز و اعراض کی حالت میں طلاق کے جواز و استحسان پر بڑے بڑے مضامین لکھے ہیں۔ اور طلاق کے متعلق بڑے بڑے قوانین درج کئے ہیں۔ چنانچہ **ڈاکٹر ہملٹن صاحب** زنا کی حالت میں طلاق کے جائز ہونے اور نشوز و اعراض کی حالت میں ناجائز ہونے کی نسبت جو ریمارک کرتے ہیں۔ وہ اس بارہ میں بالکل اسلامی مسئلہ کی طرف جھکے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عورت اذیت اور مصیبت کا باعث ہو۔ تو ہرگز خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ خدا ایسی عورت کے طلاق دینے سے ناخوش ہوگا۔ یہ دل کی سختی کو اس شخص سے منسوب کرتا ہوں جو اس عورت کو اپنے پاس رہنے دے نہ اس شخص سے جو اسکو ایسی صورتوں میں اپنے گھر سے نکال دے۔ ناموافقت سے عورت کو رکھنا ایسی سختی ہے جس میں طلاق سے زیادہ بے رحمی ہے۔ طلاق ایک مصیبت ہے جو ایک بدتر مصیبت کے عوض اختیار کی جاتی ہے تمام معاہدے بد عہدی سے ٹوٹ جاتے ہیں پھر اسپر کونسی معقول دلیل ہے کہ نکاح کا معاہدہ ٹوٹ نہیں سکتا اور نہ یہ ہے کہ نکاح کی نوعیت تمام معاہدوں سے مختلف ہے عیسیٰ نے زنا کی شرط

سے طلاق کی اجازت دی۔ مگر آخر اجازت تو دیدی۔ نکاح ملاپ کے لئے ہوا نہ اس سبب کہ ہم دائمی تردد اور نزاع کے باعث سے پریشان رہیں۔

تعدد ازدواج اور اسکی نسبت اسلامی حکم

اس دنیا میں تو صرف یہ کہ دنیا کی تمام قوموں اور تمام مذہبوں میں کم و بیش رسم تعدد ازدواج جاری رہی ہے قدیم اہل یونان میں بھی یہ رسم جاری تھی۔ اہل روم میں بھی تعدد ازدواج کی ممانعت نہ تھی۔ افلاطون نے بھی تعدد ازدواج کی حمایت بڑی کد سے لکھی ہے۔ ہندوؤں میں منو کے دھرم شاستر کی ۹ باب ۱۴۹ اشلوک کی بموجب برہمن کو چار جوروں تک کرنے کی اجازت ہے۔ بہت سے علماء مسیحیوں نے خود تعدد ازدواج کی جواز و حمایت میں کتابیں لکھی ہیں اور پوپ نے بھی جیسے جرمنی پادریوں نے جب پوپ گریگری سے مسئلہ پوچھا کہ آدمی کو کس حالت میں دو عورتیں کرنی جائز ہیں تو اس نے یہ جواب دیا کہ اگر جورو کو ایسی بیماری ہو کہ خاوند اس سے مباشرت نہ کر سکے تو اس صورت میں خاوند کو دوسرا نکاح کرنا درست ہے لیکن اس شرط پر کہ بیمار جورو کی ہر طرح خبرگیری کرتا رہے۔ جان ملٹن نے انجیل سے ثابت کیا کہ تعدد ازدواج انجیل کے رو سے منع نہیں۔ چنانچہ وہ ایک مسئلہ لکھتا ہے کہ حزقیل ۲۳ باب میں خدا تعالی نے اپنے تئیں ایک تمثیلی حکایت میں ایک مرد بتایا ہے جس نے اہولا و اہولیبا بیبیوں سے نکاح کیا۔ اگر یہ رسم بری ہوتی تو خدا تعالی استعارہ میں بھی کبھی اس رسم کو اختیار نہ کرتا۔ جس رسم کی انجیل میں ممانعت نہ ہو وہ ہم اسکو کس دلیل سے برا اور ذلیل کہیں۔

انجیل میں پادریوں کو ایک بیوی کرنے کی صلاح دیگئی ہو پر کہیں کثرت ازدواج کی ممانعت نہیں۔ پادری فنکس صاحب مشنری لکھنؤ اپنی کتاب اسلام سمجھو صفحہ ۶۷ و ۷۰ میں فرماتے ہیں کہ تعدد ازدواج کی مقدمہ میں ہم بے تردد تسلیم کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں بھی اس دستور نے رواج پایا تھا اور خدا نے بھی اسپر سکوت نہیں کیا بلکہ اکثروں کو برکت کا وعدہ کیا جو اسپر چلتے تھے۔ یعنی کثرت ازدواجی کے دستور پر۔ گاڈفری ہگنس صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۵۷ میں فرماتے ہیں کہ بادشاہ روم اور دوسرے بادشاہوں نے بہت سی بیبیاں کی ہیں جو کہ حرم ان سے جدا ہیں حالانکہ یہ بادشاہ اور باتوں میں نہایت پابند شرع تھے۔ اور یہ سب بلا پاس شرع تصور کی گئی تھیں اور پاؤ سینٹ فوجی کی بیعت ہوا کہ ان پادریوں کو اجازت چار بیویوں تک تھی ازالۃ اسیر الاسلام صفحہ ۲۱۹ استثناء ۲۱ باب ۱۵ میں دو جوروں کے ایک ساتھ ہونے کے احکام موجود۔ ۳ احبار ۱۸ باب ۱۸ میں دو حقیقی بہنوں کے ایک ساتھ جورو بنانے کی ممانعت موجود ہے جس سے ظاہر ہے کہ سوائے دو حقیقی بہنوں کے دوسری

عورتیں ایک ساتھ نکاح میں آ سکتی ہیں

یہ حضرت ابراہیم جیسے مقدس اور پاک نبی سے تین جورواں کیں یعنی سارہ - ہاجرہ - اور قطورہ حضرت موسیٰؑ کی دو جورواں تھیں حضرت یعقوب کی چار جورواں تھیں حضرت سموئیل کے باپ کی دو جوروآں تھیں (سموئیل ۱ باب) اور یہی حال اسحاق اور تمام بنی اسرائیل کا ہے حضرت داؤد نے ننوا جورواں کیں اور ان کے اس فعل پر اللہ تعالیٰ نے انہیں کبھی الزام نہیں لگایا (اول سلاطین ۱۵ باب ۵) حضرت سلیمان کی ۷۰۰ جورواں اور ۳۰۰ حرمیں تھیں (۱ سلاطین ۱۱ باب) حضرت سلیمان کے بیٹے رحبعام کی ۱۸ جورواں اور ۶۰ حرمیں تھیں (۲ تواریخ ۱۱ باب) - حضرت سلیمان کے پوتے ابیاہ کی ۱۴ جورواں تھیں (تواریخ ۱۳۱۱ باب) حضرت جدعون کی بھی بہت سی عورتیں تھیں (قاضی باب ۸) اور عیسو برادر یعقوبؑ کی بھی دو جورواں تھیں اور عیسائیوں میں ایک فرقہ مورمن نامی ہے ان میں ہر عیسائی کو ۳۰ عورتیں رکھنے کی اجازت ہے اور مارٹین لوتھر نے فلپ نامی ایک رئیس کو دو جورواں رکھنے کی اجازت دی تھی - اور بعض جگہ ایلیٹی لوتھر صاحب فرماتے ہیں کہ انسان دس یا زیادہ جورواں تک رکھ سکتا ہے (مراۃ الصدق صفحہ ۹۴) -

پس جب کثرت ازدواج کا آغاز دنیا سے یہ حال رہا اور انجیل میں بھی اس کی ممانعت نہ ہوئی اور تمام قوموں میں بھی مسلم ہے - تو اب اس رسم مبارک پر وہی شخص اعتراض کر سکتا ہے جو دین و ایمان سے فارغ اور انبیاء الٰہی کی سنت سے بیزار ہے پس شاید صاحب نے جو رسم کثرت ازدواج کو سنت نبی لکھا ہے (امہات صفحہ ۱۰) سنت نبی نہیں بلکہ سنت انبیاء لکھنا چاہیے تھا جبکہ ایسے ایسے مقدس اور خدا کے مقرب رسول اس مبارک رسم پر عمل کرتے رہے تو اسکو مقدس اور مبارک سمجھنے میں وہی شخص تامل کر سکتا ہے جس میں ایمان و انصاف کی ذرا بھی بو نہیں -

پس کثرت ازدواج کی رسم تو تمام مذاہب تمام اقوام میں مروج رہی اور مروج ہے مگر سوائے اسلام کے اس رسم کو احسن طریق پر اپنے مذہب میں کسی نے بھی شامل نہیں کیا - نہ اس رسم قدیم میں کسی نے اصلاح و تجدید کی - یہ اسلام ہی کا حصہ تھا کہ اس نے اس رسم میں نہایت عمدہ اور شائستہ اصلاح کی جس سے بڑھکر ممکن نہیں - یعنی اسلام نے پہلے تو اس رسم کو گھٹا کر چار عورات پر محدود کر دیا یعنی اشد ضرورت کی حالت میں بھی چار سے زیادہ عورات کا رکھنا حرام اور ناجائز قرار دیا اور پھر چار عورتوں میں بھی عدل و انصاف کی ایسی پابندی

لگائی کہ سوائے اشد ترین ضرورت کے کوئی شخص اس رسم پر عمل کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اللہ تعالے نے قرآن شریف میں حکم دیا ہے۔ کہ تم کو دو یا تین یا چار عورات تک کرنا جائز ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ تم پر فرض و واجب ہے کہ ضرور دو یا تین یا چار ہی کرو۔ ایک امر کا جائز ہونا امر دیگر اور مصلحت و مقتضائے وقت کے موافق اسپر عمل کرنا امر دیگر ہے۔

اگر بصورت عدم ضرورت قیامت تک کوئی شخص اس رسم پر عمل نہ کرے تو گنہگار نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ امر اباحتی ہے نہ وجوبی بلکہ دنیا میں زیادہ تر مصروف ہونے کے ڈر کی وجہ سے اگر کوئی شخص صرف ایک ہی کرے۔ یا ایک بھی نہ کرے تو اسلام اسپر کوئی جبر نہیں کرتا۔ نہ گناہ عائد کرتا ہے۔

ہاں جس شخص کو گناہ میں پھنسنے کا اندیشہ ہو اس کے لئے ایک اور بہ شرط ضرورت ایک سے زیادہ نکاح کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ لیکن جس شخص کو گناہ میں پھنسنے کا اندیشہ نہیں وہ اگر ایک جورو بھی نہ کرے۔ تو اسپر کوئی تشدد یا جبر نہیں۔

یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے اور کبھی نہ بھولنا چاہئے کہ تکمیل شریعت کے لئے ایک سے زیادہ عورات کی اباحت بیان کرنی امر دیگر ہے۔ مگر اُس پر عمل کرنے کے لئے تحریک کرنا امر دیگر۔ بلا شبہ قرآن شریف میں حسب ضرورت چار تک ازواج کرنے کی اباحت ضرورت ہے مگر کہیں بھی حکم نہیں کہ ضرور ایک سے زیادہ بیویاں ہی کرے۔ پس اگر اہل اسلام بصورت عدم ضرورت ایک ہی جورو پر ہمیشہ کے لئے کفایت کریں تو ان پر کوئی جبر نہیں ہے۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہے۔ کہ اگر کسی عیسائی وغیرہ کو (جو کثرت ازواج کو حرام سمجھتا ہو) کسی ضرورت اولاد وغیرہ کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا پڑے تو اسکے لئے اُسکی شریعت میں کوئی علاج نہیں۔ مگر اسلام میں اسکا علاج موجود ہے۔ دنیا میں سینکڑوں چیزیں حلال اور مشروع ہیں مگر اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ ان سب چیزوں کو ضرور ہی استعمال میں لائے۔ ایسا ہی بشرط ضرورت و اقتضائے حالت تعدد ازدواج کی اجازت اسلام میں ضرور ہے مگر ضروری احکام میں سے ہرگز نہیں ہے۔

اوپر جس قدر تعدد ازدواج کے متعلق ثبوت دیا گیا ہے اُس سے ظاہر ہے کہ یہ رسم اسلام سے پہلے ہی دنیا میں بڑے زور کے ساتھ بلا بے اعتدالیوں کے ساتھ جاری تھی۔ اسلام نے اس رسم کو جاری نہیں کیا۔ بلکہ اسلام نے جو کچھ اس بارہ میں کیا وہ یہ کیا کہ ہر قسم کی رخنہ بندیاں کیں۔ پہلے رسم تعدد ازدواج کو محدود کیا۔ اور محدود کرنے کے بعد عدل[1] کی شرط ایسی لگائی کہ بمشکل کوئی شخص نکاح ثانی کی جرأت کر سکتا ہے اور بجز خاص خاص ضرورتوں کے اس رسم کو خوشی سے کوئی کم اختیار کر سکتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ اس بارہ میں جو تعلیم دنیا کو قرآن نے احسان کیا ہے [illegible] اسکا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ انصاف [illegible] کا بھاری بوجھ گردن پر [illegible] ایک ہی بیوی کا حکم دیا۔ لیکن چونکہ قانون قدرت یہ بھی پڑا ہے کہ بعض اوقات انسان کو اولاد کی خواہش اور بیوی کے عقیمہ ہونے کے سبب سے یا بیوی کے دائمی بیمار ہونے کی وجہ سے یا بیوی کے ایسی بیماری کے عارضہ کی وجہ سے جس سے مباشرت ہرگز ممکن نہیں جیسے بعض صورتیں خروج رحم کی جن سے پیدا ہونے کے ساتھ ہی حرکت کی [illegible] اور کبھی کبھی دس دس سال [illegible] رہتی ہیں اور [illegible] کی وجہ سے یا اُس کے جلد جلد حمل دار ہونے کی وجہ سے یا ایک مرد کے نہایت قوی الشہوت ہونے کی وجہ سے تاکہ وہ عفت و عصمت کو تھام سکے۔ غرض دوسری بیوی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے اس قدر تعدد کے جواز کے لئے حکم دیدیا۔ اور ساتھ ہی عدل کی شرط لگا دی۔ سو یہ انسان کی حالت پر رحم ہے تا وہ فطرتی ضرورتوں سے پیش آمدہ [illegible] الٰہی حکمت کے مدارک سے محروم نہ رہے۔ پس ہم ثبوت دے کے کہتے ہیں کہ قرآن نے [illegible] سے تعدد ازدواج کو بڑھایا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو گھٹایا اور گھٹا کر ایک راہ اعتدال پر لایا

---

[1] کئی صحابہ جن کی ازواج ایک سے زیادہ تھیں۔ اُن کے عدل کا یہ حال تھا۔ ایک صحابی کی نسبت روایت ہے کہ ایک وبا میں اتفاقاً اسکی دونو جوروئیں ایک ساتھ فوت ہو گئیں تو اسکو یہ جرأت نہ ہو سکی کہ پہلے کسکو دفن کرے۔ آخر قرعہ ڈالکر جس کا نام پہلے نکلا۔ اسکو پہلے دفن کیا۔

چنانچہ جان ڈیون پورٹ صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۵۸ میں لکھتے ہیں کہ اہل عرب میں ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کا قدیم سے رواج چلا آتا تھا اسکے احکام میں یعنی آنحضرت صلعم کی تعلیم نے کثرت نکاح کی طریق جو اہل مشرق میں بہت مروج پایا گیا تھا کم کر دیا [illegible] وہ لوگ علاوہ کثرت ازدواج کے اپنی منکوحہ عورتوں کو بھی خراب [illegible] مگر نبی کی تعلیم [illegible] وہ باتیں بالکل معدوم ہو گئیں کوئی آدمی ایسا نہیں [illegible] قرآن شریف کو پڑھے [illegible] اسکی [illegible] کا اثر [illegible] ممکن ہے کہ ایک شخص باقی [illegible] [illegible] ایک [illegible] کا [illegible] [illegible] اس [illegible] [illegible] [illegible] باعث ہوئی [illegible] [illegible] آتی تھی اور [illegible]

[illegible] میں لکھتے ہیں کہ [illegible]

[illegible]

[illegible] ہندوں کی [illegible] رسم [illegible] حسب [illegible] کے بعد [illegible] فائدہ [illegible] بھیجا [illegible] اور رسول [illegible] ظاہر [illegible] احتیاط کے ساتھ [illegible] کنارہ کش رہتے [illegible] یہ [illegible] ہوئی کہ [illegible] اور نجیب [illegible] کے تخت [illegible] ہوا اور [illegible] آدمی [illegible] میں دس سے کم [illegible] اکٹھا ہو کر [illegible] ایک عورت [illegible] اور [illegible] آنحضرت صلعم [illegible] اس سب [illegible]

اور ہر ایک افراط کو دُور کر دیا گیا اور تشریح کر دی گئی کہ کن عورتوں کو نکاح کرنا چاہئیے۔ اور کس حد تک اور وہ حدود مقرر کئے گئے جو عقل اور اخلاق کے برخلاف نہیں اور جب ہم عرب جاہلیت کی کثرت ازدواج اور اس طرز سلوک کا خیال کرتے ہیں۔ جو وہ اپنی عورتوں کے ساتھ کرتے تھے اور پھر اس حالت پر غور کرتے ہیں۔ جو اسلام کے طفیل سے اُنکو حاصل ہوئی۔ تو ہمارا دل ایک فخر آمیز تعجب سے بھر جاتا ہے اور یقین ہو جاتا ہے۔ کہ انسان کے دل پر اس قسم کا تصرف، کہ جس نے ان شہوت پرستوں کی حالتوں کو بالکل پھیر دیا۔ بے شبہ وہ ربانی تصرف تھا۔ اور ایزک ٹیلر صاحب نے افریقہ میں مذہب اسلام کی نسبت بحث کرتے ہوئے قصبہ ولورہمپٹن کے چرچ کانگریس کے اوپر اپنی رائے حسب ذیل بیان کی۔

تعدد ازدواج ایک بڑا دقیق مسئلہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو نہیں روکا۔ اور داؤد جس کا دل خدا کا سا تھا اسکو عمل میں لایا۔ اور انجیل میں صاف طور سے ممنوع نہیں ہے۔ محمد صلعم نے تعداد ازدواج کی بے حد اجازت کو محدود کر دیا۔ تعدد ازدواج کے سبب مسلمانوں میں بدکاری کم ہے۔ ہمکو خبردار ہونا چاہئیے کہ شاید ایک برائی کو بے وقت دور کرنے میں ہم اسکی جگہ ایک اس سے زیادہ بڑی برائی قایم کر دیں۔

مسٹر کارلایل جو اس زمانہ کی دنیا میں ایک نہایت مشہور شخص ہے۔ اپنی کتاب ہیروز اینڈ ہیروورشپ کے لیکچر دوم میں لکھتے ہیں۔ کہ اسلام کی میل الی الشہوات کی نسبت بہت تقریریں اور تحریریں ہوئی ہیں اور یہ اعتراضات انصاف کی حد سے بڑھکر ہیں وہ حالتیں جو ہمکو قبیح معلوم ہوتی ہیں اور جس کی پروانگی نبی عربی نے دی وہ خاص ان کی ایجاد نہ تھیں۔ انہوں نے ان باتوں کو عرب میں قدیم سے مروّج اور غیر معیوب پایا۔ مگر اُنہوں نے جو کچھ کیا وہ یہ کیا۔ کہ اُن کو روک دیا۔ نہ صرف ایک ہی طرح سے۔ بلکہ کئی پہلو سے۔

مسٹر جان ڈیونپورٹ صاحب مانٹیگو کی رائے یوں نقل کرتے ہیں کہ گرم ملکوں میں عورتیں ۸ یا ۹ سال کی عمر میں نکاح کرنے کے لایق ہو جاتی ہیں پس ان ملکوں میں بچپن اور نکاح کے لایق جوانی گویا ساتھ ہی ساتھ ہوتی ہے۔ ۲۰ برس کی عمر میں بڑھیا ہو جاتی ہیں

پس اس لئے یہ ایک قدرتی بات ہے۔ کہ ان ملکوں میں جب کہ کوئی قانون مانع نہ ہو تو انسان ایک جورو کو طلاق دیکر دوسری کرے اور تعداد ازدواج کا قاعدہ جاری کیا جائے۔

مسٹر ہگنس صاحب لکھتے ہیں کہ مبصر قوائے انسانی اور علم طبعیات کے ماہرین نے بعض وجوہات ایسی دریافت کی ہیں جو تعدد ازدواج کے واسطے بطور ایک عذر کے متصور ہو سکتی ہے اور گو ہم شمالی ملکوں کے سرد خون والے بلڈنگ کے سرد مزاج کے جاندار ہیں ہم ان سے متعلق نہیں ہو سکتے۔ مگر بنی اسماعیل سے جو گرم ریگستان کے رہنے والے ہیں متعلق ہو سکتی ہیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ سر ڈبلیو اوسلی صاحب کے مجموعہ منتخب حالات ایشیا صفحہ ۱۰۸ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایشیا کے گرم ملکوں کی تاثیر سے دو گروہ یعنی مرد و عورت میں ایک ایسا اختلاف ہوتا ہے جو یورپ کی آب و ہوا میں نہیں جہاں دونوں برابر اور بتدریج عالم ضعیفی کو پہنچتے ہیں مگر ایشیا میں صرف مرد ہی کو یہ بات حاصل ہوئی کہ ضعیفی میں بھی قوی اور طاقتور ہوتے ہیں اگر یہ بات سچ ہے تو بانی اسلام کے لئے اسبات کی کہ انہوں نے تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے ایک بڑی وجہ یہی ہے الغرض عقلی طور پر تعدد ازدواج کا ثبوت یہ ہے کہ:۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے مرد میں قوت بہ نسبت عورت کے زیادہ رکھی ہے فطرتی امر اس بات کو مقتضی ہے کہ مرد کو ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی جائے۔

(۲) مرد و عورت کے باہمی تعلق سے اصل غرض بقائے نسل ہے اور بقائے نسل کا یہ حال ہے کہ مرد جتنی جوروان کرے اتنی ہی زیادہ اولاد بھی ہو سکتی ہے اور عورت دس شوہر کرکے بھی ایک بچہ سے زیادہ جن نہیں سکتی۔ پس عورت کو مرد سے کسی حالت میں مساوات نہیں اور یہاں سے حکمت الٰہی اسکی مقتضی معلوم ہوتی ہے کہ مرد کو اس نے کئی جوروؤں کے واسطے اور عورت کو ایک ہی جورو کے واسطے پیدا کیا ہے۔

(۳) عورت جننے کیواسطے ہے نہ جنوانے کے واسطے اور مرد جنوانے کے واسطے ہے نہ جننے کے واسطے۔ پس عورت بہت سے شوہر کرنے کے واسطے نہیں۔ بلکہ بہت سی اولاد جنن

کے واسطے ہے۔ اور مرد بچہ جننے کے واسطے نہیں۔ بلکہ جوروؤں کرنے کے لئے ہے۔

(۴) خدا نے اپنی مخلوق سے کوئی دو چیزیں مساوی پیدا نہیں کیں دیکھو اجرام سماوی۔ اشجار انہار وغیرہ ہر شے کو۔ پس اسی قیاس کے بموجب ضرور ہے۔ کہ مرد اور عورت کی حالت میں بھی تفاوت ہو یعنی یا مرد عورت سے افضل ہو۔ یا عورت مرد سے افضل ہو اور چونکہ مرد کی فضیلت ہر حال میں اور ہر آسمانی کتاب سے ثابت ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ مرد بہت خدمت کرنے والوں کا مستحق ہو۔ نہ اس کے خلاف عورت۔

(۵) انجیل میں ہے کہ کوئی آدمی دو خداوندوں کی خدمت نہیں کر سکتا (متی ۶ باب ۲۴) مگر ایک خاوند بہت سے خادموں سے خدمت لے سکتا ہے۔ پس عورتیں زیادہ مردوں کے مناسب حال ہیں نہ برعکس اس کے۔

اب کثرت ازدواج کے ترک ہونے کے نقصانات سے بھی واقف ہونا چاہئے جس کو پڑھکر ڈاکٹر شایق صاحب امید ہے کہ کسی قدر شرمندہ ہوں گے۔ انگلستان میں اس رسم کی ترک کرنے کی سبب بیشمار عورتیں غیر منکوحہ ہیں۔ گناہ عظیم یعنی زنا اور اس کے چھپانے کے لئے قتل اطفال ولد الزنا میں کثرت سے مبتلا ہو رہی ہیں۔ چنانچہ ایرش ٹائمز مورخہ ۳۱ اگست ۱۸۷۱ء ڈبلن سے معلوم ہوا کہ انگلینڈ خاص میں بحساب ۴۰ ہزار سالانہ بچے بے گناہ قتل ہوتے ہیں کیونکہ دس برس میں تیس ہزار معصوم قتل ہوئے۔ تکئے چھوٹی چھوٹی قبروں سے بھرے ہیں۔ مگر تین ہزار ان میں سے بے کفن دفن ہو چکے ہیں۔ بعضے گرجا گھروں میں۔ بعض اصطبلوں میں۔ بعض مکان کی چھتوں پر۔ بعض خالی قبرستان میں۔ بعض کاغذات کے صندوقوں میں۔ بعضے نالوں میں گھر کا کوڑا پھینکنے کے مکانوں میں۔ خندقوں میں۔ بعضے نالوں میں۔ مکانوں کی نیو میں ریل گاڑی میں نشستگاہوں کے تلے۔ ریلوے گھر میں جہاں اسباب رکھا جاتا ہے وہاں پوٹلی میں بند ہوئے ہوئے۔ کاغذ میں لپٹے ہوئے امد راہوں اور خندقوں میں ننھی ننھی لاشیں پاخانوں میں ٹکڑے کئے ہوئے تابدانوں میں ملتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ کتنے بے گناہ بچے مقتول ندیوں اور دریاؤں میں

ڈبوئے گئے کہ جنکا نشان بھی نہیں۔ سال گذشتہ میں لنڈن جو پایہ تخت انگلستان کا ہے فقط انکی گلیوں میں ۱۸۴ لاشیں ننھے ننھے بچوں کی پڑی ہوئی ملیں یہاں بہت سی ایسی عورتیں اور بعض مرد بھی ہیں جو دیکھنے میں بھلے آدمی ہیں انکا پیشہ یہہ ہے کہ بچوں کو ماؤں سے لیکر اپنے گھروں میں پالنے کو لاتے ہیں اور بھوک پیاس یا استعمال زہر وغیرہ سے بچوں کو ہلاک کرتے ہیں بعض حاملہ مائیں ایسی ہیں جو کہ ۵۰۰ سے ہزار تک ان قاتلوں کی نذر بخوشی کرتی ہیں .... اگرچہ ہزاروں اسطرح قتل ہوتے ہیں تب بھی وہ نطفہ حرام جو زندہ ہیں تعداد میں بے شمار ہیں یہہ حال جو لکھا گیا۔ فقط انگلنڈ کا تھا اسکاٹلنڈ اور ویلز اور آیرلنڈ اس سے علیحدہ ہیں۔ ورنہ فقط ویلز میں مجھے یاد ہے کہ ایک سال عدد اولاد نکاحی سے ۱/۴ اولاد الحرام ۱/۴ تھے۔ از اودہ اخبار نولکشور نمبر ۶۲ جلد ۱۳ مطبوعہ ۱۷ نومبر ۱۸۷۱ء۔

امید ہے کہ تعدد ازدواج کی عدم اجازت کے نقصان سے اب تو شائق صاحب ضرور واقف ہو گئے ہونگے اور دل میں کچھ شرمائے ہونگے۔ اگرچہ ایسے آدمیوں کو شرم بھی نہیں آتی۔

مقدس پولوس کی ترغیب سے عیسائیوں کے مقدس فادروں اور پادریوں نے جب گسائیوں کی روش اختیار کی تو تالاب صاف کرانے کے وقت ان بزرگ پادریوں کی یہہ کرامت ظاہر ہوئی کہ ان کے موجود رہنے کی وجہ سے چھ ہزار حرامی بچوں کی کھوپریاں اسمیں سے نکلیں جو انہوں نے بغرض اخفاء تہ زنا اس تالاب میں ڈالدی تھیں۔ اور معلوم نہیں کہ بر زمین کتنے ایسے بے گناہ دفن کئے گئے ہونگے یہہ تو سچے واقعات ہیں جنکی تسلیم میں کسیکو تامل نہیں۔ پس اب ڈاکٹر ایمن شکوہ صاحب سے پوچھتے ہیں۔ کہ کیوں صاحب اب بھی آپکو سنت نبوی (نکاح) کی خوبی اور تعدد ازدواج کی فضیلت معلوم ہوئی ہے یا نہیں اور کیا اب بھی کہیں دنیا میں کسیکو منہ دکھاؤ گے۔

یہہ تو ممالک یوروپ میں سے ایک مہذب ملک کی زناکاری کا حال ہے اور شراب نوشی کا یہہ حال ہے کہ ۳۴ کروڑ پونڈ کے قریب ہر سال برطانیہ میں شراب کشی اور شراب نوشی میں خرچ ہوتا ہے۔ اور ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ شراب کی بدولت لنڈن میں صدہا خودکشی کی وارداتیں ہوتی ہیں۔ اور خاص لنڈن میں شاید منجملہ ۳۰ لاکھ آدمی کے ۱۰ ہزار آدمی مے نوش نہ ہونگے۔ ورنہ سب مرد اور عورت خوشی اور آزادی سے شراب پیتے اور پلاتے ہیں۔ اہل لنڈن کا کوئی جلسہ اور کوئی سوسائٹی ایسی نہیں جس میں سب سے پہلے برانڈی اور لال شراب کا انتظام

کہا جاتا ہو۔ لنڈن کے بڑے بڑے کشیش اور پادری صاحبان بھی باوجود دیندار کہلانے کے اول درجہ کے مے نوش ہوتے ہیں (ریویو بابت یکم فروری سنہ ۳۳ء

نامحرم لوگوں کو جوان عورتوں کا بوسہ لینا جائز ہی نہیں بلکہ یورپ کی تہذیب میں ایک امر مستحسن قرار دیا گیا۔ کوئی دعوی سے نہیں کہہ سکتا کہ انگلستان میں کوئی ایسی عورت بھی ہے کہ جس کا عین جوانی کے دنوں میں کسی نامحرم نے بوسہ نہ لیا ہو۔ دنیا پرستی اسقدر ہے کہ - - - الگزینڈر صاحب ایک چٹھی میں لکھتے ہیں کہ تمام مہذب اور تعلیم یافتہ جو اس ملک میں پائے جاتے ہیں۔ انمیں سے ایک شخص میری نظر میں ایسا نہیں جس کی نگاہ آخرت کی طرف لگی ہوئی ہو بلکہ سب دنیا میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

تعدد ازدواج کے لئے عدل کا مشروط ہونا

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالی نے تعدد ازدواج کی اجازت بے شک دی ہے مگر ساتھ یہ بھی کہدیا ہے۔ کہ "فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم یعنی اگر تم کو اسبات کا خوف ہو۔ کہ کئی بی بیوں میں برابری نہ کر سکو گے تو اس صورت میں ایک ہی بی بی پر کفایت کرو۔ یا جو لونڈی تمہارے قبضہ میں ہو اُسپر قناعت کرو۔ تا متعصبانہ برتاؤ سے بچنے کے لئے یہ تدبیر زیادہ تر قرین مصلحت ہے۔ چونکہ پورا پورا عدل اور مساوات کلی محبت اور دلی الفت اور مباشرت وغیرہ میں محالات سے ہے۔ بعض حالتوں میں عورت کو کئی معذوریاں ہوتی ہیں اور بعض اوقات مرد کو کئی مجبوریاں اور عدل حقیقی ناممکنات میں سے ہے۔ اسلئے ضرور تھا کہ اللہ تعالی اُس عدل کی تفصیل کرتا۔ جس میں انسان عقبے میں ماخوذ نہ ہو سکے سو وہ عدل یہی ہے کہ گو دلی اُلفت اور مباشرت میں مساوات نہ رکھ سکے کیونکہ یہ امر اختیار اور فطرت سے باہر اور از قبیل تکلیف مالا یطاق ہے۔ لیکن مواجب اور حقوق۔ اور شب باشی میں سب کے ساتھ مساوات ملحوظ رکھے اور ایک طرف زیادہ مائل اور دوسری طرف سے بے پروا نہ ہو جائے۔ چنانچہ سورہ نسا کی ۱۲۹ آیت میں اللہ تعالی فرماتا ہے ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا

حضور نے فرمایا جو میرے بس میں ہے میں انصاف کرتا ہوں مگر دلی محبت میرے اختیار میں نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص دو بیویوں میں انصاف نہ کریگا تو قیامت کو آدھی دھڑ سے اُٹھے گا۔

فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ یعنی خواہ تم کتنی ہی سعی کرو۔ دلی محبت۔ دلی الفت معاشرت اور ہر ایک امر میں برابری اور عدل حقیقی تو محال ہے۔ لیکن وہ **عدل** جو انسان کی وسعت اور مقدور کی حد کے اندر ہے ہر ایک کو ضرور کرنا چاہیئے اور وہ یہی ہے کہ فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ یعنی انسان ایک ہی بیوی کی طرف نہ جھک پڑے۔ کہ دوسری معلقہ ہو جاوے یعنی نہ بیاہی ہو اور نہ مطلقہ۔ بلکہ دونوں کے ساتھ ایسا سلوک کرے کہ مواجب اور حقوق اور حسن معاشرت اور نسب ہاشمی وغیرہ میں جو اسکے حد اختیار کے اندر ہیں۔ سبکو برابر سمجھے اور اپنی حد مقدور تک ہر ایک کے ساتھ سلوک کرنا یہی **تقوی** کی راہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی تقوی کی نسبت بھی ایک جگہ فرماتا ہے **واتقوا اللہ حق تقاتہ** اسسے اتنا ڈرو جتنا اسکا حق ہے اور پھر تفصیل کر دی۔ کہ **فاتقوا اللہ ما استطعتم** کہ جہانتک تمہاری وسعت ہے وہاں تک ڈرو کہ یہی ڈرنے کا حق ہے بہرحال نسب ہاشمی خرچ اخراجات و مواجب و حقوق میں سبکو مساوی رکھنا جو انسان کی استطاعت کے اندر ہے۔ شرط عدل ہے لیکن دلی الفت و محبت یکساں ہونا۔ یہ انسانی فطرت سے باہر ہے اور اس لئے یہ شرط جو از قسم تکلیف مالا یطاق ہے۔ مقرر ہو نہیں سکتی اور اگر سچ پوچھو تو اسقدر عدل بھی انسان سے سخت مشکل ہے اور بغیر **اشد ضرورت** کے انسان اسقدر تعلقات کا بوجھ اٹھا نہیں سکتا۔ اور اس لئے ان شرائط پر بھی ایک دوسری شادی کرنے کی بمشکل جرأت ہو سکتی ہے سو اس لئے غالب اور اصلی حکم ایک ہی بیوی کرنیکا سمجھنا چاہیئے۔ اور ایک سے زیادہ کا بوجھ وہی اٹھائیگا جو اسقدر مشکلات کا متحمل ہو سکے گا۔ جو ایک آزادمنش انسان کے لئے ایک طوق گردن اور زنجیر پا سے کم نہیں۔

سخت افسوس کی بات ہے کہ **شایق صاحب** لنگ بنا اور اگلی تراییح پر تو مطلق جرح نہیں کر سکے۔ جن میں عدل وغیرہ کی کوئی تردید نہیں تھی۔ جیسا کہ ایک عورت کرکے پھر ساری عمر اسکی خبر لی جاتی اور اسلامی تعدد ازدواج پر جو نہایت انصاف اور عدل پر مبنی ہے۔ خواہ مخواہ یہ جرأت ہے کیا دونوں عورتوں کی بجھسار۔ خبرگیری۔ خرچ اخراجات۔ نسب ہاشمی یہ سب واسطے عجیب تعجب سی بات ہے کہ **شایق صاحب عدل بین النساء** کو کتنی لا ابالی سمجھتے ہیں

ہماری خیال میں تو اسلامی احکام افراط تفریط سے مبرا اور اعتدال پر مبنی ہیں۔ کہ کسی عقلمند و کسی فلاسفر کو حرف رکھنے کی جرأت نہیں ہو سکتی   اور آپ خواہ مخواہ باتیں بنا کر اپنی جہالت آپ طشت ازبام کر رہے ہیں۔

جب ایک عورت کی پوری پوری خبرگیری کرنے میں قصور ہونے لگے تو پھر اللہ تعالی نے صاف سورہ نساء کی آیت ۱۲۹ و ۱۳۰ آیت میں اس عورت کو یا تو بھلے طور پر رکھنے یا ایک لخت چھوڑ دینے کا حکم فرما دیا ہے جس سے نا انصافی یا عورت کو تکلیف دہی کا واہمہ بھی دل میں نہیں ہونا چاہئے۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وان تصلحوا و تتقوا فان اللہ کان غفورا رحیما اور اگر تم آپس میں موافقت رکھو کسی عورت پر زیادتی کرنے سے بچتے رہو تو اللہ تعالی غفور و رحیم ہے۔ ناواقفی کی حالت میں جو زیادتی ہوگی معاف کر دیگا۔ اور اگر میاں بی بی میں اصلاح کی صورت کوئی نہ بن پڑے اور ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ اپنے خزانہ غیب سے دونو کو بے نیاز کر دیگا۔ اللہ تعالی کے ہاں بڑی گنجایش ہے اللہ کی تدبیر بڑی محکم تدبیر ہے۔ اب اس سے بہتر اور حکیمانہ احکام دنیا کی کسی کتاب کسی ہدایت میں نہ پائے گئے۔ آگے جو عمل نہ کرے اسکا قصور ہے نہ کہ حکم دینے والے کا۔ والسلام علی من اتبع الھدی۔

آنحضرت صلعم کی کثرت ازدواجی

مصنف امہات نے اپنی کتاب میں اسبات پر بڑا زور دیا ہے کہ کثرت ازدواجی ایسا شنیع امر ہے کہ آجکل کوئی مسلمان بھی اسکو اچھا نہیں سمجھتے۔ پس جس شخص نے سیہ بنیاد ڈالی اور خود اسپر عمل کیا سو وہ کس طرح سے نیک ہو سکتا ہے۔

اس کے جواب میں صرف اسقدر گذارش ہے کہ کثرت ازدواجی بری ہو یا بھلی اسکے بنیاد ڈالنے والے ہرگز ہرگز حضرت محمد رسول اللہ صلعم نہیں ہیں۔ اسکی اصل بنیاد ڈالنے والے تہ سے پہلے مقدس انبیا اور رسول ہیں۔ اور امم سابقہ میں حضرت رسول کریم صلعم پر

تمہارا اعتراض محض نافہمی اور خباثت طبعی کی وجہ سے ہے۔ تمہارا خدا یا خدا کا بیٹا انہیں انبیاء کی نسل سے پیدا ہوا۔ جو صرف دو چار بلکہ بعض انمیں سے سینکڑہ اور ہزار جورؤان رکھتے تھے اور وہ خدا کے پاک نبی تھے۔ خدا نے انکو کبھی اس بارہ میں الزام نہ دیا۔ بلکہ بہتوں کو برکت کا وعدہ کیا (دیکھو اصلاح سہو پادری فنکس صاحب)۔

پس اب تمکو یہہ اعتراض حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر نہیں کرنا چاہئے۔ البتہ کرنا ہے۔ تو انبیاء سابقہ اور اپنے **یسوع مسیح** پر کیجئے۔ جس نے اور بہتیری باتوں پر یہود کو تنبیہ کیا پر یہہ کبھی نہ کہا۔ کہ فریسیو اور فقیہو تم پر افسوس۔ کہ تم اسقدر جورؤان رکھتے ہو۔ اگر یہہ امر برا ہوتا۔ تو حضرت عیسی علیہ السلام ضرور اسکی قباحت اور شناعت کو بیان کرتے۔

پس حضرت رسول کریم صلعم پر تمہارا یہہ اعتراض بالکل لغو اور فضول اور نہایت درجہ کی ہٹ دھرمی اور عناد ذاتی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ تم یہہ اچھی طرح جانتے ہو کہ یہہ سُنت سنت محمدی ہی نہیں بلکہ انبیاء سابقہ کی سنت ہے جس پر تمام مقدس انبیا بلا تامل عمل کرتے رہے اور کسی کو خدا نے منع نہ کیا۔ بلکہ بقول تمہارے **پادری فنکس صاحب** کے بہتوں کو برکت کا وعدہ دیا۔

پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ اوروں کے لئے تو تعدد ازواج موجب برکت ہو جائے اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے باعث ملامت۔ انبیاء کی شرایع اور اصول میں قریبًا سب مساوی اور مشارک ہوتے ہیں۔ جو امر ایک کے لئے روا ہے۔ وہ دوسرے کے لئے بھی روا ہو سکتا ہے نہ کہ ایک کے لئے حلال۔ مشروع اور موجب برکت ہو جائے اور دوسرے کے لئے حرام۔ نامشروع اور موجب ملامت بن جائے۔

∴

ہمارے رسول کریم صلعم نے تو تعدد ازواج کے بارہ میں جو کچھ کیا وہ یہی کیا کہ اسکو حتے الامکان گھٹایا اور محدود کیا۔ اور پھر عدل کی شرط لگا کر بھی اس رسم کو کمزور اور شاذ و نادر کر دیا۔ پس تمہارا یہہ اعتراض کہ آنحضرت صلعم نے تعدد ازدواج کو رائج کیا سو بالکل غلط اور واقعہ کے برخلاف ہے۔ آنحضرت صلعم سے پیشتر تمام مذہبوں اور تمام قوموں

اور خصوصاً ملک عرب میں کثرت ازدواج کی کوئی حد نہ تھی۔ آنحضرت صلعم نے دنیا میں تشریف لا کر اس رسم کو محدود کیا۔ اور اعتدال قایم کیا۔

قرآن شریف کی خاص منشا حتے الامکان ایک ہی بیوی پر کفایت کرنے کی ہے یہی وجہ ہے کہ قوم سابقہ کے دستوروں اور انبیاء سابقہ کی شریعتوں کے برخلاف عدل کی ایسی شرط قایم کی۔ جس پر کوئی شخص چلنے کی بمشکل جرأت کر سکتا ہے۔ اور سوائے اشد ضرورت کے کوئی شخص اس رسم پر عمل کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔

آنحضرت صلعم نے اس رسم کو ضروری چھوڑ کبھی افضل بھی بیان نہیں فرمایا۔ قرآن و حدیث کا رجحان حتے الامکان ایک ہی عورت پر قناعت کرنے کی طرف ہے اور زیادہ بیویاں کرنے کے لئے کوئی جبر یا تشدد یا تحریک کرنے والا امر نہیں ہے۔ بجز قدرتی اور فطری ضرورتوں کے جو بمجبوری انسان کو لاحق ہو جائیں۔

اب رہے آپکے وہ طعن جو آپنے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۴ - ۲۶ میں کئے ہیں انکا جواب سنیئے۔

پہلا طعن آپکا یہ ہے کہ جو تعداد قرآن اور شریعت اسلام نے ازواج کے بارے میں مقرر کی۔ حضرت ص نے اُس سے بدرجہا تجاوز فرمایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی قوم کے دستور اور انبیاء سابقہ کی شرایع کے بموجب اگر کئی ایک نکاح کئے تو اس میں آنحضرت صلعم پر کیا طعن ہو سکتا ہے۔ اگر یہ دستور آپکی قوم اور انبیاء سابقہ کی آئین میں نہ ہوتا تو البتہ آپ پر حرف آ سکتا لیکن جبکہ آپ صلعم نے وہی کام کیا جو قدیم سے معمول اور بابرکت چلا آتا تھا تو اسمیں آپنے کیا عیب کیا۔

اور یہ امر کہ آپنے تعداد ازواج میں اپنی شریعت کے برخلاف کیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ آپنے کوئی برخلاف نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت رسم ازدواج کو چار میں محدود کیا آپکو اپنی موجودہ بیویوں کو پاس رہنے دینے اور آیندہ اور بیویاں نہ کرنے کا حکم کیا اور دوسرے

مومنوں کو چار تک بیویاں ایک ساتھہ رکھنے کی اجازت دی بلکہ آنحضرتؐ کے لئے یہہ تشدد ہوا کہ آیندہ کوئی بھی بیوی نہ کر سکیں جب کہ اور لوگوں کی ہو ہاں اگر مرتی بھی چلی جائیں تو اور بیویاں اُنکی جگہ کر سکتے ہیں ۔

پس تم یہہ اعتراض کبھی نہیں کر سکتے کہ آنحضرتؐ نے اپنی شرع سے تجاوز فرمایا ۔ اگر آنحضرت کے لئے موجودہ بیویوں کو نکاح میں رہنے دینے کے لئے خدا کی طرف سے حکم نہ آچکا ہوتا تو بے شک آپ کہہ سکتے تھے ۔ کہ آنحضرتؐ نے اپنی شرع سے تجاوز فرمایا ۔ جو حکم خاص اللہ تعالی نے آنحضرتؐ کو فرمایا اسپر آپ نے عمل کیا اور جو حکم اُمت کو ملا ۔ اُمت نے عمل کیا شریعت الہی سے نہ اُمت نے تجاوز کیا نہ آنحضرت صلعم نے ہر ایک شخص کے لئے جو خدا کی طرف سے حکم ہو جائے ۔ وہی اُسکے لئے شرع ہوتی ۔ آنحضرتؐ کو اپنی موجودہ بیویوں پر کفایت کرنے کا حکم دیا ۔ اور آیندہ کے لئے سخت ممانعت کر دی کہ کوئی بیوی نئی نہ کریں ۔ اُمت کو چار تک رکھنے کا حکم دیا مگر یہاں اسقدر رعایت موجود ہے ۔ کہ اگر ان بیویوں سے کسی کو طلاق دیدیں یا کوئی مر جائے تو اُسکی جگہ اور بیوی کر سکتے ہیں مگر آنحضرتؐ کے لئے دونو طرح تشدد ہے نہ آپ اُن میں سے کوئی بیوی چھوڑ سکتے ہیں ۔ نہ نئی کر سکتے ہیں اور یہہ سب باتیں نص قرآنی سے ثابت ہیں جنکے مقابل وہ احادیث بر مدعی جو انکے برخلاف ہیں نا قابل تسلیم یا لایق تاویل صحیح ہیں ۔

تم جو کہتے ہو کہ اگلے انبیاء کی کثرت ازدواج قابل اعتراض اسلئے نہیں کہ اُنہوں نے اپنی شریعت سے تجاوز نہیں فرمایا ۔ انکی شرائع میں وہ امر جایز تھا ۔ اور آنحضرتؐ کی شریعت میں باوجودیکہ چار تک محدود ہو چکا تہا ۔ پھر بھی آنحضرتؐ نے اس سے تجاوز فرمایا اور اپنی شریعت کی لحاظ سے گنہگار ثابت ہوئے ۔ اسلئے کہ ہر ایک نبی یا غیر نبی شریعت کے لحاظ سے عاصی خاطی ثابت ہوتا ہے اور آپکا بڑا بھاری اعتراض ہے ۔ تو یہی ہے (امہات صفحہ ۱۲۴ - ۱۲۵) ۔

اسکا جواب اوپر ہو چکا کہ آنحضرتؐ نے ہرگز شریعت الہی سے تجاوز نہیں فرمایا اگر آنحضرتؐ کو خدا کی طرف سے وہ ازدواج جایز نہ ہو جاتیں اور پھر اُن ازواج کو اپنے پاس رہنے دیتے ۔ تو بلا شک و شبہ آپ پر شریعت اور حکم الہی سے عدول کا الزام آسکتا ۔ لیکن جب کہ آپؐ نے

خدا ہی کے حکم سے موجودہ ازواج سے ہٹنے دیں تو پھر آپ پہ کوئی اعتراض نہیں آسکتا۔ کیونکہ آپنے اس شریعت و حکم الٰہی سے (جو خدا نے آپ کے لئے خاص کیا) ہرگز تجاوز نہیں فرمایا۔ اس بات میں آپکے چاروں طعن کا جواب آجاتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حکم الٰہی کے برخلاف ہرگز ہرگز نہیں کیا۔ اگر صرف ہبہ نفس سے (بلا مہر) کوئی عورت آپکے نکاح میں آسکتی ہے یا باری بانٹنے میں آپ اختیار دیئے گئے یا آپکی مطلقہ ازواج کو مصلحتہً نکاح ثانی نا روا رکھا گیا۔ تو یہ سارے احکام خاصہ خدا کی طرف سے آپکی شرع یعنی قرآن شریف میں موجود ہیں۔ پس آپ پر یہ الزام لگانا کہ آپنے قرآن شریف یا اپنی شرع کے برخلاف کیا۔ سوائے بدباطن اور خبیث طبع اور نافہم آدمی کے کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ یہ سب خدا کی طرف سے آپکو احکام و اجازتیں حاصل ہوئیں جو کلام ربانی یعنی قرآن شریف میں موجود ہیں نہ کہ آپنے اپنی طرف سے عمداً کسی حکم کے خلاف کیے۔ پس ڈاکٹر احمد شاہ نے جس قدر اعتراض آنحضرت صلعم پہ کئے ہیں سب کے جواب میں ہم کو یہی کہنا کافی ہے کہ صاحب آپکا آنحضرت صلعم کی نسبت خلاف شرع عمل کرنے کا الزام لگانا محض باطل اور لغو اور پوچ ہے آنحضرت صلعم نے کبھی بھی حکم الٰہی کے برخلاف نہیں کیا۔

جن احکام میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو مخصوص کر دیا اور آپنے انہی پر عمل کیا اُن احکام کی نسبت کسی شخص کو حق نہیں پہونچتا تا وہ یہ اعتراض کرے کہ آپنے فلاں حکم میں فلاں امر کے برخلاف عمل کیا ہے کیونکہ وہ بھی تو خدا ہی کا حکم ہے۔ پس ایک شخص اس امر کی مصلحت اور حکمت تو پوچھ سکتا ہے کہ فلاں خاص امر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مخصوص اور مختار کیوں کیا۔ لیکن یہ اعتراض کرنے کا اُسے ہرگز ہرگز حق حاصل نہیں کہ وہ شرع سے عدم عمل کرنے کا الزام آپ پر لگاوے۔ کیونکہ جو احکام آپ کے لئے خاص ہوئے وہ بھی تو خدا ہی کی طرف سے اور احکام الٰہی ہی ہیں جن پر آپنے عمل کیا۔

یہ خاص احکام صرف حضرت ہی کے لئے ہی مخصوص نہیں۔ قریباً سب مذہبوں میں خاص خاص لوگوں کے لئے خاص خاص احکام پائے جاتے ہیں۔ ہندوؤں میں برہمنوں کو خاص خاص حقوق بخشے گئے ہیں جو دوسری قوموں کے لئے روا نہیں۔

آریوں میں نیوگ صرف دو جنما قومیں یعنی برہمن، چھتری اور ویش ہی کر سکتے ہیں۔ شودر نہیں کر سکتے۔ پھر برہمن - برہمنی - کھتری اور ویش عورت سے کر سکتا ہے۔ مگر کھتری اور ویش قوم کا برہمنی عورت سے نہیں کر سکتا۔ توریت کے رو سے کاہنوں اور لاویوں کو خاص خاص حقوق بخشے گئے ہیں۔ جیسے شانہ - کنپٹی - اوجھ - پہلا غلہ - پہلی شراب - پہلا تیل، پہلی اون (استثنا ۱۸ باب ۳-۴)۔ الٰہی مسکن کے خرچ بھی مزید مقرر تھے اور انکی خدمیں رعایتیں ملحوظ رکھی گئی تھیں۔ سونا - سونے کے برتن - بکرے - مینڈھے - بیل بچھڑے - (شمار ۷ - ۱۰ - ۱۳۵ اباب) گھر کے لئے سال بسال ثلث مثقال بخشنا (شمار ۱۱ باب ۳۲) - آدمی پیچھے پانچ مثقال بہ فدیہ اور وقف خدا کی اولاد کے لیے (شمار ۳ باب ۴۷ خروج ۳۰ باب ۱۲-۱۶ - تاریخ ۲ ۳۴ باب ۶ - (۲) -

عیسائیوں کے خدا کے دادا داؤد علیہ السلام کو نذر کی روٹیاں کھانی جائز ہو گئیں جو اُسکو اور اُسکے ساتھیوں کو کھانی روا نہیں اور صرف کاہنوں کے لئے جایز تھیں (متی ۱۲ باب، خروج ۲۹ باب ۳۲) اور عیسائیوں کے خدا اور ابن خدا کو سبت کی حرمت روا رکھنی معاف تھی اور اُسکے شاگردوں کو سبت کے دن بالیں توڑ توڑ کر کھانی بھی جایز اور اُن کے لئے مخصوص حکم تھا جو دوسروں کے لئے روا نہ تھا (متی ۱۲ باب ۳، ۵) انہوں کو سبت کے دن ہیکل میں سبت کی حرمت رکھنی معاف کر دی گئی تھی (متی ۱۲ باب شمار ۲۸ باب) -

پس ان خاص احکام کی وجہ سے کسی مذہب اور کسی بانی مذہب پہ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ گو مخصوص احکام ہی سہی۔ مگر آخر تو خدا کی طرف سے ہیں۔ ان احکام مخصوصہ کی مصلحت اور حکمت تو البتہ قابل دریافت ہوتی ہے۔ لیکن ان احکام پر کسی کو بھی اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ ویدوں میں برہمنوں نے اپنے حقوق قایم کرنے کے لئے آپ یہہ حقوق لکھ دیئے یا کاہنوں اور لاویوں نے اپنے لئے آپ کلام

ل اسکے برخلاف حضرت رسول کریم صلعم نے اپنے سب ذاتی فایدے ترک کر دئے تھے۔ بنو ہاشم پر زکوٰۃ و صدقہ حرام کر دیا گو کیسے ہی مسکین و غریب ہوں۔ امام حسین جب بچے تھے انہوں نے صدقے کی ایک کھجور منہ میں ڈال لی۔ آنحضرت صلعم نے زبردستی منع فرمایا اور منہ سے نکلوا دی۔

مخصوص کر دیں۔ یا خدا کے بیٹے یسوع مسیح نے سابت کی حُرمت کو توڑنا اپنے لئے آپ مقرر کر دیا یا پولوس مقدس نے اعمال نیک سے بچنے کے لئے اور تقویٰ۔ طہارت اور ملتفتو حرمت کی حیثیت سے نجات پانے کے لئے اعمال نیک کو لغو اور فضول قرار دیا اور ہوائے نفسانی کی وجہ سے ناکوں کے لئے سور۔ بندر۔ گوبرہ سگ کو پاک ٹھیرا دیا۔ پس جب ان محض خود غرضی کے احکام کو آپ لوگ خدا کے احکام سمجھتے ہیں اور اپنے پیشوایان مذہب پر اعتراض نہیں کرتے تو اُن مخصوص احکام کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے مقرر ہوئے۔ آنحضرت صلعم پر اعتراض کرنا عبث ہے۔

پس ڈاکٹر سنایل صاحب بیکس نہیں (اُمّہات ۱۳۵) میں اُن کو بار بار سمجھا دیتا ہوں کہ آنحضرت صلعم اپنی شریعت کے ہرگز برخلاف نہیں کیا۔ جو احکام آپ کے لئے مخصوص ہو گئے اُن پر آپ نے عمل کیا۔ جو احکام آپکی اُمت کے لئے معین ہوئے۔ آپ صلعم کی اُمت نے تعمیل کی۔

سوا گر یہ آنحضرت صلعم کے اُن نکاحوں میں مقاصد اور اعراض بھی ملحوظ معلوم ہوتی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے کفار کے اُس طعن سے بچنے کے لئے کہ وہ آپکو ابتر اور بے نسل کہتے تھے۔ اولاد نرینہ کی خاطر بھی بعض[1] نکاح کئے ہوں۔ کیونکہ جس طرح اپنا حقیقی بیٹا اور مرد ذات باپ کے مقاصد کو اچھی طرح پورے کر سکتا ہے عورت ذات اور دوسرا شخص نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ حضرت مریم کی والدہ نے بھی کہا تھا۔ کہ لیس الذکر کالانثیٰ یعنی مرد ذات عورت کی طرح گیا گذرا نہیں ہوتا۔

ان تعلقات اور نکاحوں سے لوگوں کی دشمنی اور جنگ و جدل کو کم کرنا بھی آپکا مقصد ضرور معلوم ہوتا ہے۔ مختلف لوگوں اور مختلف قوموں کے ساتھ رشتہ داری تعلقات قریبیہ پیدا کرنا۔ تاکہ اسلام کی راہ میں جو روکیں اور عداوتیں ہیں وہ کم ہو جاویں اور تبلیغ رسالت

---

[1] الہی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور صلحاء نے بھی نرینہ اولاد کی خواہش کی ہے مگر عام لوگوں اور اُن میں صرف اتنا فرق تھا۔ عام لوگوں کی نیت دنیوی وراثت قایم رہنے کی ہوتی ہے مگر انبیاء کی نیت اولاد سے یہ ہوتی ہے کہ نیک۔ بہت ہمدردی اور محبت سے دین قایم کریں۔

معاون اور مددگار زیادہ ہوجائیں۔ معہذا بغرض تالیف قلوب، کسی غریب اور بیوہ عورت کی دستگیری وغیرہ بھی ان نکاحوں کے ضرور مقاصد معلوم ہوتے ہیں۔ مذکورہ اغراض بہت ہیں مگر اصلی غرض اصلی مصلحت اور حکمت ان نکاحوں کی وہی [illegible] جو خود اللہ تعالیٰ کے پر حکمت کلام سے مفہوم ہوتی ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلعم کو ارشاد کرتا ہے کہ

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا وَزِينَتَهَا
فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا۔ وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ ٱللَّهَ
وَرَسُولَهُۥ وَٱلدَّارَ ٱلْءَاخِرَةَ فَإِنَّ ٱللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَٰتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا

اے نبی تو اپنی ازواج سے کہدے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت و آرائش چاہتیں ہو تو آؤ کچھ مال و متاع دیکر میں تمکو خوش سلوکی کے ساتھ رخصت کردوں اور اگر تم خدا اور رسول اور دار آخرت کی طالب ہو اور ثواب آخرت کے لئے تبلیغ رسالت میں امداد و معاونت کرنیوالی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکوکاروں کے لئے ثواب عظیم مقرر کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو تعدد ازواج کی رخصت محض اپنی امداد کی خاطر اللہ تعالیٰ نے دے رکھی تھی۔ جبھی تو فرمایا کہ اگر اللہ و رسول کی طالب ہو تو فقر و فاقہ

---

[1] حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان کے ساتھ نکاح کی غرض صرف یہی معلوم ہوتی ہے کہ تاکہ [illegible] مخالفت اور عداوت کم ہوجاوے کیونکہ ابوسفیان بڑا کامدار کفار مکہ کی طرف کا سپہ سالار اور آنحضرت کا جانی دشمن تھا۔ آپ کا مقصد بخوبی اس نکاح میں پورا ہوگیا۔ [illegible] الاکی دشمنی اور عداوت گو [illegible] حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ کیساتھ نکاح [illegible] حضرت عمر و حضرت ابوبکر سے تعلقات اتحاد و یگانگت بڑھانی تھی۔ حضرت زینب [illegible] سے نکاح کیا کہ [illegible] اور اس کے لواحق کی دلجوئی ہو۔ جن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم ماننے کی وجہ سے ایک گونہ تکلیف پہونچ گئی تھی۔ جویریہ کے نکاح سے جو فایدہ ہوا اُس کا [illegible] صاحب کو خود بہی اقرار ہے کہ اس نکاح کی برکت سے تمام بنی مصطلق رہا کردئے گئے۔ صفیہ کے ساتھ نکاح کرنا یہود کے ساتھ رشتہ داری پیدا کرنے اور انکی نفرت و خفت میں [illegible] پیدا کرنے کا خیال تھا اور ایسا ہی ہر ایک ام المومنین کے حال پر غور و فکر و نظر کی جاوے تو ہر ایک نکاح سے کوئی نہ کوئی فایدہ اور خوبی ملحوظ ہوئی ہے۔

منظور کرو۔ نہ عملی طور پر رخصت ہوئیں تو مدینہ میں آنحضرت صلعم کو معاش کی طرف سے بھی ہر طرح فراغت تھی۔ اُن عورات کو زیور وغیرہ سامان دنیاوی مہیا کر دینا کون سی بڑی بات تھی کیونکہ یہہ تو عیاش آدمی کی عین خوشی ہوتی ہے لیکن آنحضرت صلعم اپنے پاس تو کچھہ رکھا ہی نہیں کرتے تھے۔ سب دینی اخراجات اور غربا و مساکین اہل حاجات میں خرچ کر دیتے اور اپنے یہاں محض فقر و فاقہ اور خدا کا نام ہی تھا۔ چنانچہ احادیث صحیحہ سے بپایہ ثبوت پہونچ چکا ہے کہ آنحضرت صلعم کی گذران محض فقیرانہ تھی۔

پس آنحضرت صلعم نے جس قدر ازدواج وغیرہ مدینہ میں کیں زیادہ تر دین کی اشاعت اور تبلیغ رسالت میں معاونوں کی تعداد بڑہانے کے لئے کی۔ کیونکہ آپ بہ نفس نفیس شاذ و نادر ہی کبھی عورتوں میں وعظ کیا کرتے۔ جس سے آپکے افعال و اقوال آپ کی قریبی رشتہ دار عورتوں اور ازواج مطہرات کو معلوم ہوجاتے اور وہ اوروں کو بتلایا کرتیں۔ زیادہ تر آپکی رسالت اور احکام کی تبلیغ آپکی ازواج ہی کے ذریعہ سے تھی۔ چنانچہ تمام دنیا جانتی ہے کہ حضرت عائشہ رض صدیقہ جیسی عالمہ فاضلہ عورت دنیا بھر میں آج تک کوئی نہیں ہوئی۔ احادیث نبوی کی روایت کا زیادہ تر مدار انہی پر ہے۔ اور ایسا ہی باقی ازواج سے بہت سی روایات نبوی مروی ہیں۔ بہر حال آنحضرت صلعم کی غرض کثرت ازدواج سے اسلام کا لوگوں میں جلدی شایع ہو جانا تھا تاکہ انکی معاونت سے آپکے احکام جلدی اور عام طور پر شایع ہوجائیں۔ اور سب کو معلوم ہوجائیں۔

اگر یسوع کی طرح آپ غیر عورتوں کے ساتھہ محبت اور بے تکلفی کرتے یا آپکی شریعت چند اخلاقی احکام تک ہی محدود ہوتی۔ تو زیادہ نکاحوں کی آپکو ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن اسلام میں معاد و معاش کی ہر جزئی کے متعلق بے شمار احکام و مسائل بیان کئے گئے ہیں جس سے کتب احادیث بھری ہیں اور جو بے شمار اُنہیں ازواج سے مروی ہیں۔ پس اس کے لئے صحابہ مردوں کی طرح حضرات صحابیہ رض عورتوں کی بھی آپکو ضرورت تھی جنکی صداقت اور راستبازی کا پہلے آپ امتحان فرمائیں۔ اور یہہ بلاواسطہ اُن کو احکام الہی بتائیں اور وہ کم و کاست دوسروں کو پہونچائیں۔ پس عورتوں کی صداقت اور

راستبازی۔ دیانت و امانت کا حال آپکو ہرگز معلوم نہیں ہو سکتا تھا اور نہ وہ اس قابل ہی ہو سکتی تھیں تاوقتیکہ اُن میں سے کسی عورتوں کو آپ نکاح میں لاکر اپنی صحبت میں رکھیں اور انکو الٰہی تعلیم کے رنگ سے رنگین کریں ۔ سو اس لئے آپنے یہ سب نکاح کئے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایام سابقہ کے دستور کے موافق اسی عشرت پر کاربند ہونے کی اجازت دی اور یہی وجہ تھی کہ اُن کو طلاق دینا اور آپکی وفات کے بعد اُن کا دوسرا نکاح کرنا رد ہوا ۔ **ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداً** تاکہ دوسرے کے نکاح میں آکر اُس الٰہی تعلیم اور اُسکی اشاعت میں فرق نہ آجاوے اور بیوہ اور آزاد رہ کر اسلامی مشنری بنی رہیں۔ کیونکہ جب عورت دوسرے کے نکاح میں آجائے تو پھر اُس کے بس اور اطاعت میں ہو جاتی ہے اور مجبوراً اُسکو اُسکی اطاعت کرنی پڑتی ہے اور طوعاً و کرہاً اُسکے اخلاق سے خوگیر ہو جاتی ہے ۔ پس ضرور تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو اشاعت دین و تبلیغ احکام رسالت کے لئے منتخب و تعیین فرمایا تھا۔ تو عمر بھر کے لئے بیوہ اور آزاد رہیں اور آزاد ہو کر یہ خدمت بجا لاویں ۔ پس اگر ایسے عظیم الشان کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ اور آنحضرتؐ کے ازواج مطہرات کے ساتھ کچھ خواص لگا دیئے۔ تو یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں بلکہ نہایت مناسب اور ضروری معلوم ہوتی ہے۔

حضرت مسیحؑ نے غیر عورتوں کو اپنی تبلیغ رسالت کے لئے معاون و مددگار بنایا۔

بلکہ اُن کا اختلاط اور پیار بہ نسبت مردوں کے عورتوں کے ساتھ زیادہ معلوم ہوتا ہے ۔ سامری عورت سے مسیح نے بے تکلفی کے ساتھ گفتگو کی۔ اُس عورت نے آگے اپنی قوم کو آگاہی دی۔ بہت سی عورتیں جو گلیل سے یسوع کی پیچھے ہو کے اُسکی خدمت کرتی آئی تھیں وہاں سے دیکھتی تھیں۔ مریم مگدلینی اور یعقوب اور یوسیس کی ماں مریم زبدی کے بیٹوں کی ماں انہیں میں تھی (متی ۲۷ باب ۵۵) علیٰ ہذا القیاس کتنی عورتیں جو بد روحوں اور بیماریوں سے چنگی ہوئی تھیں۔ اور یوحنا **ہیرودیس دیوان کوزا** کی جورو اور سوسنہ اور بہتیری اور جو مال سے اُسکی خدمت کرتی تھیں اُسکے ساتھ گئیں (لوقا ۸ باب ۲-۳) اور یسوع مرتھا کو اور اُسکی بہن اور العازر کو پیار کرتا تھا (یوحنا ۱۱ باب ۵) یہانتک کہ یسوع کی قبر کے پاس خدا کے فرشتہ کو بھی

ایک عورت ہی نے دیکھا۔ صلیب کے بعد زندہ ہوتے ہوئے بھی یسوع کو ایک عورت ہی نے دیکھا تھا اور دوسرے حواریوں کو اسکی خبر دی تھی۔ فاحشہ عورات تک سے حضرت مسیحؑ کا بار اختلاط ثابت ہے۔ چنانچہ پیچھے مفصل بیان ہو چکا۔

اب دیکھو کہ عیسائی دین کو عورات سے کس قدر مدد ملی اور اشاعت مذہب میں ان عورات نے کہاں تک معاونت کی کہ کسی حواری نے بھی اتنی مدد نہ دی۔ بلکہ حواری صلیب کے وقت سے سب فرنٹ ہو گئے۔ پس کچھ شبہ نہیں ہے کہ دینی امداد کے لئے مرد و عورت دونو کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ہاں فرق صرف اتنا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے بلا نکاح کئے غیر عورات سے اختلاط رکھا جس سے مخالف کو انکے چال چلن پر قوی شبہ کی گنجائش ہے اور اس شبہ کو روکنے والی کوئی بات نہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے دستور قومی اور سنت انبیاء سابقہ کے موافق حکم الہی سے نکاح کرکے ازواج مطہرات سے تبلیغ رسالت میں امداد لی۔ غور کرو کہ ان دونوں میں تقوے اور طہارت کی راہ کونسی ہے اور بدظنی سے دیکھنے کے لائق کس کا معاملہ ہے؟

حضرت مسیحؑ نے عورات سے بے تکلفی برتی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی قوم بدکاری زناکاری اور گندگی میں اول درجہ پر ہے۔ حضرت رسول کریمؐ نے نکاح کرکے عورات سے تعلق پیدا کیا تو آپکی امت تقوی اور طہارت میں اسقدر بڑھ گئی سبقت لے گئی کہ دنیا کی کوئی قوم اسکا مقابلہ نہیں کر سکتی حتی کہ انگریز نیک [illegible] غیر متعصب متعصب عیسائیوں کو بھی اسلامی تقوے و طہارت کا قائل ہونا پڑا۔

اور چونکہ آنحضرت صلعم کے ازواج بیت العلوم رسالت کی تعلیم یافتہ تھیں۔ اس لئے تقوی۔ طہارت۔ اعلے درجہ کا چال چلن رکھنے کلام الہی کے پڑھنے۔ پڑھانے کتاب و حکمت کے سمجھنے سمجھانے وغیرہ کی خاص ہدائتیں کی گئیں۔ چنانچہ وہ ہدایتیں سورہ احزاب میں اس طرح پر ہیں۔

یٰنساء النبیّ من یأت منکنّ بفاحشة مبیّنة یضٰعف لها العذاب ضعفین وکان ذٰلک علی اللّٰه یسیرا ۝ ومن یقنت منکنّ للّٰه ورسوله

وتعمل صالحاً نؤتها اجرها مرتين واعتدنا لها رزقاً كريماً ۰ ينساء
النبي لستن كاحد من النساء ان اتقيتن فلا تخضعن بالقول
فيطمع الذي في قلبه مرض وقلن قولاً معروفاً ۰ وقرن في بيوتكن
ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى واقمن الصلوة واتين الزكوة
واطعن الله ورسوله انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل
البيت ويطهركم تطهيراً ۰ واذكرن ما يتلى في بيوتكن من ايت
الله والحكمة ان الله كان لطيفاً خبيراً ۰ ان المسلمين والمسلمت
والمومنين والمومنت والقنتين والقنتت والصدقين والصدقت
والصبرين والصبرات والخشعين والخشعت والمتصدقين
والمتصدقت والصائمين والصئمت والحفظين فروجهم
والحفظت والذاكرين الله كثيراً والذكرت اعد الله لهم
مغفرةً واجراً عظيماً ۰ اے نبی کی بیبیو! جو کوئی تم میں سے کسی علانیہ ناشایستہ حرکت کی مرتکب ہوگی اُسکو دوہری سزا دیجائے گی اور یہ اللہ پر آسان سی بات ہے اور جو کوئی تم میں سے اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گی اور اعمال صالحہ بجا لائیگی ہم اُسکو اُسکا اجر بھی دوہرا دینگے ایک رسول کی صحبت کا دوسرے اس عمل نیک کا اور ہمنے اُسکے لئے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔ اے نبی کی بیبیو تم کچھہ عام عورتوں کی طرح تو ہو نہیں۔ تمہارا ادب اور رتبہ بڑا ہے اور تم اہل بیت نبوت ہو۔ پس اگر تم وصف تقوی سے موصوف ہونا چاہتی ہو تو دبی زبان سے کسی کے ساتھہ بات نہ کرو نہو کہ جسکے دل میں کسی طرح کا کھوٹ ہے وہ (تقوی وطہارت کے خلاف تم سے کوئی آرزو پیدا کرے اور بات کہو تو عام دستور کے موافق۔ اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور اگلے زمانہ جاہلیت کے سے ناز و نخرے دکھاتی نہ پھرو اور نماز پڑھو اور زکوۃ دو اور اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہل بیت رسالت خدا کو تو یہی منظور ہے کہ تم سے ہر طرح کی گندگی کو دور کرے اور تم کو ایسا پاک صاف بنائے جیسا پاک بنانے کا حق ہے۔ (تمکو اعلےٰ درجہ کی صفت تقوی سے موصوف کردے) اور تمہارے گھروں میں جو کلام ربانی

کی آیات اور دانائی کی باتیں سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو اور ظاہر و باطن کو یکساں پاک و صاف کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ باریک بین خبردار ہے۔ یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔ مومن مرد اور مومن عورتیں فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں راستباز مرد اور راستباز عورتیں۔ صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اپنی شرمگاہوں کو تھامنے والے مرد اور تھامنے والی عورتیں۔ اور کثرت سے خدا کا ذکر کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں خدا نے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

پس یہ وہ ہدایات اور اصلاحیں ہیں جو کلام ربانی میں موجود ہیں اور جس پر عمل کرنا نبی کی ہر ایک بی بی پر فرض تھا جس سے اُنکا چال چلن حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے گھر والوں کا اعلےٰ درجہ کا تقویٰ و طہارت کلام ربانی ہمیشہ پڑھنا۔ نماز کا پڑھنا زکوٰۃ کا ادا کرنا خدا اور رسول کی سچی اطاعت اظہر من الشمس تھا۔ جس شخص کے گھر کی یہ تہذیب یہ شائستگی اور یہ تقویٰ و طہارت ہو۔ اُسپر کوئی شخص ناشائستگی یا بد تہذیبی یا بدکاری کا الزام لگانے والا وہی آدمی ہو سکتا ہے جس کا اپنا چال چلن نہایت درجہ کا گندہ اور ناپاک ہو اور جن روایات سے کلام ربانی کے برخلاف ثابت ہوتا ہو وہ بھی یکلخت رد اور انکار کر دینے کے لایق ہیں کہ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۔

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ آنحضرت صلعم کا ان ازواج کے ساتھ تعلق تبلیغ رسالت میں معاون پیدا کرنے کے لئے ہی تھا۔ اور گو کوئی شخص اس سے کیسا ہی انکار کرے لیکن ان [illegible] سے حتی قدر دین کو امداد ملی ہے اور شرع کے مسائل و احکام جلد منتشر ہوئے ہیں یہ ایک فیکٹ (حقیقت) ہے جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

پس ڈاکٹر احمد شاہ کا یہ صلاح دینا کہ کیوں نہ ایسا ہوا کہ محمدؐ صاحب لوگوں کو تعلیم دینے اور لوگ آ گئے اپنی بیویوں۔ ماؤں۔ بہنوں۔ بیٹیوں وغیرہ کو (امہات صفحہ ۲۶) ایک نہایت ہی فضول صلاح ہے اور ایسی ہی ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ کیوں نہ مسیح کے پاس اُن عورتوں کے خاوند اور متعلقین آ کر مستفیض ہوں۔ جو اُن کی صحبت میں موجود

رہا کرتی تہیں اور پہر خاوندوں اور متعلقین نے آگے اُن عورتوں کو وہ فیض پہونچایا۔ جب کہ اپنی قوم کے دستور کے موافق انبیاء سابقہ کی سنت کے موافق آنحضرت صلعم کئی نکاح کر سکتے تھے۔ تو کیا ضرورت تہی۔ وہ اس سسٹم سے فایدہ نہ اُٹھاتیں اور مردوں پر مردوں اور عورتوں دونوں کی تعلیم و تفہیم کا بوجھ تہا۔ ایک مرد ہم جنس کے ساتھ جس بے تکلفی کے ساتھ گفتگو کر سکتا اور ہر قسم کے مسایل پوچھ سکتا ہے۔ غیر جنس سے کبھی اس بے تکلفی کے ساتھ گفتگو نہیں کر سکتا جس طرح مردوں کے لئے مرد واعظوں کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح عورتوں کے لئے عورت واعظوں کی۔ یہی وجہ ہے کہ جس محلہ میں کوئی عورت دیندار اور احکام شرع سے بخوبی واقف ہوتی ہے اُس سے سب عورتیں تعلیم کرنے آتیں اور دیندار بن جاتی ہیں اور جہاں عورتیں دیندار نہیں مرد کتنے ہی کیوں نہ دیندار ہوں۔ عموماً عورتیں جاہل ہی رہتی ہیں۔ اس وقت جبکہ اسلام ابھی شروع ہوا تہا۔ اور مرد و عورت واعظوں کی عام ضرورت تھی اور تعلیم و تلقین کی اشد حاجت۔ اگر آنحضرت صلعم نے ازواج مطہرات کو اسلام کے مسایل کی تعلیم دی۔ اور اُن کو اسلام کا مشنری بنایا۔ جس سے اشاعت اسلام اور تبلیغ رسالت میں نہایت ہی سہولت حاصل ہوگئی تو آپکو اسکی نسبت اعتراض کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ ازواج مطہرات دن رات آنحضرت کی خدمت میں رہکر جس قدر[1] دین اور دینی احکام و مسایل سیکھ سکتی تہیں۔ دوسرے کو یہ کب ممکن تہا؟ ہمارا تو یہی خیال ہے کہ اسلام کے مسایل اور احکام کا عرب میں اسقدر جلدی پہیلنا اور دنیا نے اسلام کو معلوم ہونا اُسکا زیادہ باعث ازواج مطہرات نبوی رہی تہا مخالف خواہ اپنی بدباطنی اور خبث باطنی سے جس قدر چاہے اعتراض کیا کرے۔ لیکن آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات سے دنیائے اسلام کی جس قدر تربیت اور تعلیم کا فیض پہونچا ہے اُس سے انکار کرنا ایسا ہے جیسا کہ دوپہر کے وقت آفتاب کی روشنی سے انکار کرنا۔

---

[1] احادیث کی منقولہ۔ ایسی جو پہلے روایت ہو چکی ہیں کہ آنحضرت صلعم سے بعض مسایل عورتیں خود بہی دریافت کر لیتی تہیں جو شرم و حیا کے متعلق ہوتے۔ وہ ایک آدھ دفعہ ہوا ہے اور اُس سے اگر ظاہر ہوتا ہے۔ تو یہی ہوا کہ اُنہیں کے مسایل کی دریافت کے لئے ازواج مطہرات کا بیچ میں واسطہ کسقدر ضروری تہا۔ ایسا ہی حضرت صلعم نے عورتوں کو وعظ بہی کیا ہے مگر بہت کم زیادہ تر یہ ازواج مطہرات ہی کے ذریعہ سے ہوتا تہا۔

یا ہمیشہ کے ہم نشین عورتوں کے اثر نفیس سے نکاح کرنا ۔ اور آپکا دوسرا اعتراض جو مہر کی بابت ہے کہ آنحضرت صم نے اپنی رعایت کر کے بے مہر نکاح جایز رکھا اور دوسروں کے لئے مہر مقرر رکھا یہہ بھی تمہارا اعتراض بالکل لغو اور باطل ہے ۔ آنحضرت صلعم نے کہیں اپنے لئے بے مہر نکاح روا نہیں رکھا ۔ یعنی جو آپ نکاح کرینگے اُس میں آپ ص کو ضرور مہر مقرر اور ادا کرنا ہوگا ۔ ہاں اگر کوئی عورت اپنی مرضی سے بے مہر آپکے نکاح میں آنا چاہے اور آپ اُسے قبول کرلیں تو یہہ دوسری بات ہے مگر اسمیں آپکی طرف سے کیا جبر یا بے رعایتی ہے ایک عورت اپنی مرضی سے بے مہر نکاح میں آیا چاہتی ہے ۔ خدا تعالی نے یہہ امر آپکے لئے جایز رکھا ۔ اس میں قباحت کیا ہوگئی ۔

کیا ڈاکٹر صاحب کو معلوم نہیں کہ زیادہ تر نکاح حضرت ص نے ہجرت کے بعد ہی کئے ۔ جب کہ معاش کی طرف سے بہی کوئی تنگی نہیں رہی تھی تو اسوقت یہہ خیال کرنا کہ حضرت ص نے مہر کے خرچ سے بچنے اور خاص رعایت کے لئے ہبہ نفس کا حکم گھڑ لیا تہا ۔ کیسا لغو اور نامعقول اعتراض ہے ۔ مہر کی تعداد تو اسلام میں کوئی زیادہ نہیں ۔ ایک لوہے کا چھلا ۔ بلکہ حدیث صحیح کے موافق صرف قرآن شریف کا سیکھنا بہی بطور مہر معین ہو سکتا ہے تو آپ ص کی نسبت یہ خیال کرنا کہ مہر سے بچنے کے لئے آپنے یہہ ہبہ نفس کا مسئلہ مقرر کر لیا تہا کس قدر واہیات خیال ہے ۔

ہاں مہر کی جگہ اگر آپ اپنی ازواج کا نان ونفقہ اپنی اُمت کے ذمے مقرر کردیتے تو البتہ اُسوقت یہہ اعتراض آپکی نسبت قابل سننے کے ہوتا ۔ کیونکہ نان ونفقہ کا خرچ مہر کی نسبت بدرجہا زیادہ ہے ۔ لیکن مہر کی رعایت کے لئے ہبہ نفس کا حکم بنا لینا ۔ جسکی تعداد کم از کم چند ایک پیسے بہی یا ایک آدھ سورہ قرآن کا سکہانا بہی ہو سکتی ہے نہایت ہی نامعقول اعتراض ہے ۔

اگر قرآن شریف میں یہہ حکم ہوتا ۔ کہ جس عورت کو تو چاہے ۔ بلا مہر نکاح میں لے آ ۔ تو البتہ آنحضرت ص کے لئے کچھہ رعایت اور اعتراض کی گنجایش تہی ۔ لیکن جبکہ ایک عورت اپنی مرضی سے آپ ہی مہر چھوڑتی اور خود ہی نکاح میں آنا منظور کرے

تو آپ کے نکاح میں آ سکتی ہے تو پھر اس خصوص میں اعتراض کرنا اگر حماقت اور بے سمجھی نہیں
تو اور کیا ہے۔

قرآن شریف سے ثابت ہے کہ مہر مقرر ہونے کے بعد اگر کوئی عورت اپنا
مہر خاوند کو چھوڑ دے تو چھوڑ سکتی ہے اور نیز اگر یہی حکم آنحضرت صلعم کی نسبت مقرر ہو گیا
کہ اگر کوئی عورت پہلے ہی بے مہر آنحضرت صلعم کے نکاح میں آنا چاہے تو آ سکتی ہے۔ تو
اس بات میں رسول صلعم کو کونسی خاص آزادی اور سبکدوشی حاصل ہو گئی۔ کیا نان و نفقہ سے بری
کرائے گی۔ یا اُنکا نان و نفقہ امت پر ڈالا گیا۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

علاوہ اسکے علماء میں اسکی بابت بھی اختلاف ہے کہ آیا اس طرح پر کوئی عورت آنحضرت
کے نکاح میں آئی بھی یا نہیں۔ اور جنہوں نے مانا ہے اُنہوں نے بھی صرف ایک عورت بتائی
ہے۔ پھر اُسکے نام میں بھی اختلاف ہے مگر ہمارا یہاں تک خیال ہے وہ یہہ ہے کہ جس طرح
اللہ تعالی نے موجودہ بیویوں کو آنحضرت صلعم پر جائز رکھا۔ اسی طرح کوئی ایک عورت انہیں سے
بلا مہر مقرر ہوئے صرف بلفظ ہبہ نفس آپ کے نکاح میں آئی ہو گی۔ اللہ تعالی نے
اُس نکاح منعقدہ کے جائز ہونے کے لئے ایسا حکم فرمایا وامراۃ مؤمنۃ ان وہبت نفسہا للنبی ان
اراد النبی ان یستنکحہا اگر کسی مومن عورت نے بلا مہر نبی کے نکاح میں آنا چاہا۔ تو وہ بھی نبی کے
لئے جائز ہے بشرطیکہ نبی اُسکو نکاح میں لانا چاہے۔

اور لئلا یکون حرج حرج کے معنے کیا ضرور ہے کہ تنگی کے ہی کئے جائیں۔
حرج کے معنے دھکڑ پکڑ اور تردد کے بھی ہیں یعنی یہہ احکام اسلئے تم کو دئیے۔ کہ تیرے
دل میں دھکڑ پکڑ اور تردد نہ رہے۔

اور آپ کا **تیسرا اعتراض** کہ دیگر مسلمانوں کو اپنی متعدد عورتوں سے کسی نہ کسی
قسم کی رعایت فرض ہے۔ مگر محمد صاحب ہر طرح کی رعایت سے سبکدوش ہیں۔

اسکا جواب یہہ ہے کہ جب نص قرآن سے آپ ثابت کر چکے کہ آنحضرت صلعم کو ہر ایک
عورت کے پاس باری باری سے رہنا فرض نہیں تھا۔ بالعموم سب کے ساتھ عمدہ برتاؤ کرنا۔ اور
سبکو خوش رکھنے کا حکم تھا اور یہہ خدا ہی نے آپ کو رعایت دی تو پھر آپ کا اعتراض کرنا

بُری طرح کی حماقت ہے۔ ہاں اگر خدا کی طرف سے یہ حکم ہوتا اور آپ پیچ کے طور پر اپنے لئے یہ رعایت مقرر کر لیتے تو آپ پر خلاف حکم خدا کرنے کا الزام آسکتا تھا لیکن جو کچھ آپ نے کیا بحسب الٰہی حکم اور اُسکی اجازت سے کیا تو پھر آپ پر مخالفت حکم الٰہی کا الزام سخت درجہ کی جہالت ہے۔

ہاں آنحضرت صلعم کو باری مقرر کرنے پر مجبور نہ کرنے میں البتہ ایک مصلحتیں ضرور ہیں۔

(۱) چونکہ آپکی کثرت ازدواجی اشاعت دین کے لئے تھی اس لئے آپ کو عام طور پر سب بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت سے نباہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن جبر نہ کیا گیا تاکہ جس بیوی کو آپ زیادہ احکام شریعت سمجھنے کے قابل پائیں اس کے پاس زیادہ دیر تک ٹھیر سکیں۔ اور مسائل شریعت سکھا سکیں۔

(۲) چونکہ آپ ساری دنیا کے لئے السید المطاع تھے نہ کسی کے مطیع۔ اسلئے ادب رسالت قائم کرنے کے لئے ایسا حکم دیا گیا تاکہ وہ عورتیں حق کے طور پر آپ سے مطالبہ نہ کریں بلکہ آپ اپنی ذاتی مہربانی سے جتنا سلوک جس کے ساتھ کریں اُس پر وہ قانع اور خوش رہیں تفسیر کبیر میں ہے

اذا لم تجب علیک القسم وانت لا تترك القسم تقر اعینھن الخ

(۳) باوجود اختیار دیئے جانے کے آنحضرت صلعم پھر بھی عدل اور عورات کے حقوق کو اپنے لئے بطور الزام مالایلزم کے سمجھکر خدا تعالیٰ کی نظر میں زیادہ اجر کے مستحق ہوں۔

(۴) اس آیت میں ہے کہ واللہ یعلم ما فی قلوبکم خدا جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ آنحضرت صلعم اپنی طرف سے کسی طرح قصور کرنے والے نہیں اور سب کے ساتھ عمدہ اور نیک نیتی سے نباہ کرنے والے ہیں اسلئے اجازت عطا فرمائی۔

عَدل بَین النِّسَاء

پھر اگر آنحضرت صلعم نے فی الواقع عدل بین النساء میں کچھ کوتاہی کی ہے۔ تو مخالف کا یہ اعتراض کسی قدر توجہ کے بھی قابل ہے۔ لیکن جب کہ باوجود رخصت کے آنحضرت صلعم نے عدل بین النساء کا وہ نمونہ دکھایا۔ جو کسی نبی یا غیر نبی سے آج تک ہو نہیں سکا۔ تو

پھر یہہ اعتراض بالکل لغو اور باطل ہے

آنحضرت صلعم کا عدل بین النساء

بخاری اور مسلم میں یہہ متفق علیہ روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلعم نے نو بیبیاں چھوڑ کر انتقال فرمایا۔ اُن میں سے آٹھ بیبیوں کے یہاں سے باری باری سے تشریف لیجاتے۔ ایک بی بی سودہ رضہ نے (بوجہ پیرانہ سالی کے) خوشی سے اپنی باری حضرت عائشہ رضہ کو بخش دی تھی۔ تب سے آپ عائشہ رضہ کے یہاں دو دن رہنے لگے۔ ایک دن خاص انکا اور ایک بی بی سودہ رضہ کا (متفق علیہ) یہہ بالکل غلط ہے کہ سودہ رضہ کو آنحضرت صلعم نے طلاق دی تھی بلکہ حضرت سودہ رضہ کو کسی وجہ سے آپ ہی طلاق کا اندیشہ ہو گیا تھا سو انہوں نے خوشی سے اپنی باری حضرت عائشہ رضہ کو بخش دی۔ آپنے یہہ درخواست قبول فرمالی۔

(نیل الاوطار صفحہ ۱۴۰)۔

جب رسول کریم صلعم سفر کرنا چاہتے۔ تو قرعہ ڈالتے پھر قرعہ میں جس بی بی کا نام نکلتا اُسی کو ساتھہ سفر میں لیجاتے۔ (بخاری و مسلم) اگر کسی بی بی کے ساتھہ آنحضرت صلعم کا عشق فرط محبت سے بڑھکر ہوتا۔ تو اسقدر تقیید کی کیا ضرورت تھی۔ جس بی بی کو چاہتے۔ ساتھہ لیجایا کرتے۔ مگر نہیں آنحضرت صلعم کا انصاف واقعی ایسا تھا کہ آپ ذرا ہی بے انصافی گوارا نہ کرتے اور باوجود اس قسم کے عدل اور انصاف کے آپ فرمایا کرتے کہ اللّٰھم ھذا قسمی فیما املک الخ خدایا یہہ میری تقسیم ہے جو میرے اختیار میں ہے پس مجھپر مواخذہ نہ کر جو تیرے اختیار میں ہے میرے نہیں۔ جب بیمار ہوئے جس میں آپنے انتقال فرمایا آپکا جی چاہتا تھا۔ کہ حضرت عائشہ رضہ صدیقہ کے گھر میں رہا کریں مگر پھر بھی اپنی مرضی سے اُنکے ہاں نہیں رہے۔ بلکہ آپ تمام بیویوں سے اجازت لیکر اُنکی خوشی سے حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کے گھر رہے۔ یہانتک کہ انتقال فرمایا (بخاری)۔

بی بی سلمہ رضہ سے جب آپنے نکاح کیا تو اُن سے آپنے فرمایا۔ کہ میں تمہارے پاس تین رات رہونگا اور یہہ کچھہ تمہاری خفت کی بات نہیں ہے۔ باایں ہمہ اگر تم چاہو تو سات رات

بھی رہ سکتا ہوں۔ لیکن پھر مجھے سب بیبیوں کے پاس سات سات رات ہی رہنا ہوگا اور اگر چاہو تو تین ہی رات تمہارے پاس رہکر اور بیبیوں کے پاس دورہ کروں۔ ام سلمہ رض نے عرض کیا۔ تب تین ہی رات تشریف رکھئے۔ پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کنواری کے لئے پہلے ہی پہل سات رات ور بیوہ کے واسطے تین رات ہیں — آنحضرت صلعم کے عدل و انصاف اور یکساں شب باشی کے متعلق یہ وہ احادیث ہیں -- جو بخاری اور مسلم جیسی کتابوں سے ثابت ہیں۔ اب اس کے مقابل آپکا حیات القلوب صفحہ ۲۷۵ والا قول۔ کہ تو عدل بے کنی میان ما با آنکہ پیغمبر خدائی۔ سوائے شیعوں کی افترا اور لغو گوئی کے اور کیا سمجھا جاوے

(۱) اور آپکا چوتھا **طعن** کہ آنحضرت صلعم نے اپنی عورات سے طلاق کا استحقاق چھین لیا — آنحضرت صلعم نے ہرگز نہیں چھینا بلکہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو منع کردیا کہ ادب رسالت کے لحاظ سے آنحضرت صلعم کے بعد ازواج النبی کے ساتھہ کوئی نکاح نہ کرے اور واقعی یہ کیسی بری بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک ایسا شخص جو دنیا میں رسولوں کا سردار۔ نبیوں کا خاتم اور افضل البشر قرار دیا جاوے اُسکا اتنا ادب بھی قایم نہ کیا جاتا کہ اُسکی بیویاں اُس کے بعد غیر کا فراش بننے سے بچیں اور جیساکہ اوپر بیان ہوا اس میں ایک مصلحت بھی تھی۔ کہ اگر ان عورتوں کو طلاق اور ازدواج ثانی کی اجازت دی جاتی تو اُن کے ازدواج سے جو مصلحت تھی وہ فوت ہوجاتی۔ وہ نئے خاوند کے پاس جاکر اُسکی اطاعت اور بس میں ہوجاتیں۔ اور اشاعت دین کا کام جو اُن کے متعلق تھا۔ رُک جاتا اور نئے خاوند کے قبضہ میں آجانے کی وجہ سے ممکن تھا کہ اُن کے خیالات بدل جاتے۔ اور آنحضرت صلعم کی صحبت مبارک سے جو تعلیم اُنہوں نے پائی تھی۔ اس کا اثر مٹ جاتا

بلا شبہ ہر ایک عورت جو اللہ و رسول کی خواہاں تھی اور دین الہی کی سچی معاون و مددگار۔ وہ آپ سے نہ طلاق کی خواہش کرسکتی اور نہ ایسی عظیم الشان رسول کی زوجہ ہونے کا فخر حاصل کر چکنے کے بعد دوسرے سے نکاح کرسکتی۔ لیکن اس صورت میں کہ وہ دنیا و دنیا کی زینت کی طالب ہو۔ اسکو عام اجازت تھی کہ آنحضرت صلعم سے طلاق حاصل کرلے۔ اور دوسرے سے نکاح کیا کرے۔ آیت تخییر میں اللہ تعالی نے آنحضرت صلعم کو صاف حکم فرمادیا ہے

کہ تو اپنی بیویوں سے کہدے کہ اگر دین کی طالب ہو۔ تو اسی فقر و فاقہ پر قناعت کرو۔ اور اگر دنیا کی طالب ہو تو میں تمکو بھلی طور پر رخصت کر دیتا ہوں۔ پس جس نے اللہ اور رسول کو چھوڑ دیا سو وہ دینی خدمت کے سرانجام کے قابل بھی نہ رہی۔ اور طلاق پا کر غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے اُسے کوئی روک نہیں ہو سکتی۔

آپ اپنی اُمّہات صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں کہ تحدید ازدواج کا حکم بہت پہلے آگیا تھا اور آنحضرت صلعم کو موجودہ ازواج کی حلّت کا پیچھے جبکہ آپ اپنی شریعت کو توڑ چکے تھے اور چار سے زیادہ کر چکے تھے۔ پس جتنی عورتیں آپ نے اس عرصہ میں کیں۔ اسمیں یقیناً آپ نے شریعت کے حکم کو توڑا اور حرام کو حلال کر لیا۔ چنانچہ اسکے ثبوت میں آپ لکھتے ہیں۔ کہ سورہ نساء جس میں تحدید ازدواج کا حکم ہے وہ مکہ میں نازل ہوئی اور مکی کہلاتی ہے اور آنحضرتؐ کو موجودہ ازواج کے حلال ہونے کا حکم سورہ احزاب میں ہوا جو مدنی ہے۔ اور بہت پیچھے نازل ہوئی۔

میرے خیال میں یقیناً اسی جہالت کی وجہ سے آپ اسلام سے مرتد ہوئے۔ کہ آپ کو

نوٹ چونکہ آنحضرت صلعم سے محض دینی اغراض کے لئے یہ متعدد نکاح کئے ہوئے تھے۔ واسطے ایک دفعہ جب کہ عورتیں فقر و فاقہ پر قانع نہ رہکر دنیاوی مال و متاع مانگنے لگیں۔ انکو حکم دیا گیا کہ اس رسول کے پاس تم محض دینی اغراض کیلئے جمع ہو۔ دنیا کی بہبودی تمہیں نصیب نہ ہوگی۔ اگر دنیا کی طالب ہو تو طلاق لے لو۔ یہ موقع تھا۔ کہ جو جو عورت زینت دنیا کی طالب ہوتی وہ بخوشی خاطر طلاق لے لیتی اور دوسرے نکاح کر لیتی۔ پس خایق صاحب کا یہ اعتراض کہ اُن سے طلاق کا استحقاق چھین لیا تھا۔ ہباءً منثوراً ہو گیا۔ ہاں اس کے بعد جب ان عورتوں نے دین اور دینی خدمت کو اختیار کیا۔ اور اپنی مرضی سے فقر و فاقہ پر صابر رہنے کو پسند کیا۔ تو پھر آنحضرت صلعم کو حکم مل گیا کہ اس کے بعد کہ تیری ازواج نے دین اور دینی خدمت کو اختیار کر لیا ہے۔ نہ کسی کو طلاق دے سکتے ہو اور نہ ایک کو طلاق دیکر اسکی جگہ دوسری بدل سکتے ہو اور نہ انپر کوئی دوسرا اضافہ کر سکتے ہو۔ پس یہ حکم ہمیشہ قطعی اور دائمی ہو گیا کہ دینی خدمات کے قبول کرنے کے بعد نہ کوئی عورت طلاق پا سکتی ہے نہ بدلی جا سکتی ہے نہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ ہاں طالب دنیا ہو تو بیشک وہی طلاق بھی لے سکتی اور دوسرا نکاح بھی کر سکتی ہے۔ اور اسی وجہ سے سورہ تحریم میں بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ عسی ربہ

اسلام کی ذرا بھی خبر نہیں۔ ورنہ سارے مسلمان اسبات کو جانتے ہیں کہ قرآن کی سورتیں ساری کی ساری ایک دفعہ یا ایک ہی مقام میں نازل نہیں ہوئیں۔ بلکہ بعض سورتوں کے بعض حصے مکہ میں نازل ہوئے بعض مدینہ میں بعض آیتیں کسی وقت بعض کسی وقت پس آپ کا ساری سورہ نساء کو مکی کہنا یا جہالت ہے یا تعصب۔ سورہ نساء میں بہت سی آیات کے اندر جہاد کے حکم ہیں اور جہاد کی آیات یقیناً مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔ یہود کے حالات جس قدر اس سورت میں ہیں وہ سب مدینہ سے متعلق ہیں۔ منافقین کا گروہ بھی مدینہ میں ہی تھا۔ جبکہ آپ کو عروج حاصل ہوا۔ کیونکہ منافق اُسی وقت سے نمودار ہوئے۔ جبکہ اُن کو کچھ آپکی ترقی کا بھی خیال تھا اور کچھ اپنی برادری کا بھی ڈر تھا۔ بظاہر آپکے ساتھ رہتے اور درباطن کفار کے ساتھ۔ دونوں سے صلاح ملائے رکھتے تا کہ وقت پر جن لوگوں کا پلہ بھاری ہو۔ ادھر ہی ہو جائیں۔ جہاد کے وقت نماز پڑھنے کا طریقہ جو اس سورت میں درج ہے وہ بھی مدینہ میں ہی مقرر ہوا۔ اہل کتاب کی تمام باتیں جو اس سورت میں مذکور ہیں وہ بھی مدینہ سے متعلق ہیں۔ اور خاصکر نصاری نجران کی بحث کے وقت جو آنحضرت پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً للّٰہ ولا الملٰئکۃ المقربین الخ۔ مسیح اس بات سے ہرگز انکار نہیں کریگا کہ وہ خدا کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے یہ یقیناً اور بلا شبہ آپکی آخری عمر سنہ ۱۰ ہجری کا واقعہ ہے (دیکھو حاشیہ ترجمہ قرآن مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی) پس آپ کا یہ کہنا۔ کہ سورہ نساء ساری کی ساری مکی ہے یا سورہ احزاب سے پہلے اتری ہے۔ بڑا بھاری دھوکا ہے جس میں کوئی جاہل آجائے تو آجائے۔ ورنہ۔ باخبر آدمی تو کبھی یہ دھوکا کھا نہیں سکتا۔

آؤ میں تمکو بتاؤں کہ بعض صاحبوں نے سورہ نساء کا نزول سورہ احزاب سے بھی پیچھے لکھا ہے۔ چنانچہ قصیدہ تقریب المأمول فی ترتیب النزول تصنیف برہان

(بقیہ حاشیہ) ان طلقکن ان یبدلہ ازواجاً خیراً منکن الخ کہ اگر تم اس رسول کی نافرمان ہوگی اور اس خدمت کی ناقابل ہوگی۔ تو اسکے بعد قریب ہے کہ اسکا رب تم سے بہتر بیبی خدمت کرنے والی اور دیندار بیویاں نکاح میں دیدے

الجعبری کا ایک یہ شعر ہے الاحزاب۔ مائدۃ۔ امتحان و النساء مع زلزلت ثم الحدید تا ملأ۔ اور ابن ضریس نے فضائل القرآن میں ابن عباس سے جو روایت کی ہے۔ اس میں مدنی سورتیں اس ترتیب پر ہیں۔ **قولہ** ثم البقرۃ ثم الانفال ثم آل عمران۔ ثم الاحزاب۔ ثم الممتحنۃ۔ ثم النساء۔ اب ان اقوال کی تسلیم تمہارا سارا ہی اعتراض اڑ جاتا ہے۔ کہ جب سورہ نساء اتنی ہی بعد میں تو پھر آنحضرتؐ کی نسبت جو حکم ازدواج کے متعلق ہو چکے وہ سب پہلے ہو چکے اور عام مومنوں کے لئے ازواج کی حد پیچھے مقرر ہوئی۔ لیکن سچ یہی ہے۔ کہ ان سورتوں کے بہت سے حصے پہلے اور بہت سے پیچھے نازل ہوئے۔ ساری یکدفعہ نازل نہیں ہوئیں۔ ہاں جس سورت کا زیادہ تر حصہ پہلے یا پیچھے نازل ہوا اسکا نزول دوسری سورت سے پہلے یا پیچھے بیان کیا گیا۔ امر حق یہی ہے۔ چنانچہ سورہ مائدہ کے اکثر حصے بہت پہلے نازل ہوئے ہیں لیکن یہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی تمام قرآن سے پیچھے نازل ہوئی ہے۔ جس کے ۸۱ دن بعد آنحضرتؐ دنیا سے رحلت فرمائی۔

غرض یہ ہے کہ ان سورتوں کے بعض بعض حصے یقیناً آگے پیچھے یا دوسری سورتوں کے ساتھ ساتھ بھی نازل ہوئے ہیں۔ لیکن الہام الٰہی کے بموجب جس حصے کا تسلسل۔ طرز عبارت اسلوب بیان۔ فواصل آیات جس سورت سے جہاں اور مطابقت رکھتے تھے وہاں داخل کر دیئے گئے۔ اس تمام تمہید کی بنا پر ہم بڑے یقین اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ گو کتب سیر اور تواریخ میں بعض واقعات گڈمڈ کر دیئے گئے ہوں لیکن یقیناً اور بلا شبہ تحدید ازواج آنحضرتؐ کو موجودہ ازواج کے رکھنے دینے کا حکم ایک ہی دفعہ اسی وقت نازل ہوا ہی۔ جبکہ آپ سب ازدواج رسم عرب وسنت انبیاء سابقہ کے موافق کر چکے تھے۔ پھر اس وقت جبکہ حکمت الٰہی اس بارہ میں بھی تکمیل شریعت کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور دوسروں کے لئے تو ازدواج کی تحدید کی گئی۔ اور آنحضرتؐ کو آئندہ ازدواج کرنے سے روک دیا گیا۔

لہ بلکہ سچ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو اور عورتیں کرنے کی ممانعت اور نیز ان کا پہلے ہو چکا ہے اور دوسری مومنوں کو ۴ عورتوں کا حکم بعد میں ہوا ہے آنحضرت صلعم کی نسبت سب احکام پہلے مخصوص

جس شخص کا یہہ خیال ہے کہ پیغمبر صاحب صلعم اپنی مرضی کے موافق آیات گہڑ لیا کرتے تہے وہ بہی اگر غور کرے تو یقیناً معلوم کر سکتا ہے کہ اگر بقول اُس کے آنحضرت صلعم یہہ قرآن خود بخود آپ ہی بنا لیا تاہم آپ نے اپنی نسبت یہہ کبہی اعتراض نہ رہنے دیا ہوگا کہ اوروں کو چار سے زائد ازواج چہڑا کر آپ اس حکم پر عمل نہ کریں - اپنی نسبت بہی ضرور اسی وقت جواز نساء موجودہ کا حکم گہڑا ہوگا - اس طعن کا آنحضرت صلعم کو اسوقت آپ ہی تو خیال ہوگا - قوم کا سرگروہ مذہب کا پیشوا (جو آپ ہی جہوٹ آیات گہڑ سکتا ہے) اپنی نسبت ایسے اعتراضات کا کب موقعہ چہوڑتا ہوگا - پس یہانتک ہماری تحقیقات کا نتیجہ ہے وہ یہی ہے کہ یقیناً اور بلاشبہ حکم تحدید ازواج کے ساتہہ ہی آنحضرت صلعم کو بہی ضرور[سلہ] جواز نساء موجودہ کی نسبت وحی نازل ہوتی ہے اور اُسکے برخلاف تمام اقوال باطل اور روایات ناقابل تسلیم ہیں -

ڈاکٹر اسمعیل شاہ نے جو یہہ قول نقل کیا ہے کہ حکم لا یحل لک النساء من بعد منسوخ ہوکر آنحضرت صلعم کو آیندہ پہر اور عورتیں کرنے کی وسعت ہوگئی تہی - بالکل غلط ہے قرآن شریف کو کبہی کوئی حدیث منسوخ نہیں کر سکتی - آنحضرت صلعم قرآن شریف کے تابع اور محکوم تہے - نہ اسپر حاکم اور اسکے احکام کو رد کرنے والا - حضرت عائشہ رضہ کے وہ الفاظ جن سے آپ یہہ مطلب نکالتے ہیں ما مات رسول اللہ صلعم حتی احل لہ النساء رسول خدا صلعم فوت نہیں ہوئے تاوقتیکہ اُن کے لئے عورتیں حلال نہیں ہوگئیں اگر یہہ حدیث صحیح ہو تو ان الفاظ کا مطلب یہہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے جو ۴ سے زیادہ ازواج رکہیں آنحضرت صلعم فوت نہیں ہوئے تاوقتیکہ آپکی کثرت ازدواج کی علت تنزیل میں ظاہر نہیں ہو چکی یعنی آنحضرت صلعم کے لئے نو عورات کا ہونا حکم الہی سے تہا - چنانچہ اس مطلب کو حضرت انس رضہ کا قول بہی تقویت دیتا ہے - تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ

بقیہ حاشیہ) ہو چکے تہے - پہر وہ تحدید ازواج کے حکم پر باقی عورتیں کس طرح چہوڑ دیتے - سچ پوچہو تو آنحضرت صلعم کیلئے اپنی آرزو کے برخلاف صرف موجودہ ازدواج پر انحصار ایک قید شدید تہی جو ہوائے نفس کے سخت برخلاف ہے - تفسیر بیضاوی میں ہے لا یحل لک النساء - ای من بعد التسع وهو فی حقہ کالاربع فی حقنا او من بعد الیوم حتی لو ماتت واحدۃ لم یحل لہ نکاح اخری الخ

[سلہ] قد علمنا ما فرضنا علیہم (دیکھو معلوم ہے جو ہمارا مسلمانوں پر) سے آپ نکالتے ہیں کہ آیت مذا شبا بہی ہو چکی ہے اور حضرت [illegible] کی کثرت ازدواجی اس آیۃ کے بعد سکیں جو ہٹا دیا - سے مراد وصف مہر ہے جو آیت ان تبتغوا باموالکم میں پہلے نازل ہو چکا - نہ حکم تعداد ازدواج -

قال النبی وما ت علی التخاییر یعنی السنی کا یہہ قول ہے کہ آنحضرت صلعم کے مرتے دم تک وہی حرمت کا حکم ولا یحل لک النساء من بعد ہی قایم رہا۔

آنحضرت صلعم کے ازواج مطہرات کا مختصر حال
اور ثنایق صاحب کے اعتراضات کا مختصر
جواب

حضرت خدیجۃ الکبریٰ

آپکے باپ کا نام خویلد تھا اور قریش [illegible] تھیں۔ آپکی [illegible] نوفل اُن کا بیٹا [illegible] ورقہ ان کا چچازاد بھائی تھا [illegible] صدیق کی حضرت خدیجہ [illegible] سال قبل نبوت متولد ہوئیں۔

حضرت خدیجہ کا پہلا نکاح ابو ہالہ [illegible] سے ہوا [illegible] دوسرا عتیق بن عابد سے اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ حضرت خدیجہ [illegible] والد بہت امیر تھا اور [illegible] تجارت [illegible] تھی۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم حضرت خدیجہ کا مال [illegible] تجارت [illegible] بصرہ گئے اور بہت سا نفع کرلائے۔ خدیجہ آپکی خوش معاملگی و دیانت داری سے بہت خوش ہوئیں اور یہی سبب اُن کو آپکے ساتھ نکاح کا خیال ہوا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آنحضرت صلعم اسوقت کچھ دولتمند نہیں تھے۔ مگر اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ اگر تجارت کا سلسلہ برابر جاری رکھتے تو آپ بھی خاصے دولتمند اور غنی ہوسکتے تھے اور پھر جس خاندان سے ہوئے کیا چاہتے کر سکتے تھے کیونکہ آپ [illegible] نہایت [illegible]

خاندان زیشن ۔ نوشتۂ ہی صرف غریبی کا عذر تہا سو غریبی اسی طرح تجارت سے رفع ہو سکتی تہی پس شایق صاحب کا آپکو غریبی کا طعن دینا اور غریبی کی وجہ سے کوئی بیوی نہ کر سکنا کچھ ٹھیک نہیں ہے ۔ جو شخص تجارت سے ایک دفعہ معقول نفع کما کر لائے وہ اس سلسلہ کو برابر جاری رکھنے سے اچھا خاصہ دولتمند ہو سکتا اور بخوبی خانہ داری چلا سکتا ہے ۔

البتہ مسیح ؑ کی نسبت زینب عشق ٹیں ٹیں کا مقولہ ٹھیک آ سکتا ہی جس کہ یہودی کوئی رشتہ دینی نہ دے سکتی تہے ۔ کیونکہ معاذ اللہ انکو ناجایز پیدائش کا آدمی سمجہتے تہے اور انکی غریبی کا یہ عالم تہا کہ لومڑیوں کو ماندیں اور پرندوں کو بسیرے تھے پر ابن آدم کو جگہ نہیں ملتی تہی ۔ جہاں سر رکہے سو مسیح ؑ کو کوئی عورت تو نہ مل سکی ساری عمر ترستا رہا ۔ یہودا اسکریوطی اور مریم مگدلینی وغیرہ عورتوں سے ضرور رابطہ اتحاد بہم رکھتا رہا جس سے مخالف کو بدظنی کا پورا پورا موقع مل سکتا ہے ۔ جس کے رفع کرنے کے لئے عیسائیوں کے پاس کوئی جواب نہیں ۔

آنحضرت صلعم ابتدا ہی سے نیک چلن ۔ راستباز ۔ صادق اور امین القوم مشہور تہے اب انکی دیانت و امانت اور تجارت میں برکت دیکہکر حضرت خدیجہ رضہ نے آنحضرت صلعم سے نکاح کر لیا ۔ نکاح کے وقت آنحضرت ص کی عمر ۲۵ سال کی تہی اور حضرت خدیجہ رضہ کی ۴۰ سال تہی ۔

حضرت خدیجہ رضہ سے آنحضرت صلعم کے چار لڑکیاں پیدا ہوئیں ۔ حضرت زینب ۔ رقیہ ۔ ام کلثوم اور حضرت فاطمہ زہرا رضہ لڑکے بہی تین چار ہوئے ۔ مگر وہ بچپن ہی میں فوت ہو گئے ۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ[2] نے سنہ ۳ قبل ہجرت ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائی ۔ آنحضرت صلعم کا ۵۰ برس کی عمر تک اس ۶۵ برس کی بیوی سے نباہ کرنا اور صرف ایک ہی نکاح پر کفایت کرنا واقعی آپکے زہد و اتقا کی اعلےٰ دلیل ہے ۔ حالانکہ بعثت[1] کے بعد کفار مکہ آپکو اعلیٰ سے اعلیٰ خاندان

---

[1] پادری عماد الدین صاحب اپنی تاریخ محمدی میں بہ روایت صاف لکہدی ہے کہ کفار مکہ آنحضرت صلعم کو اعلےٰ سے اعلےٰ خاندان کی لڑکی سے نسبت شادی کرنے کا لالچ دے رہے تہے مگر آپنے ہرگز نہ مانا ۔

[2] حضرت خدیجہ رضہ کا آنحضرت صلعم پر ایمان لانا یہ بہی آنحضرت ص کی صداقت کا بڑا نشان ہے ۔ وہ خدیجہ جسکی تمام اپنی تعریف کرتے ہو کر عرب کی جہالت اور انکی رسمیں انکے گہر میں کہیں پائی نہیں باوجود شایستہ اور تعلیم یافتہ ہونیکے جب آنحضرت ص کی نبوت تسلیم کرے اور آپ پر ایمان لائے تو واقعی بڑی دلیل ہے آپکی صداقت کی ۔ دیکہو حضرت مسیح پر نہ مریم ایمان لائی نہ انکے بہائی ۔ انہوں نے انکو دیوانہ سمجہا ہوا تہا ۔

کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے کا وعدہ دے رہا تھا - چندہ اکٹھا کر کے سب کو بڑا دولتمند قوم بنا دینے کو بھی تیار تھے -

آنحضرت صلعم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں دوسرا نکاح نہ کرنا بیشک اعلیٰ شرافت اور وفاداری بیوی کی وجہ سے تو ہو سکتا ہے - لیکن یہ بات غلط ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس واسطے نکاح ثانی نہ کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ دار عیسائی تھے اور انجیل میں تعدد ازدواج منع ہے کیونکہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ تو آنحضرت صلعم پر ایمان ہی لے آئی تھیں اور حضرت ورقہ بن نوفل نے بھی آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور ایمان لے آئے ہوئے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دیگر رشتہ دار عیسائی نہ تھے اور انجیل میں تعدد ازدواج ہرگز ہرگز منع بھی نہیں - جیسا کہ ہم ثابت کر چکے - پس یہ کہنا کہ مذہب عیسائی کے سبب سے آنحضرت صلعم دوسری شادی نہ کر سکے بالکل غلط ہے -

آنحضرت صلعم کے زمانہ میں قوم نصاریٰ کا خود اپنا برا حال تھا ناگفتہ بہ ہے چنانچہ اس زمانہ کے عیسائی شاعروں کے حالات سے عیسائی سوسائٹی کا برا حال منکشف ہو رہا ہے یہ بات کسی تاریخ دان پر پوشیدہ نہیں کہ عرب میں قبیلہ بنی ثعلب عیسائی تھے اور وہی تمام عرب میں سب سے بڑھ کر فسق و فجور ظلم و تعدی شراب خواری اور شہوات نفسانیہ میں منہمک و مستغرق تھے چنانچہ اسی قبیلہ سے ایک نامی عمرو بن کلثوم تغلبی ہے جس کا قصیدہ سبعہ معلقہ میں مندرج ہے اس سے اسکی سوسائٹی کا برا حال ظاہر ہوتا ہے اس قصیدہ کا ایک یہ شعر ہے

الا ہبی بصحنک فاصبحینا ٭ ولا تبقی خمور الاندرینا
وکاس قد شربت ببعلبک ٭ واخری فی دمشق و قاصرینا

بیبو اے میری معشوقہ (یہ معشوقہ اسکی ایک والدہ ہی تھی) شراب کا پیالہ لیکر اٹھ - اور قصبہ اندرینا میں جس قدر شراب بیچی جاتی ہے وہ سب پلا دو ایسا کہ شراب کے ذخیروں میں کچھ بھی باقی نہ رہ جائے - پھر کہتا ہے کہ میں نے مقام بعلبک میں بہت شراب پی ہے اور اس قدر دمشق میں پی - اور ایسا ہی مقام قاصرینا میں - سچ ہے کہ عیسائیوں کو شراب خواری کے سوائے اور کام ہی کیا تھا - یہی تو مذہب کی جزو اعظم ہے جو عشاء ربانی میں بھی داخل ہے لیکن عجیب تر یہ ہے کہ یہ عیسائی اپنی حقیقی والدہ پر عاشق ہو گیا اور یاد رہے کہ اس زمانہ کے شعرا

آجکل کے شعرا کی طرح فرضی تک بندی نہیں کیا کرتے تہے۔ بلکہ انکے اشعار اپنے عہد زمانہ کی حالت کا فوٹو اور فن تاریخ کا سرمایہ ہوتے تہے۔ چنانچہ بہت سی تواریخ عرب انہی شعرا کے اشعار سے لیگئی ہے۔ یہہ ایک اور لطیفہ سنیئے۔ اس زمانہ کا ایک عیسائی شاعر اخطل نامی گذرا ہے۔ جو پکا عیسائی دین پر مضبوط اور گرجا کے وعظ کو یاد رکھنے والا اور صلیب کو ہر وقت اپنے سینہ پر لٹکائے رکھتا تہا (دیوان اخطل صفحہ ۳۲۳) اسکا ایک دیوان عربی ہے جو اسکی اخلاقی حالت کا فوٹو کھینچتا ہے۔ وہ اپنی پیرانہ سالی کا حال بیان کرتا ہے ؎

بان الشباب وربما عللته بالغانيات وبالشراب الاصهب

جوانی مجھ سے جدا ہو گئی اور میں نے اسکو روکنے کے لئے کئی مرتبہ اور بہت دفعہ یہہ حیلہ کیا ہے کہ خوبصورت عورتوں اور سرخ شراب کے ساتہہ اپنا شغل رکہا ہے۔ اب یہہ شعر صاف ظاہر کر رہا ہے کہ یہہ شخص باوجود پیرانہ سالی اور عیسائیوں کا ایک بزرگ فاضل ہونے کے پہر بہی زناکاری کی حالت میں مبتلا رہتا تہا۔ (یا شاید وہ زیادہ بہت سے نکاح کر لیتا تہا۔ جو وہ بہی ڈاکٹر احمد شاہ کے مذہب کے برخلاف ہے)۔

اور لطف یہہ کہ یہہ شخص پادری کا منصب بہی رکھتا تہا اور گرجے میں وعظ بہی کیا کرتا تہا۔ مگر گرجے میں حسین عورتیں دیکھنے جایا کرتا تہا جیسا کہ اسی شعر سے ظاہر ہے ؎

ان من يدخل الكنيسة يوما يلق فيها جاذرا وظبا

اگر ہمارے گرجے میں کوئی شخص داخل ہووے بہت سے گوزن بچے اور ہرن اسمیں پاویگا۔ یعنی بہت سے جوان خوبصورت اور حسین عورتوں کو دیکہکر حظ اٹہائیگا گویا اس میں میاں اخطل لوگوں کو رغبت دیتے ہیں کہ گرجا میں ضرور جانا چاہئے اور لطف اٹہانا چاہئے۔

اب دیکہا ڈاکٹر احمد شاہ صاحب! آنحضرت صلعم کے زمانہ میں یہہ قوم کا حال تہا جسپر تم لکھتے ہو کہ قدر میٹا تہا۔ اور حدیبیہ اسکی بہن تہی عرب کی حالت اور اسکی رسمیں اسکے گہر میں کم جگہ پاتی تہیں (امہات صفحہ ۳۹) آپکو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس زمانہ میں ورنہ تو ایک طرف قوم کے پیشوا پادریوں کا یہہ حال تہا کہ گرجا میں جاتا اور بظاہر انجیل کو ہاتہہ میں لیکر لوگوں کی بہو بیٹیوں کو تاڑتا۔ اور طرح طرح عورتوں سے حظ اٹہاتا اور والدہ تک کے عشق سے نہ چوکتا۔

تازم براہیں ریش وفش ۔

اور حضرت خدیجہ رضہ کے مال سے فایدہ اٹھانے کا جو تمنے بار بار آنحضرت صلعم کو طعن دیا ہے شاید آپکو مریم مجدلینہ اور ان عورتوں کا حال بھول گیا ہے جو تمہارے موجدا کے پیشتر حضرت مسیح ع کی مال سے خدمت کرتی تھی اور وہ اس کاری کا کیا ہوا عشرتی نہیں اور آگے پیچھے پھرتی تھیں جو آنحضرت صلعم پر بدظنی کیا کرتے ہو ۔

اور تم نہیں جانتے جن لوگوں میں کثرت ازدواجی کی رسم عام ہو اور وہ ملک اسکا عادی ہو بیوہ بھی جاتی ہو ۔ ان میں بیوہ نکاح ثانی کوئی عیب یا قابل روک نہیں سمجھا جاتا ۔ اگر حضرت خدیجہ رضہ زندہ ہوتے یا ان کی اجازت سے آنحضرت صلعم دوسرا نکاح کر لیتے تو ناکامی کی کوئی صورت نہ تھی کیونکہ رسم اور عادت کیموافق حضرت خدیجہ رضہ بھی آپکو کبھی منع نہ کرتیں خصوصاً جبکہ انکی اپنی عمر ۶۵ سال کی ہو چکی تھی ۔ حضرت خدیجہ رضہ کی طرح حضرت ابوبکر صدیق بھی آنحضرت صلعم کے پکے مخلص تھے انہوں نے جان و مال آپ پر فدا کر دیا ہوا تھا ۔ حضرت عایشہ رضہ کے ہوتے آپنے کئی نکاح کئے مگر حضرت ابوبکر رضہ نے ذرہ سا نہ برا مانا ۔ کیونکہ وہ ملک کی رسم کے مطابق ایک معمولی اور ملکی رسمی بات سمجھتے تھے ۔ پس تمہاری ساری تقریر لغو اور فضول ہے ۔

اُم المومنین حضرت سودہ

حضرت سودہ رضہ کے باپکا نام زمعہ ماں کا نام شموس بنت قیس تھا ۔ انکا پہلا نکاح شعفران بن عمرو سے ہوا تھا اور اس سے ایک لڑکا عبدالرحمان پیدا ہوا ۔ حضرت سودہ اور ان کا شوہر سخران بن عمرو دونو مسلمان ہو گئے تھے ۔ اور جبکہ دوسری دفعہ مسلمان ہجرت کرکے حبش کو چلے گئے تھے ۔ حضرت سودہ رضہ بھی مع اپنی شوہر کے مکہ سے حبش کو ہجرت کر گئی تھی ۔ جب وہ حبش سے واپس آئیں تو مکہ میں انکے شوہر کا انتقال ہو گیا ۔ حضرت خدیجہ رضہ کی وفات کے بعد سنہ ۳ قبل ہجرت میں ان سے آنحضرت صلعم نے نکاح کر لیا ۔ جس سے اس غریب بیوہ کی گذران کی صورت بھی نکل آئی ۔ سنہ [illegible] ہجری میں انہوں نے وفات پائی ۔

یہہ اعتراض کہ آنحضرت صلعم اپنی بیوی سودہ کو پیرانہ سالی کے سبب سے طلاق دینی کے لئے مستعد ہوئے تھے۔ سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے اور جن لوگوں نے ایسی روایتیں کی ہیں وہ اسبات کا ثبوت نہیں دے سکے کہ کس شخص کے پاس آنحضرت م نے ایسا ارادہ ظاہر کیا۔ پس اصل حقیقت جیسا کہ کتب معتبرہ احادیث میں مذکور ہے یہہ ہے کہ خود سودہ ہی نے اپنی پیرانہ سالی کی وجہ سے دل میں یہہ خوف کیا۔ کہ اب میری حالت قابل رغبت نہیں۔ یہی ایسا نہ ہو کہ آنحضرت م باعث طبعی کراہت کے جو نشاء بشریت کو لازم ہے۔ مجھکو طلاق دیدیں اور یہہ بھی ممکن ہے کہ کوئی امر کراہت کا ہی اُس نے اپنے دل میں سمجھ لیا ہو اور اُس سے طلاق کا اندیشہ جم گیا ہو۔ کیونکہ عورتوں کے مزاج میں ایسے معاملات میں کسیقدر وہم اور وسوسہ بہت ہوا کرتا ہے اس لئے اُس نے خود بخود ہی عرض کر دیا کہ میں اسکے سوا اور کچھ نہیں چاہتی کہ آپکی ازواج میں میرا حشر ہو۔ چنانچہ نیل الاوطار کے صفحہ ۴۰ میں یہہ حدیث ہے قال السودہ بنت زلقہ حین اسنت وخافت ان یفارقہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یارسول اللہ وھبت یومی لعایشۃ فقبل ذالک منہا۔ ورواہ ایضاً ابن سعد وسعید ابن منصور والترمذی وعبد الرزاق قال الحافظ فتوارت ھذہ الروایات علی انہا خشیت الطلاق۔ یعنی سودہ بنت زمعہ کو جب اپنی پیرانہ سالی کی وجہ سے خوف ہوا کہ اب میں شاید رسول اللہ صلعم سے جدا ہو جاؤں گی تو اُس نے کہا۔ یارسول اللہ م میں نے اپنی نوبت عایشہ رض کو بخش دی۔ آپ نے اُسکی یہہ درخواست منظور فرمائی۔ ابن سعد۔ سعید بن منصور۔ ترمذی۔ عبد الرزاق نے بھی یہی روایت کیا ہے ، فتح الباری میں لکھا ہے کہ اسپر روایتوں کا توارد ہے۔ کہ سودہ رض کو آپ ہی طلاق کا اندیشہ ہوا تھا۔ اب اس حدیث سے ظاہر ہے کہ در اصل آنحضرت صلعم کا کوئی ارادہ ظاہر نہیں ہوا بلکہ سودہ نے اپنی پیرانہ سالی پر نظر کر کے خود ہی اپنے دل میں یہہ خیال قایم کر لیا تھا۔ اور اسی وجہ سے شہ ہجری میں صرف دو سال کے لئے اپنی باری حضرت عایشہ رض کو بخشدی

اگر بالفرض ان روایات کے توارد اور تظاہر کو نظر انداز کر کے فرض بھی کر لیا جائے کہ آنحضرت م نے طبعی کراہت کے باعث سودہ کو پیرانہ سالی کی حالت میں پا کر طلاق کا

ارادہ کیا تھا۔ تو اس میں بھی کوئی شناعت عقلی نہیں۔ اور نہ یہ امر کسی اخلاقی حالت کے خلاف ہے کیونکہ جس امر پر عورت مرد کے تعلقات مخالطت موقوف ہیں۔ اگر اس میں سے کسی نوع سے کوئی ایسی روک پیدا ہو جائے کہ اُس کے سبب سے مرد اُس تعلق کے حقوق کی بجا آوری پر قادر نہ ہو سکے تو اس حالت میں اگر وہ اصول تقوی کے لحاظ سے کوئی کا کرے تو عندالعقل کوئی جائے اعتراض نہیں۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض

حضرت عائشہ رض حضرت ابو بکر صدیق کی بیٹی تھیں۔ یہی ہیں جو کنواری آنحضرت صلعم کی نکاح میں آئیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جب انکی منگنی آنحضرت ص سے ہوئی تو انکی عمر چھ[1] سال کی تھی۔ اور جب آنحضرت ص کے گھر تشریف لائیں تو ۹ سال کی تھیں لیکن یہ روایت وحی الٰہی نہیں۔ صرف ایک حدیث میں حضرت عائشہ رض سے ایسا مروی ہے چونکہ عرب میں تقویم تیار نہیں ہوتی اور تخمینی عمر میں ایک دو برس کا فرق ممکن ہے۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ انکی عمر میں ایک دو برس کا فرق ہو۔ یعنی ۱۰-۱۱ برس کی ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رض سے آنحضرت ص کے نکاح کا موجب خاص کر یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمام دین کی اشاعت کے لئے ایک کامل مشنری کے طور پر تیار کریں۔ چونکہ زیادہ عمر کی عورتیں اسقدر جلد اور ایسا پورا فائدہ تعلیم و رشد و ہدایت کا نہیں اٹھا سکتیں جیسے وہ عورتیں کر سکتی ہیں جو سن طفولیت سے کاملوں کی صحبت اور تربیت میں رہیں اور حضرت عائشہ کے ناصیہ پر رشد و ہدایت اور نوری استعداد کے آثار نمایاں تھے اور آنحضرت ص کو انکی مستعد اور قابل طبیعت کا حال معلوم تھا ورنہ نکاح آپ کسی اور لڑکی کو مسکنت میں

---

[1] پیرایہ میں اختلاف ہے بعض نے انہوں سے منگنی کے وقت ۷ سال بتائی ہے۔ اور حساب سے وفات کے وقت ۱۰ سال عمر بیشی ہے۔

رکھ نہیں سکتے تھے۔ اس لیئے آپ نے اُن سے شرعی نکاح کا پیغام ڈال دیا۔ اگر صحیح روایات سے ثابت ہو جائے کہ حضرت ابوبکر صدیق رض نے صغر سنی کا عذر کیا تھا تو اُسکی وجہ یہ ہوگی۔ کہ وہ آنحضرت صلعم کی اصلی غرض سے آگاہ نہ ہونگے۔

لیکن آنحضرت صلعم کا قیافہ بالکل ٹھیک نکلا۔ دنیائے اسلام میں جیسی محدثہ۔ فقیہہ۔ عالم فاضلہ اور ذہانت سے مستفیضہ ذہین۔ فہیم تیز طبع نکلی ہیں۔ ایسی نہ کوئی آنحضرت صلعم کی بیویوں میں سے ہوئی۔ اور نہ کوئی دوسری عورتوں سے۔ چنانچہ اُن سے احادیث کثیرہ بلکہ آدھا دین مروی ہے۔

اب ہم ڈاکٹر احمد شاہ کے اعتراضات کی طرف ملتفت ہوتے ہیں۔ آپ کا پہلا اعتراض حضرت عائشہ رض کی صغر سنی پر ہے۔ سو اُس کے جواب میں یہ گذارش ہے۔ کہ اول تو ان کی عمر وحی یا الہام سے ثابت نہیں کہ وفات کے وقت انکی عمر ضرور ۹ سال ہی کی تھی۔ عرب لوگ اُمی ہوتے ہیں۔ اُنکے پاس تقویم جنتری نہیں ہوتی اور نہ ایک دو برس کا فرق اچھی طرح محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ تخمینی بات میں ایک دو برس کا فرق کوئی بڑی بات نہیں۔

اور دوسرے یہ کہ ۹ سال کی عمر میں حضرت عائشہ صدیقہ رض حضرت رسول کریم صلعم کے گھر میں تشریف لے گئی۔ کچھ ضرور نہیں ہے کہ آنحضرت صلعم نے زفاف بھی اس عمر میں کیا ہو۔

تیسرے یہ کہ خواہ انکی عمر ۹ سال ہو یا ۱۰ سال بہرحال حضرت ابوبکر صدیق رض نے بالغ ہونے پر ہی حضرت عائشہ رض کو آنحضرت صلعم کے گھر بھیجا ہوگا۔ بقول تمہارے جو شخص نکاح ہونے کے وقت صغر سنی کا عذر کرتا تھا اور حضرت صلعم کا اُسپر کوئی جبر بھی نہ تھا تو اُسنے [illegible] بیوی [illegible] آپ کی [illegible] انکی بلوغت کے بعد بالغ ہونے پر ہی حضرت عائشہ رض کو آنحضرت صلعم کے گھر میں بھیجا ہوگا۔ خواہ ان کی عمر ۸ سال ہو خواہ نو سال

---

[1] اگرچہ نکاح حضرت عائشہ رض کا ۷ سال میں ہوا تھا۔ مگر حضرت عائشہ رض آنحضرت صلعم کے گھر میں بالغ ہونے پر ۹ یا ۱۰ سال کی عمر میں گئی تھیں

[2] عیسائی لوگوں کی تو الہامی کتابوں میں بہت سی غلطیاں ہیں اور کئی باتیں تخمینی لکھی ہیں۔ عمریں غلط لکھی ہیں انکی غلطی کے موجب جب الہام میں تخمینہ یا غلطی ہو سکتی ہے تو ایک روایت میں تخمینہ کا ہونا کونسی بڑی بات ہے۔

نخاہ ۱۰ آسانی - عورتیں ان امور میں خود بہت اچھی طرح واقف ہوتی ہیں - یہہ عقل میں نہیں آتا کہ حضرت ابوبکر صدیق رض کی بیوی نے بغیر اطمینان بلوغ اپنی بیٹی کو حضرت ص کے گھر میں بھیج دیا ہو - کیونکہ آنحضرت ص کا جبر تو اُن پر کچھہ تھا ہی نہیں - پس اسبات میں سارے جواب آپکے اعتراضات کے آجاتے ہیں -

اور جو تم کہتے ہو کہ فن طب کے موافق ۹ سال کی عمر - عمر بلوغ نہیں ہو سکتی اور اس سال میں، زفاف[لہ] کرنے کو نسخہ عیاشی کا بتلاتے ہو -

اس معاملہ میں آپنے صرف عام لوگوں کو ہی دھوکھو نہیں دیا - بلکہ اپنے پیشہ ڈاکٹری کو بھی دھبہ لگایا اور لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ ایسا ہی جاہل ڈاکٹر ہوتا ہے حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو اور کتابوں میں پڑھتے ہو کہ سن بلوغ مختلف ممالک اور مختلف مزاجوں میں نو سے ۲۳ سال تک ہے اور کم و بیش اس عمر میں عورتوں میں بلوغ اور حاملہ ہونے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے - ڈاکٹر بوتی صاحب جو علوم طبعی اور طبابت کے ماہر اور انگریزوں میں بہت مشہور محقق ہیں وہ لکھتے ہیں کہ گرم ممالک میں عورتیں آٹھ یا نو سال کی عمر میں شادی کے لایق ہو جاتی ہیں - اور حال میں ایک ڈاکٹر صاحب جنہوں نے کتاب معدن الحکمت تالیف کی ہے وہ اپنی کتاب تدبیر بقاء النسل میں بعینہ یہی قول لکھتے ہیں - جو اوپر نقل ہوا - اور صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں - کہ ڈاکٹروں کی تحقیقات سے ثابت ہے کہ نو یا آٹھ یا پانچ یا چھ برس کی لڑکیوں کو بھی حیض آتا ہے - ان کتابوں میں کئی اور ڈاکٹروں کا بھی نام لے کر حوالہ دیا گیا ہے - لیکن ڈاکٹر واہ صاحب کا ایک چشم دید واقعہ لینسٹ نمبر ۱۵ مطبوعہ اپریل ۱۸۸۱ء میں اس طرح لکھا ہے کہ انہوں نے اس عورت کو جنایا جس کو ایک برس کی عمر سے حیض آنے لگا تھا - اور آٹھویں برس حاملہ ہوئی اور آٹھ برس - ۱۰ مہینے کی عمر میں لڑکا پیدا ہوا - مسٹر جان ڈیون پورٹ صاحب ہانسٹنگو کی زبانی یوں نقل کرتے ہیں کہ گرم ملکوں میں عورتیں آٹھ یا دس برس کی عمر میں نکاح

[لہ] زفاف کا حال حضرت تو کسی کے سامنے بیان نہیں کر سکتے کہ مباشرت کی باتیں بیان کرنی شرع میں منع ہیں - حضرت عائشہ رض بھی اسی اصول کے موافق بیان نہیں کر سکتی تھیں - پس اس کی بابت جو کچھہ مروی ہے لوگوں کا خیال ہے -

کے قابل ہو جاتی ہیں۔ پس ان ملکوں میں بچپن اور نکاح کے قابل جوانی گویا ساتھ ہی شروع ہوتی ہے۔ بیس برس کی عمر میں وہ بڑھیا ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب آپ کا یہ خیال کہ نو برس کی لڑکی سے مباشرت کرنا عیاشی یا زنا کے حکم میں ہے سراسر غلط ہے۔ آپکی ایمانداری یہ تھی کہ آپ انجیل کی نص سے اُسکو ثابت کرتے۔ انجیل نے آپکو دھکے دیئے۔ اور وہاں نہ ہاتھ پڑا۔ تو گورنمنٹ کے قانون ۱۲ سالہ کے خیال بہت۔ اعتراض کر دیا۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ گورنمنٹ کے قانون کالوحی من السماء نہیں ہوتے جس میں رد و بدل نہ ہو سکے۔ یہاں بھی پہلے دہ سالہ قانون تھا جس کے موافق گویا نو اور دس سال میں کوئی بڑا فرق نہیں۔ اور اب دوازدہ سالہ مقرر ہوا۔ اگر یہ قانون الہامی اور کالوحی من السماء ہوا کرتے تو ایک ہی ملک میں آئے دن بدلا کیوں کرتے اور ملک ملک کا قانون جدا کیوں ہو؟ گورنمنٹ کے قانون عوام کی درخواست کے موافق اُنکی رسم اور سوسائٹی کی عام وضع کی بنا پر تیار ہوتے ہیں۔ اُن میں فلاسفروں کی طرز پر تحقیقات نہیں ہوتی۔ یوروپ میں خود ہر ایک ملک میں عورتوں کی بالغ ہونے کی نسبت جدا جدا قانون ہے۔ مگر وہ اکثر خیالات کے لحاظ سے قانونی معاملات کے فیصلہ کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ انکا یہ منشا ہرگز نہیں کہ اس سے کم عمر میں کوئی عورت بالغ ہو نہیں سکتی۔

اور عرب اور ہندوستان کے لئے ایک قانون ثابت کرنے کے لئے جو تم کہتے ہو کہ عرب و ہند کچھ بہت مختلف نہیں۔ دونوں میں دوازدہ سالہ کا قانون ہونا چاہئے یہ تمہارا ہیچ کم ہے۔ عرب و ہند کی آب و ہوا میں بہت اختلاف ہے۔ ساری دنیا عرب کو بڑے بھاری گرم ممالک میں سے شمار کرتی ہے۔ عرب کی آب و ہوا۔ عرب کی چستی چالاکی۔ عرب کا نشو و نما۔ پہاڑی ملک۔ وہاں نو سال سے بھی کم عمر میں عورت کا بالغ ہونا ممکن ہے۔ تم عرب کو ہند کے قانون پر عمل کرنے کے لئے جبر نہیں کر سکتے اور نہ تمہارا قیاس ہی ٹھیک ہے اپنے خیال کے موافق تمہاری تسلی کے لئے اسقدر بیان کر دیا گیا ہے۔ یقین ہے کہ اگر تمکو غیرت حیا ہوئی تو فن ڈاکٹری کو چھوڑ چلو بھر پانی میں ڈوب مرو گے۔

اس بقدر مرسل کے سردار کے حق میں آپکا اس طرح بدظنیاں کرنا اور گالیاں نکالنا کہ

نخوذبیوں اور گستاخیوں سے پیش آنا محض شیطانی فعل ہے۔ واقعی ان دو مقدس نبیوں یعنی آنحضرت صلعم اور حضرت مسیح ع پر آپکی طرح بہت افترا کئے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے پہلے نبی کو تو زانی قرار دیا۔ جیسا کہ آپنے اور دوسرے کو (معاذ اللہ) ولد الزنا قرار دیا۔ جیسا کہ پلید طبع یہودیوں نے۔ آپ کو چاہئے کہ ایسے اعتراضوں سے پرہیز کریں۔

کاش کہ آپنے حضرت عائشہ رض کی کم سنی پر تو اعتراض کر دیا۔ جو الہامی کتاب کی بنا پر نہیں بلکہ محض ایک روایت کی بنا پر ہے حالانکہ آپ جانتے ہی ہیں کہ تکمیل نکاح کے واسطے ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم میں بلوغ ہی شرط ہے۔ اگر ہندوستان میں دوازدہ سالہ قانون پاس ہوا ہے۔ تو یہاں کے لوگوں کی خاص حالت، اور وضع کے مناسبت کے خیال سے۔ نہ کہ قدرتی قانون۔ قانون ہند کا پابند ہے۔ آنحضرت صلعم نے پچاس سال کی عمر میں جب کہ آپ پورے توانا۔ قوی۔ اور تندرست تھے معمولی رواج کے موافق درخواست کر کے نکاح کر لیا۔ اور حضرت عائشہ رض جیسی امیر گھر کی اور پرورش یافتہ لڑکی سے کم عمر میں بالغ ہونے پر زفاف کر لیا۔ تو کیا بڑی بات ہے۔ لیکن کم عمر بی بی حضرت مریم ع کا جو خدا کے بیٹے کی ماں تھی ستر برس کے بوڑھے یوسف سے جو کئی بڑی بڑی عمر کے بال بچوں کا باپ تھا کاہنوں کا جبراً منگنی کر دینا یہ آپکی نظر میں عجیب نہ معلوم ہوا۔ حالانکہ یوسف نے اپنے بڑھاپے پر نظر کر کے عذر بھی کیا تھا۔ کہ میرے کئی بیٹے ہیں اور میں بوڑھا ہوں۔ اور یہ لڑکی بہت کم عمر ہے رشتہ میں ڈرتا ہوں کہ اسرائیل کی اولاد مجھکو ٹھٹھا کرے۔ ایسا ہی کا مضمون اس بوڑھے میاں کا عذر نہ سنا اور جبراً مریم کو اوس کے گلے مڑھ دیا۔ حالانکہ اس نکاح میں فایدہ بھی کوئی نہیں تھا۔ کیونکہ اس منگنی سے تین ماہ بعد خود بخود روح القدس سے حاملہ بھی پائی گئی۔

پس دونو واقعات میں عجیب طرح کا فرق ہے۔ حضرت عائشہ رض کے معاملہ میں لڑکی کے باپ نے عام رواج کے موافق اپنی لڑکی کی کم سنی کا عذر کیا یا نہ کیا۔ کیونکہ یہ بات کوئی کلام الہی سے ثابت نہیں۔ لیکن مریم کے نکاح کے معاملہ میں تو اناجیل ستر بہتر برس کا تو یہ ثابت کرتا ہے اور اپنے بڑھاپے اور کثیر الاولاد ہونے کا قوی عذر کرتا ہے۔ اسکا کوئی عذر مانا نہیں جاتا۔ جبراً لڑکی اس بوڑھے میاں کے حوالہ کی جاتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم کو جبراً حضرت یوسف کے حوالہ کئے جانے اور حضرت مریم ؑ کے تین ماہ بعد حاملہ پائے جانے نے یہودیوں کو اُس طعن کے کرنے میں بڑی مدد دی ہے جو وہ حضرت مریم اور مسیح ؑ کی نسبت ناگفتنی فعل کا الزام دیتے ہیں اور اس طعن سے عیسائی لوگ حضرت مریم کو کسی طرح بری نہیں کر سکتے ۔

ہاں ایک اور بات بھی سنتے جاؤ۔ تمہارے خدا کے جد امجد اور جائے فخر حضرت داؤد ؑ نے جس کی طرف خدا کے بیٹے یسوع کو بڑے فخر سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اپنی آخری عمر اور کمال پیرانہ سالی میں ایک لڑکی سے جو حرکت کی وہ بھی تمکو معلوم ہوگی۔ اُس بیماری اور ضعف کی حالت میں اُس خدا کے بیٹے کے دادا سے کچھ ہو نہ سکا ورنہ اُس ننھی سی کنواری لڑکی کو بدن گرم کرنے کے لئے ہی ساتھ سُلا لیا تھا۔ اس واقعہ میں شک ہو تو اپنی پاک اور مقدس کتاب سلاطین کے پہلے باب ۱ تا ۴ کو مطالعہ کرو۔

اور یہ جو تم کہتے ہو کہ ابو بکر رضؓ اس دبدبے سے اپنی لڑکی چھڑانا چاہتا تھا۔ اگر حضرت ابو بکر رضؓ نہ دیتے تو آنحضرت صلعم کا انپر جبر کیا تھا۔ آنحضرت صلعم تو اُن دنوں خود آفات و مصائب کے تیر کا نشانہ اور کس مپرسی کی حالت میں تھے۔ اس حالت میں اگر حضرت ابو بکر صدیق نہ مانتے تو اس میں انکو مجبوری کیا تھی۔ شیعہ لوگ تو حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے ایمان کو بھی (معاذ اللہ) منافقانہ ایمان کہتے ہیں۔ تو تعجب ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلعم سے منافقانہ ایمان رکھتے ہوئے پھر اپنی لڑکی اُس شخص سے بیاہ دے جس کا اسپر کوئی جبر یا زور یا تسلط نہیں تھا۔ یہ تو عقلاً ممتنع اور محال معلوم ہوتا ہے۔ حق یہی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی کی اپنی مرضی بھی یہی تھی کہ اس سرور کائنات سے کسی طرح رشتہ ہو جائے۔ مگر جہالت کے زمانہ کے رواج کی وجہ سے انہوں نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں ایک شبہ پیش کیا تھا کہ میں اسلام میں آپکا بھائی بنا ہوا ہوں۔ تو وہ بوجہ بھتیجی ہونے کے آپکے لئے حرام نہ ہو جسپر آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ انت اخی فی دین اللہ و ھی لی حلال تو میرا بھائی ہے خدا کے دین اور خدا کی کتاب میں اور عائشہ شرعاً میرے لئے حلال ہے۔ یعنی تمہاری اور ہماری اسلامی اور دینی اخوت ہے حقیقی نہیں سو یہ سچا جواب تھا۔ اسپر خواہ مخواہ اعتراض کرنا معترض کی بدطینتی کے سوا اور

کچھ[1] ظاہر نہیں کرتا۔ اور تیسرا عذر اخلاقی جو آپنے بیان کیا ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیق رض کا مطعم بن عدی سے عہد شکنی کرکے آنحضرت صلعم کو بیٹی دینا۔ یہہ لایق التفات نہیں کیونکہ کسی صحیح حدیث کی بنا پر نہیں ہے اور اگر ہوگا تو صرف اسقدر کہ پہلے حضرت ابوبکر صدیق رض کا مطعم بن عدی کو لڑکی دینے کا خیال ہوگا۔ سچ تو یہہ بات ہے ہجرت کے بعد ممکن نہیں تھا کہ وہ خلاف وعدگی کرتے جبکہ آنحضرت صلعم کی طرف سے اُنکو کچھ جبر یا زور نہیں تھا۔ قطع نظر اس کے اگر یہہ بات بالکل تسلیم بھی کرلی جائے تو آنحضرت صلعم کا اسمیں کیا قصور ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے آنحضرت صلعم کے سامنے تو یہہ عذر بیان بھی نہیں کیا۔ ان کے دل ہی دل میں ایک خدشہ پیدا ہوا۔

اور یہہ جو تم کہتے ہو۔ کہ ابوبکر صدیق رض کی آرزو تو یہہ تھی کہ کسی طرح وہ اپنی چھوکری کو اس بڈھے کے پنجہ سے رہا کرائے۔

یہہ نہایت ہی بے انصافانہ اور گستاخانہ کلمہ ہے کیا آپکو معلوم نہیں کہ جیسے حضرت ابوبکر صدیق رض آنحضرت صلعم کے وفادار۔ جاں نثار اور فرمانبردار صحابی تھے دنیا میں اُس کی کوئی نظیر ہی نہیں۔ یہاں تک کہ **یار غار** کا لفظ اعلے درجہ کی دوستی و اتحاد کے لئے ایک ضرب المثل ہی بن گیا ہے۔ پس ایسا جان نثار صحابی رض جو جان و مال اور عیال اور خاندان کو آپ صلعم پر نثار کئے تھا۔ کسی طرح سمجھ میں نہیں آسکتا۔ کہ آپ کو ایک بیٹی دینے سے دریغ کرتا۔ شاید آپنے آنحضرت صلعم کے صحابہ کرام کو یسوع کے حواریوں کی طرح سمجھ لیا ہوگا۔ جو ساری عمر بے ایمان و ضعیف الاعتقاد رہے اور آخر کار ایک یار نے ۳۰ روپے رشوت لیکر اسکو پکڑوا دیا اور باقی کے سب تتر بتر ہوگئے۔ اور سب سے بڑے میاں پطرس نے عدالت میں تین دفعہ مسیح کا انکار کیا اور قسم کھائی اور لعنت بھی کی۔ اور یہی بولا کہ میں یسوع کو نہیں جانتا۔ جیسا کہ آگے مفصل بیان کیا جائیگا۔

حضرت رسول کریم صلعم کے اصحاب تو بلا کسی غرض نفسانی کے آنحضرت صلعم پر سچا

---

[1] انجیل کے بموجب تمام عیسائی خدا کے بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔ پس یہہ کیا بات ہے جو حضرت ابراہیم نے اپنی علاتی بہن سے نکاح کیا (پیدائش ۲۰ باب) ×

ایمان لائے ہوئے تھے اور ایمان ہی کی بدولت اُنہوں نے گھربار۔ مال و عیال سب کچھ چھوڑ دیا تھا اور آنحضرت صلعم کا ایسا ساتھ دیا تھا کہ دنیا میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔ چنانچہ نہایت لائق ولیم میور اور ہسٹنگس صاحب اپنے ابن الوقت یاروں اور آنحضرت صلعم کے یاروں کا مقابلہ کر کرکے مر مٹتے اور شرمندہ ہوتے ہیں کہ یسوع کے سب یار محض دنیاوی اور آسمانی بادشاہت کے لالچ سے ایمان لائے ہوئے تھے۔ اور حضرت رسول کریم صلعم کے یار سچے اور صادق مسلمان ہوئے ہوئے تھے۔ پس ایسے خالص ایمان والے اول درجہ کے اشخاص کی نسبت سوائے پاگل کے کوئی خیال کر سکتا۔ کہ انہوں نے ایک معمولی لڑکی دینے میں تامل کیا ہو۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

حضرت عایشہ رض کی بریّت

غزوہ بنی مصطلق سے واپس آتے وقت مدینہ تھوڑی دور قریب تھا کہ حضرت عایشہ رض صدیقہ کو قضاء حاجت کے لئے پڑاؤ سے باہر جانا پڑا اور لوگوں کی نگاہ سے بچنے کی غرض سے وہ پڑاؤ سے بہت دور چلی گئیں۔ وہاں اُن کے منکوں کا ہار جو چلتے وقت اپنی بہن اسماء سے مستعار لائی تھیں۔ ٹوٹ کر گر پڑا۔ یہہ وہاں ڈھونڈنے لگ گئیں۔ اندھیرے میں ڈھونڈتے بہت دیر لگ گئی۔ کہ اسی اثنا میں قافلہ وہاں سے چلا گیا۔ ان دنوں حضرت عایشہ رض بیمار سی اور بہت دبلی پتلی تھیں۔ ہودج کی وزن میں کچھ تفاوت معلوم نہیں ہوا۔ ساربان سمجھا کہ یہہ اپنے کجاوے میں بند ہیں۔ ہودج کا بند اونٹ پر لادا۔ واپس تشریف لائیں تو وہاں کسی کو نہ پایا۔ اس خیال سے کہ آخر کوئی نہ کوئی مجھے ڈھونڈنے آئیگا اپنی جگہ بیٹھ گئیں۔ لشکر کے پیچھے ایک آدمی رہا کرتا ہے جو لوگوں کی گری پڑی چیز اُٹھا لیتا ہے۔ اتفاق سے وہ آدمی صفوان بن معطل تھا۔ یہہ شخص عابد و زاہد اور دیانتدار آدمی تھا اور اس وجہ سے اسکو آنحضرت صلعم نے اس خدمت پر مامور کر رکھا تھا۔ کہ لوگوں کی گری گرائی چیز اُٹھا کر اُس کے مالک کو پہونچا دیا کریں۔ جب وہ

وہاں آیا تو دور سے آدمی کی پرچھائیں دیکھ کر اس نے آواز دی اور معلوم کیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رض ہیں آپ [illegible] بہت افسوس کیا اور ام المومنین عائشہ کو سوار کر لیا اور مہار ہاتھ میں لے کر آگے آگے چلا ۔ بات تو اتنی تھی ۔ منافقین کو گفت و شنید کا موقع ملا ۔ سب سے زیادہ عبد اللہ بن ابی منافق نے اسکا چرچا کیا ۔ اور بعض سیدھی مزاج مسلمان بھی اس کے ساتھ [illegible] آ گئے ۔ [illegible] حضرت [illegible] بھی کچھ عرصہ تک [illegible] وحی سے معلوم ہو گیا ۔ [illegible] محض افترا اور بہتان ہے ۔ غیب [illegible] ہو گیا ۔ [illegible] واقعات [illegible] اگر اسی قسم کے واقعات سے بدظنیاں پیدا ہونے لگیں [illegible] بیہودہ بالکل نہیں اور جیسے تکلف ایک دوسرے کے گھر وہ آ جا سکتے ہیں [illegible] زیادہ بدظنی ہو سکتی ہے اور سب کے چال چلن مشتبہ کیے جا سکتے ہیں ۔ [illegible] بغیر ثبوت کسی بہتان کو تسلیم نہیں کر سکتا ۔ آپ جانتے ہیں [illegible] کسی امر کا ثبوت نہیں ہو سکتا ۔ اس قدر غلط واقعات پر صرف گواہوں کی اس اتہام کا گواہ کوئی بھی نہیں ہے جس نے آنکھوں سے کوئی برائی دیکھی ہو ۔

باقی رہے چال چلن پر صفائی کے گواہ ۔ حضرت رسول کریم صلعم نے حضرت علی سے پوچھا تو انہوں نے بریدہ پر شہادت حوالہ کی جو سب حالات خانگی سے واقف تھا ۔ سو اس نے یہی یہی جواب دیا ۔ تو خدا کی قسم میں نے اس میں کبھی کوئی ایسی بات نہیں دیکھی ۔ جس سے مجھکو کسی قسم کا شک ہو ۔ البتہ وہ خرد سال ہونے کی وجہ سے ایسی غافل ہو کر سوتی ہے کہ بکری آ کر خمیر کیا ہوا آٹا کھا جاتی ہے ۔ ام المومنین زینب بنت جحش سے دریافت کیا گیا [illegible] باوجودیکہ آپکی سوکن تھی ۔ اور اپنے تئیں حسین و صاحب جمال اور عالی خاندان ہونے کی وجہ عائشہ رض کے برابر خیال کرتی تھی ۔ یہی جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلعم میں اس بات کے کہنے سے [illegible] نے کبھی دیکھا نہ کبھی سنا ۔ بچنا چاہتی ہوں خدا کی قسم میں نے اس پر کبھی خیر و خوبی کے سوا کچھ نہیں دیکھا سنا ۔ صفوان بن معطل [illegible] کے گھر میں داخل ہونے ہی نہیں رو ماکان یدخل [illegible] حضرت اسامہ بن زید سے دریافت کیا گیا ۔ انہوں نے بھی حضرت

ماں اور باپ دونو کی طرف سے وہ خاندان بنی امیہ سے تہیں۔ اُنکا پہلا شوہر عبید اللہ بن حجش تہا جو پہلے مسلمان ہو گیا تہا۔ اور جب حبش کو دوسری بار لوگ ہجرت کرنے لگے وہ بہی اپنی بی بی ام حبیبہ کیساتہہ ملک حبش کو چلا گیا تہا۔ وہاں جاکر عبید اللہ تو عیسائی ہو گیا مگر حضرت ام حبیبہ مذہب اسلام پر قایم رہیں۔ باوجودیکہ اُسکا باپ ابو سفیان مکہ کا سردار تہا۔ اور اُس کا خاوند عیسائی ہو گیا۔ پہر بہی اسکا اسلام پر قایم رہنا واقعی اُس کے زبردست ایمان کی تصدیق تہی عبید اللہ کے مرنے کے بعد آنحضرت صلعم نے نجاشی بادشاہ حبش کو بطور ولی قرار دیکر کہلا بہیجا کہ آپ کا نکاح ام حبیبہ سے کرے۔ چنانچہ سنہ ۶ ہجری میں بمقام حبش ام حبیبہ کا نکاح ہوا اور آنحضرت صلعم کی طرف سے نجاشی نے مہر ادا کیا۔ اسوقت ام حبیبہ کی عمر ۳۷ سال تہی اور آنحضرت صلعم کی عمر ۶۰ سال تہی۔ بعد نکاح کے حضرت ام حبیبہ ملک حبش سے آئیں اور آنحضرت صلعم کے پاس رہیں اُنکی وفات سنہ ۴۴ ہجری میں ہوئی۔ جب کہ انکی عمر ۷۴ سال کی ہو چکی تھی۔

اس نکاح سے آنحضرت صلعم کی غرض مکہ والوں کی شورش کا کم کرنا بہی تہا اور ام حبیبہ کی نوازش اور خبر گیری تہی۔ شائق صاحب نے جو لکہا ہے کہ اُسکا باپ ابو سفیان مکہ کا سردار تہا جو بیبیوں بیواؤں کو پال سکنے کی مقدرت رکہتا تہا۔ یہہ سچ ہے لیکن بوجہ مسلمان ہو جانے کے وہ اپنی بیٹی کی خبر گیری نہیں کرتا تہا۔ بلکہ دشمن ہو گیا تہا۔ اگر کیا کرتا تو اپنی بیٹی اور داماد کو مکہ سے جلا وطن ہی کیوں ہونے دیتا۔

حضرت اُمّ سلمہ رض

حضرت ام سلمہ رض جنکا اصلی نام ھند تہا۔ اُنکی ماں کا نام عاتکہ ہے جو قبیلہ بنی کنانہ میں سے تہیں۔ مگر یہ عاتکہ عبد المطلب کی بیٹی اور آنحضرت صلعم کی پہوپہی نہیں تہیں بلکہ اُن کے باپ کا نام عامر تہا۔ حضرت ام سلمہ کے باپ حذیفہ تھے۔ جنکی کنیت ابو امیہ تہی اور عرب کے مشہور فیاض شہسوار لوگوں میں گنے جاتے تھے۔

حضرت ام سلمہ رض کے پہلے شوہر ابو سلمہ بن عبد اللہ مخزومی تھے۔ وہ اُن کے شوہر

دونو مسلمان ہو کر ملک حبش کو ہجرت کر گئے تھے وہاں ان سے ایک لڑکی زینب نامی پیدا ہوئی
اس کے بعد ایک اور لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام درّہ تھا اور دو لڑکے مسلمہ اور عمر بھی اسی نکاح
سے پیدا ہوئے تھے۔

ابو سلمہ رض جو جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ جب انہوں نے سنہ ۴ ہجری میں وفات
پائی۔ تو حضرت ام سلمہ رض کا نکاح رسول خدا صلعم سے ہوا۔ اس وقت انکی عمر ۲۶ سال کی تھی اور
آنحضرت صلعم کی ۵۷ سال کی۔ حضرت ام سلمہ رض نے سنہ ۶۳ ہجری میں بعد وفات آنحضرت صلعم
کے وفات پائی۔ اور انکی عمر ۸۴ سال کی تھی۔ اس حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی ولادت سنہ ۲۱
قبل ہجرت ہوئی تھی۔ ان سے ۳۷۸ حدیثیں مروی ہیں۔

ایک ضعیف سی روایت میں آیا ہے کہ پہلے حضرت ام سلمہ سے حضرت ابوبکر عمر نے بھی
پیغام نکاح بھیجا تھا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے اور اگر ہو بھی تو ممکن ہے کہ حضرت ام سلمہ رض نے بعض
وجوہات سے نامنظور کیا۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ حضرت ابوبکر رض کی فضیلت
انکی نظر میں کچھ نہیں تھی۔ نکاح کے لئے کسی شخص کو منتخب کرنا امر دیگر ہے اور کسی کی فضیلت کا قائل
ہونا امر دیگر۔

رشک بیجا کے دور کرنے کے لئے دعا مانگنے کی روایت اگر صحیح بھی ہو تو اس میں بھی طعن
کی کیا بات ہے؟ اور حضرت ام سلمہ رض کے نکاح میں انکے بال بچوں کی پرورش کا ذمہ آنحضرت صلعم
اٹھاتے ہیں۔ (مدارج جلد دوم ۲۰۷) دشمنان دین اور شائق اعتراضات نے اس بات کا اپنی کتاب
میں ذکر تک نہیں کیا۔

حضرت زینب ام المساکین رضی اللہ عنہا

حضرت زینب جو بسبب اپنی فیاضی کے ایام جاہلیت میں ام المساکین کے لقب سے مشہور تھیں
قبیلہ بنو ہلال سے ہیں۔ ان کے باپ کا نام خزیمہ بن حرث اور ماں کا نام ہند بنت
عوف تھا۔ ان کا پہلا شوہر عبداللہ بن جحش اسدی تھا جب جنگ میں مرنے کے بعد ان کا نکاح سنہ ۳ھ

بھی چن لیا۔

آپ کس خیال میں ہیں ہوش تو کرو۔ قرآن شریف کے رو سے بے شک ہم حضرت مریم کو بتول۔ عابدہ۔ زاہدہ۔ مقدسہ۔ مطہرہ۔ صادقہ اور قانتہ ثابت کرتے ہیں اور وہ ہیں بھی ایسی ہی۔ مگر آپکی محرفہ انجیل کے رو سے جو کچھ حضرت مریم کی نسبت ثابت ہوتا ہے وہ بھی تو [illegible] سن لیجئے۔

اجی میاں! تم فخر کس مریم پر کر رہے ہو۔ اسی مریم پر جو حضرت مسیح پر ایمان نہیں لائی۔ اور جسکو مسیح صاف الفاظ میں دھمکا کر کہتے ہیں۔ کہ **اے عورت تجھکو مجھ سے کیا کام ہے**۔ جس کی نسبت آپکا پادری مفسر لکھتا ہے۔ کہ اس سے بڑھکر توہین کا کلمہ اور تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ جو حضرت یسوع مسیح نے اپنی ماں کی نسبت استعمال کیا۔ اور کیا یہ وہی مریم نہیں جس کی نسبت حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ کون ہے میری ماں یا میرے بھائی؟ اور اپنی ماں کو خدا کی مرضی سے باہر نکالکر یوں کہتے ہیں کہ جو کوئی خدا کی مرضی پر چلتا ہے۔ میرا بھائی اور میری بہن اور ماں وہی ہے۔ اور کیا یہ وہی مریم نہیں جسکے بیٹے بھی حضرت مسیح پر ایمان نہیں لائے (لوقا باب ۵) اور یہ وہی ماں نہیں جو اپنے بیٹوں سمیت مسیح کو بے خود دیکھکر پکڑنے کو نکلی (لوقا باب ۵ و ۱۰ باب ۲۰ مرقس ۳ باب ۲۱) پس اس مریم پر اتنا فخر کرتے ہو اور اسکی نسبت حق الامر کہنے سے توبہ کراتے ہو۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

حضرت حفصہؓ حضرت عمرؓ کی بیٹی تھیں۔ انکی ماں کا نام زینب بن مظعون تھا جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے ہجرت کی تھی۔ حضرت حفصہؓ کے پہلے شوہر کا نام خنیس ابن حذافہ تھا۔ جنہوں نے حضرت حفصہ کے ساتھ ہجرت کی تھی اور جنکا انتقال بعد غزوہ بدر کے ہوا۔ خنیس کے انتقال کے بعد انکا نکاح سنہ ۳ ہجری میں رسول خدا صلعم سے ہوا۔ اسوقت انکی عمر ۲۱ سال کی تھی اور رسول خدا صلعم کی عمر ۵۶۔ انکا انتقال سنہ ۴۵ ہجری میں بعد وفات

آنحضرت م کے ہوا۔ اُسوقت انکی عمر ۳۶ سال کی تھی اسی حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی ولادت ۱۸ سنہ قبل ہجری میں ہوئی۔

بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت م نے حضرت حفصہ رض کو طلاق رجعی دیدی تھی مگر یہ معتبر نہیں اور اس روایت کی اسناد میں ایک سلمہ بن کہیل شیعہ مذہب کا راوی ہے جس کی روایت حضرت عمر رض کی بیٹی کی نسبت قابل اعتماد نہیں۔

اگر بعض وجوہات خاصہ کی بنا پر عبرت و تنبیہ کے لئے طلاق رجعی دے بھی دی ہو تاہم کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔

اما اگر آنحضرت م خلیفہ ثانی کے ساتھ رابطہ محبت و اتحاد قوی کرنے کے لئے حضرت حفصہ کے ساتھ نکاح کرنے کے خواہاں ہوئے۔ اور کسی کے ساتھ کسی بات کا تذکرہ نہ کیا اور حضرت ابوبکر رض نے اس خیال سے کہ جب تک آنحضرت م کا ارادہ ظہور میں نہ آئے۔ با اپنے ارادہ سے رک جائیں۔ حضرت عمر رض کی بات کی نسبت کوئی جواب نہ دیا۔ تو اس میں بھی کوئی اعتراض کی بات نہیں بلکہ ادب و اخلاق ایسا ہی چاہتا ہے کہ جب تک ایک شخص کی بات کا فیصلہ نہ ہولے۔ دوسرا سلسلہ جنبانی نہ کرے۔

اور جیسا کہ بقول تمہارے حضرت حفصہ خوبصورت۔ جوان اور بہ صفت موصوف نہیں تو حضرت عثمان کو ان کے ساتھ نکاح کرنے اور ام کلثوم سے نہ کرنے میں کیا مضایقہ تھا۔ مگر خواہ مخواہ اعتراض کرنا آپ ہی کا خاصہ ہے۔

اور حضرت ابوبکر رض کے انکار پر اگر حضرت عمر رض خفا ہوئے تو اس میں کیا جائے طعن ہے انہوں نے منظوری کی امید پر ایک بات کہی۔ نہ ماننے کو ناگوار خیال کیا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام حبیبہ رض کا اصلی نام رملہ تھا۔ انکے باپ کا نام ابو سفیان اور ماں کا نام تہا

لہ آنحضرت م نے اصحاب اربعہ کے ساتھ تعلق قریب اس لئے پیدا کئے کہ تا کامل اتحاد و یگانگت پیدا ہو۔ چنانچہ دو صاحبوں (ابوبکر و عمر رض) کی لڑکیاں لیں اور دو صاحبوں (حضرت عثمان و علی) کو دیں

عایشہ رضہ کی عفت و عصمت بیان کی ہے اور کہا کہ یا رسول اللہ صلعم مجکو سوائے پاکی اور بہتری کے اور کچھہ خیال میں نہیں آتا۔ حضرت علی رضہ نے اگرچہ حضرت بریرہ پر شہادت دی مگر وہ خود بہی کوئی شبہ پیش نہیں کر سکے۔ حضرت عمر خطاب رضہ اور حضرت عثمان رضہ جیسے جلیل القدر صحابہ رضہ جو یسوع کے حواریوں سے بدرجہا عالم و فاضل اور اعلےٰ درجہ کے دیندار متقی آدمی تہے نیز خوبی اور طہارت ذیل کی شہادت دیتے ہیں۔ حضرت عایشہ رضہ اپنی بریت زور کے ساتہ بیان کرتی ہے۔ صفوان بن معطل صاف انکاری ہیں۔ الزام لگانے والے گواہ ہونے او وجود اتہام بیان کرنے سے عاجز لولا یاتون علیہ باربعۃ شہدا۔

۲) ناحق کے اتہام لگانے والے حد قذف کے سزایاب۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عایشہ رضہ کی بریت پر وحی بہیجی ہے اسپر بہی اگر کسی بے ایمان کو شبہ ہی رہے تو وہ جانے اور اسکا ایمان۔ ہم اس سے زیادہ کچھہ نہیں کہہ سکتے۔

آپ کا یہہ فرمانا کہ آنحضرت صلعم ایک ماہ تک تردد میں کیوں رہے۔ اسکی وجہ یہہ تہی کہ آپ بہی آخر بشر ہی تہے۔ خدا کے بیٹے نہ تہے۔ نہ کہ دعوی غیب دانی ہوتا۔ بشریت کی وجہ سے آپ کو بہی تردد لاحق ہوا۔ مگر آہستہ آہستہ معاملہ کی تفتیش فرماتے رہے۔ وہ بے قصور عورت کو یک لخت نہیں چہوڑ سکتے تہے۔ اگر واقعی تحقیقات سے یا الہام الہی سے یہہ الزام ثابت ہو جاتا۔ تو یقیناً آپ چہوڑ دیتے۔ لیکن نہ تو تحقیقات ہی کے رو سے جرم ثابت ہوا نہ الہام الہی سے بلکہ بڑے زور شور سے حضرت عایشہ رضہ کی بریت میں وحی نازل ہوئی اور اسکے بعد آپکو کامل تیقن ہو گیا۔ اتہام لگانے والوں کو سزا دی گئی۔ اور حضرت عایشہ رضہ کی ہر طرح بریت ثابت ہوئی۔

ف خدا تعالیٰ اگر چاہتا تو معاً یہہ معاملہ ہوتے ہی حضرت عایشہ رضہ کی بریت کی آیات نازل فرماتا۔ لیکن اسمیں ایک حکمت تہی معصومین و منافقین کی جانچ تہی۔ دوسرے کاملین کا امتحان تہا۔ تیسرے دنیاوی طور پر تحقیقات ہو چکنے کے بعد ناساختہ سرچیہ ہوتی تہی تا کہ عام لوگوں کو کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے۔ اگر اسوقت آیات بریت اترتیں تو لوگ اسمیں اور بہی افترا اور جعل کا الزام قایم کرتا۔ جیسا کہ اسکی عادت ہے اس لئے حکمت الہیہ نے حضرت عایشہ رضہ کی دنیاوی طور پر وہ ہی بریت ظاہر کرکے بذریعہ الہام منکشف کیا۔ جو تہمت پاک اور نیک لوگوں کو الزام لگتا ہے تو دنیا میں انکی اور بہی بریت ظاہر ہوتی۔

حضرت رسول کریم صلعم کو بشریت سے بڑھکر دعویٰ نہ تھا مگر یسوع جس کو آپ لوگ خدا یا خدا کا بیٹا مانتے ہیں ہر طرف یہودیوں کے خوف سے بھاگا پھرتا ہے۔ کاش کہ اگر اسے خبر ہوتی کہ میں نے ابھی تین سال کے بعد کفارہ ہونا ہے تو ایسی بزدلی اور اضطراب کیوں دکھاتا پھر یہود اسکر یوطی کو معجزات کی طاقت بھی دی اسے حواریوں میں بھی منتخب کیا اور آسمانی بادشاہت میں تخت پر بیٹھنے کا وعدہ بھی دیا اور اتنا نہ جانا کہ یہ شخص ۳۰ روپیہ رشوت لیکر مجھکو پکڑوا دے گا اس سے جھوٹا وعدہ کیوں کروں۔ ایسا ہی حضرت مسیح نے آسمانی بادشاہت اور قیام قیامت کا وعدہ اپنی زندگی میں فرماتے رہے۔ حالانکہ سب جھوٹ تھا۔ پس جبکہ خدا کے بیٹے سے مقدس بشریت علیحدہ نہ ہوا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف خدا تعالیٰ کے بندے اور رسول ہی تھے۔

الزامی جواب

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب نے جو ابن اللہ کی ماں مریم کا سچا ذکر الزامی طور پر اپنی کتاب میں کیا ہے اس پر آپ بہت منہ آتے ہیں اور جامہ سے باہر ہو گئے ہیں۔ حالانکہ تحقیقی اور اعتقادی طور پر حضرت مریم کو مقدسہ اور مطہرہ ماننا امر دیگر ہے اور الزامی طور پر عیسائی مذہب کے موافق مریم کی حالت کا نقشہ پیش کرنا امر دیگر۔ انجیل سے جو کچھ مولوی نور الدین صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہی آمنّا وصدّقنا کہنے کے لائق ہے۔ یعقوب کا بیٹا یوسف ۷۰-۸۰ برس کا بوڑھا اور از کار رفتہ جس سے مریم اس کے گلے منڈھی گئیں۔ اکٹھا ہونے سے پیشتر منگنی ہی کی حالت میں وہ حاملہ پائی گئی۔ یوسف بدظن ہو کر اسے نشر نہیں کرتا۔ بلکہ چپکے سے چھوڑنا چاہتا ہے (متی ۱ باب ۲۰) ان باتوں کے بعد بجز خوش اعتقادی کے کون شخص یہ دعوے کرسکتا ہے کہ حضرت مریم رضؓ اس الزام سے جو یہودی انکی نسبت لگاتے ہیں بری ہو سکتی ہے۔ مولوی نور الدین صاحب بالکل سچ فرماتے ہیں کہ دو عورتوں پر زنا کا اتہام لگا۔ ایک کی نسبت اتہام لگانے والے وجہ الہام سے ہی مجبور ہے۔ دوسری کے لئے کنوارپنے میں لڑکا

ہیں، آنحضرت صلعم سے ہوا اُس وقت اُنکی عمر ۳۹ سال کی تھی اور رسول خدا صلعم کی عمر ۵۶ سال۔ مگر وہ حضرت صلعم کے پاس صرف ۸ ماہ رہکر آنحضرت صلعم کی زندگی بعد سنہ ۲۰ ہجری میں رنگرائے عالم بقا ہوئیں۔ انکی عمر اسوقت ۳۰ سال تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی ولادت ۳۶ قبل ہجرت واقع ہوئیں۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت زینب رضہ نے اپنا نفس آنحضرت صلعم کو ہبہ کر دیا تھا یعنی بے مہر نکاح میں آئی تھیں۔ مگر یہہ روایات ہرگز قابل تسلیم نہیں ہیں کیونکہ جن ازواج مطہرات کے ساتھہ آنحضرت صلعم کا نکاح ہوا۔ اور اُن کا مہر ادا کر دیا گیا۔ ان میں یہہ بھی داخل ہیں۔ اور اس امر پر محدثین کا اتفاق ہے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

بنی مصطلق کے رئیس حارث کی بیٹی تھیں۔ جب بنی مصطلق کو شکست ہوئی اور اُن میں سے بہت آدمی اسیر ہو کر آئے تو جویریہ بھی انہی میں تھیں۔ یہہ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی تھیں۔ اُنہوں نے رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر پہلے تو اپنا اسلام ظاہر کیا اور پھر کہا کہ میں ثابت بن قیس کی حصہ میں آئی ہوں۔ وہ مجھے روپیہ لیکر چھوڑنا چاہتے ہیں۔ آپ میری دستگیری فرمائیں۔ آپ نے فرمایا میں اس سے بہتر تیرے ساتھہ سلوک کرتا ہوں۔ اگر تو منظور کرے۔ اُنہوں نے پوچھا کیا۔ آپ صلعم نے فرمایا میں تجھے آزاد کر کے اپنے نکاح میں لے لونگا۔ یہہ سنکر اُنہوں نے منظور کر لیا۔ آپ نے اُسی وقت ثابت بن قیس کو روپیہ دیکر اُن سے نکاح کر لیا۔

جب مسلمانوں نے [illegible] سنا تو انہوں نے بھی اپنے سب قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ اور کہا کہ اب [illegible] ہوگئی۔ اب مناسب نہیں۔ کہ وہ بھی اس غلامی کی ذلت

[illegible] ولیکن بنی مصطلق کے سارے قیدیوں کو یکا یک آزاد کر دینا قیاس میں نہیں آتا کیونکہ لوگ اپنے [illegible] بلکہ آزاد کر لیا۔

میں رہیں۔ اور آزاد نہ کر دیئے جائیں۔ حضرت عائیشہ رضہ فرماتی ہیں کہ حضرت جویریہ رضہ سے بڑھکر کوئی عورت زیادہ برکت والی ثابت نہیں ہوئی جس کے نکاح کی یہہ برکت ہوئی ہو کہ اُسکی قوم کے سو سے زیادہ آدمی آزاد ہو گئے ہوں۔

اسی قدر صحیح ہے اور باقی روایات سب غلط اور غیر معتبر ہیں۔

حضرت صفیہ رضہ

جنگ خیبر میں قبیلہ بنی نضیر کا سردار کنانہ مارا گیا۔ اُس کے اہل و عیال اسیر ہو گئے۔ ان قیدیوں میں سے اُسکی بیوی صفیہ رضہ نے اسلام قبول کر لیا اور بعد میں جناب رسول اللہ صلعم کے نکاح میں آئیں۔ بخاری وغیرہ معتبر کتب میں ان روایات میں سے کوئی بھی نہیں۔ باقی واقدی وغیرہ کی سب روایات مسلمان خود معتبر نہیں سمجھتے۔ بلکہ واقدی کو محققین نے حاطب اللیل کا خطاب دیا ہے۔

اور حیی بن اخطب کے قتل اور یہود کی شکست پر جو تم ہمدردی ظاہر کر رہے ہو۔ یہہ تمہاری طینت کا خاصہ ہے۔ ورنہ شریروں اور مفسدین فی الارض کا کوئی بھی ساتھ نہیں دیتا۔ کیا خیبر کی یہودی وہی لوگ نہیں تھے۔ جنہوں نے خندق کی لڑائی میں قریش کو چڑھائی کے واسطے اکسایا تھا اور خود بھی اُنکے ساتھہ شریک تھے۔ اسکے علاوہ مسلمانوں کے سخت مخالفوں بنی غطفان اور بنی اسد کے

---

[1] اگر ان روایات کو مان بھی لیا جائے تاہم تمہاری ان ذکر کردہ روایات کے موجب صفیہ رضہ کا اسلام لانا ثابت ہوا اور آنحضرت صلعم کا اسکو آزاد کرنا اور آزادی کو مہر ٹھہرانا بھی ثابت ہے۔ اسکے ساتھہ نکاح اور نکاح کا ولیمہ کرنا بخاری میں ثابت ہے باقی رہا صفیہ کا پہلی منزل پر صحبت سے منع کرنا اُس کا کوئی خاص باعث ہوگا ورنہ اگر وہ ناراض ہوتی تو پہلے نکاح پر ہی راضی نہ ہوتی اور نہ دوسری منزل پر وہ بات قبول کرتی۔ اور ابو ایوب کا پہرہ دینا اگر صحیح بھی ہو تو انہوں نے اپنے خیال کے بموجب نبی صلعم کی خیر خواہی کے جوش میں ایسا کیا ہوگا۔ ان باتوں کو حسن نکاح سے کوئی تعلق نہیں ہے اور باقی آنحضرت صلعم کا زفاف وغیرہ کی بابت ارادہ ظاہر کرنا یہہ عقلاً محال معلوم ہوتا ہے کہ ایک آدمی بیسویں صدی کا امی کہلاتا ہو اور تمام لوگوں پر اپنی لیاقت متانت وقار و تہذیب ظاہر کرنا چاہتا ہو۔ رعب اور ہیبت اور سطوت کا خواستگار ہے سنجیدگی اور متانت کو یکلخت چھوڑ کر ایسی باتیں کرے۔ یہہ سب متعصب لوگوں نے اپنے خیال کے موافق سمجھکر ایسا روایت کر دیا۔

سا نہ بھی ان کا ساز باز تھا۔ اور اپنے مستحکم قلعوں کے گھمنڈ اور مذکورہ اسباب کے لحاظ سے نہایت مردانہ طریق پر مسلمانوں کی مخالفت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلعم پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے تھے۔ کہ حفظ ماتقدم کے طور پر انکی سخت سے سخت شرارتوں کا بدلہ دینے کے لئے انپر چڑھائی کی گئی اور وہ شریر الطبع اپنی کیفر کردار کو پہنچے۔

کیا انہوں نے آنحضرت صلعم کی ہلاکت اور بیخکنی میں کوئی دقیقہ نا مرعی رکھا تہا۔ کیا وہ آنحضرت صلعم پر حملہ کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ پس کیا اگر وہ حقیقی خدا پرستوں کی جماعت کو تباہ اور برباد اور نیست و نابود کر دیتے۔ تو آپ خوش ہوتے۔ اور جب ظالموں اور شریروں کو انکی بدیوں کی سزا ملی (جیسا کہ تورات میں بہی حضرت موسی و یشوع وغیرہ دیتے رہے ہے) تو تمکو انپر افسوس اور ان سے ہمدردی ہوئی۔ کاش! تمہاری اس ذلیت اور اوقات اور انصاف پر۔

اگر تم غور کرو تو سارے پیغمبر مثلا اور خدا کے دین کے برخلاف اُٹھ کھڑے ہونے والوں اور اللہ کی راہ میں لوگوں کو حق سے روکنے والوں کے لئے چٹان بن جانے والوں کو سزا دیتے رہے ہیں (سنتہ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنتہ اللہ تبدیلا) انبیاء سابقہ حضرت موسی و یشوع و داؤد وغیرہ کے زمانہ میں بھی یہی دستور رہا ہے اور تو خدا کے دستور میں رد و بدل کبھی نہ پائیگا۔ پس جو کچھ حیی بن اخطب اور اسکی قوم پر گذرا اُنکی شرارتوں کی سزا اور بدکاریوں کی پاداش تھی اگر وہ حق پر ہوتے۔ تو ضرور نبی کے مقابل جو حق[1] کا دعوی کرتا تہا انکو مدد ملتی۔ لیکن وہ سب کے سب خاسر و خائب شکستہ اور ذلیل اور تباہ اور خوار ہوئے۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ وہ حق نمایاں ہو گیا اور باطل نیست و نابود ہو گیا۔ باطل نیست و نابود ہی ہونے والا ہے۔

آنحضرت صلعم کا دعوی مثیل موسیٰ ہونے کا تہا اور مثیل موسیٰ کی بشارت میں یہہ بہی لکھا ہے کہ جو اس نبی کی نہ مانیگا خدا اُس سے مواخذہ کرے گا (استثناء ۱۸ باب) اس بشارت کے موافق آنحضرت صلعم

---

[1] آنحضرت نے حیی بن اخطب کو کہا کہ کیا خدا نے تجھے خوار نہ کیا یہہ حق کے غلبہ کی بڑی دلیل اسپر ظاہر کی گئی تہی۔ پس کیا تو حق کے مقابل میں آ کر ہلکا چور نہیں ہوا اور حق کے مقابل شکست پا کر اپنا باطل ہونا ثابت نہ کر دیا اور کیا حق کی مخالفت پہ تجلی قہر کی ناکہ لگی تجہے جلا کر بہسم کیا یہہ تو ایک حق کی مسلمہ حقیقت کا اظہار تہا۔

نے حی بن اخطب کو یاد دلایا - کہ کیا حق کی مخالفت میں تجہہ سے سوا افسوس نہ ہوا اور تیری ذلت ظاہر نہ ہوئی - فتفکروا یا اولی الالباب ؎

حضرت میمونہ رض

صلح حدیبیہ کے قرارداد کے موافق آپ دوسرے سال ۷ ہجری میں عمرۃ القضا کے لئے مکہ میں چلے وہاں آپنے پہلے تو مراسم عمرہ ادا کئے - عمرہ سے فارغ ہونے پر آپ م نے عباس بن عبدالمطلب کے ذریعہ سے انکی سالی میمونہ بنت حارث سے جنکی عمر اسوقت ۵۰ سال تہی نکاح کیا اور ارادہ فرمایا - کہ ولیمہ کی دعوت مکہ میں ہی کریں اور اسمیں مسلمانوں کے علاوہ اہل مکہ کو بہی مدعو کیا جائے - چنانچہ اس معاملہ میں اہل مکہ کی رای اور اجازت طلب کی گئی - مگر انہوں نے نہ مانا جسپر آپنے فی الفور کوچ کا حکم دیا -

۵۰ برس کی بڑہیا کے ساتہہ نکاح کرنا بہی سوائے اسکے کچہہ سمجہہ میں نہیں آسکتا کہ آپکا مقصد مکہ والوں کی شورش کو کسی قدر کم یا فرو کرلے کا تہا - چنانچہ واقعی اس نکاح سے یہہ فایدہ ہوا - کہ عبداللہ بن عباس اور خالد رض دو شخص شریک اسلام بہی ہو گئے -

---

له ڈاکٹر احمد شاہ نے خواہ مخواہ اعتراضات کا ٹہیکہ لیا ہوا ہے اگر اسی طرح خواہ مخواہ ناحق بات بات پر اعتراض کیا جائے تو آپ میری طرف کہیں توریت و انجیل کی بات بات اور آیت آیت پر اس قدر اعتراض کر سکتا ہوں کہ آپ اور آپکی ساری قوم جواب دیتے دیتے تہک جائے اور ہنوز روز اول کا مصداق ہو - اس طرح سیدھی اور صاف باتوں پر بہی اعتراض کرنا محض بد باطن لوگوں کا کام ہے - چنانچہ حضرت میمونہ کے نکاح پر جو جناب اعتراض کرتے ہیں - اس قدر واہیات ہیں کہ کوئی انسان ایسے اعتراض بے جا ہرگز نہیں کر سکتا - حضرت میمونہ اور ام سلمہ کو جو آنحضرت م نے پردہ کا حکم دیا یہہ حکم الہی پر عملی تعلیم تہی اسپر اعتراض کیا ہوا اور اسلامی پردہ کے جو فایدے ہیں وہ ایسے اظہر من الشمس ہیں کہ جن قوموں میں پردہ کا رواج نہیں ہے وہ بہی اسکو مستحسن خیال کرتی اور اس عمدہ خصلت پر رشک کرتی ہیں نہیں معلوم آپ خواہ مخواہ کیوں رشک کی آگ میں جل رہے ہیں اور خدا عند اکا خوف نہیں کرتے -

حالات مزید

اور جس قدر آپنے حالات لکھے ہیں کہ کوئی عورت آنحضرت صلعم کے نکاح میں آئی اور خارج ہو گئی - کوئی آپکی دعا سے مبروص ہو گئی - یہ سب واہی تباہی روایات ہیں اور بسند معتبر ثابت نہیں اسلئے انکی نسبت خواہ مخواہ کچھ لکھنا کتاب کو بڑہانا ہے - یہ سب روایات نہ تو کلام الہی ہیں اور نہ سنت صحیحہ ثابتہ سے ثابت ہیں آپکے لئے تورات و انجیل ہوں - تو آپ ان روایات کو [illegible] لغو اور غیر معتبر سمجھتے ہیں - ۲ لونڈیوں کا ذکر سو مختلف روایات کے جمع کرنیکی صرف دو حرموں ماریہ اور ریحانہ کا پتا لگتا ہے - اور سب واہی تباہی روایات ہیں - سو حرموں کا جواز انکی بنیاد عیسائیوں کی مقدس کتاب تورات سے ثابت ہے - پس اسپر اعتراض کرنا گویا خدا پر اعتراض کرنا ہے جس نے توریت میں حرموں کی اجازت دی اور انجیل میں بھی لونڈی غلاموں کا رکھنا ہرگز ممنوع نہیں ہے

حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا

زینب رض جحش کی بیٹی تھی - انکی ماں کا نام امیمہ تہا جو آنحضرت صلعم کی پھوپھی تھیں - پس زینب آنحضرت صلعم کی پھوپھی کی بیٹی ہوتی - انکی ولادت ۳۰ سال قبل ہجرت ہوئی اور سنہ ۲۰ ہجری میں انہوں نے وفات پائی - اس حساب سے انکی عمر ۵۰ برس کی ہوئی -

پہلی دفعہ انکا نکاح زید بن حارث سے سنہ ۳ ہجری کے اخیر یا سنہ ۴ ہجری کے شروع میں ہوا - جب زید نے انکو طلاق دی تو آنحضرت صلعم نے سنہ ۵ ہجری میں اُن سے نکاح کر لیا - اُسوقت انکی عمر ۳۵ سال کی تھی - چھ سال آنحضرت صلعم کی زوجیت میں رہیں - اور

---

[1] بخاری میں ایک عورت کی نسبت مرقوم ہے کہ وہ ایک نکاحی عورت تھی آنحضرت صلعم کی ملاقات کیوقت اعوذ باللہ منک کہا اور آپنے اسکی گستاخی ظلم پر صرف الحقی باہلک فرما کر رخصت کر دیا اور اس سے زیادہ اور کسی روایت میں نہیں -

[2] لونڈی غلاموں کی رسم گو یک لخت قرآن شریف نے نہیں اٹھا دی لیکن فک رقبہ یعنی لونڈی غلام کو آزاد کرنیکی کمال رغبت دیکر اور انسے نکاح کرانیکی تحریک کرکے اس رسم کو بہت کچھ اٹھا دیا گیا ہے -

آنحضرت م کی وفات کے بعد انتقال کیا۔

زید بن حارث کی ماں کا نام سعدیٰ تھا وہ کہیں جا رہی تھیں کہ بنو قین نے رستہ میں اُنپر حملہ کیا اور زید کو پکڑ کر عکاظ کے بازار میں بیچنے کو لائے۔ اسوقت انکی عمر آٹھ برس کی تھی۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی خدیجہ رض کے لئے ۴ سو درہم پر خرید لیا۔ حضرت خدیجہ رض نے زید کو آنحضرت م کو دیدیا اور آنحضرت م نے اُن کو آزاد کر دیا۔

اتفاقاً زید کے باپ اور چچا مکہ میں آئے۔ اور زید کو پہچان لیا اور اُن کو ساتھ لیجانا چاہا۔ مگر زید نے آنحضرت م کی خدمت میں رہنا پسند کیا۔ اس لئے آنحضرت م زید سے بیٹوں کی طرح پیار کیا کرتے تھے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت م نے حجر اسود کے پاس جا کر رسم عرب کے موافق متبنّے بنا لیا تہا مگر وہ اتیا یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی اسواسطے کہ زید کو بیٹے بنائے جانے کا وہ وقت بیان کیا جاتا ہے جبکہ آنحضرت م کی عمر ۲۵ سال کی تھی اور ابھی حضرت خدیجہ آنحضرت م کے نکاح میں آئیں (دیکھو امہات صفحہ ۶۶) عقلاً یہ بات لغو اور باطل معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت جبکہ خود حضرت خدیجہ رض سے اولاد ہونے کی امید تھی۔ ایک غلام کو اپنا متبنّے بنا کر اپنی اولاد کا شریک بنا لیں۔ حضرت خدیجہ رض کوئی بانجھ نہ تھیں۔ آنحضرت ایک غیر شخص کو متبنّے بنا لیتے۔ نہ آنحضرت م کو حضرت خدیجہ رض کے ساتھ نکاح کئے دس پندرہ سال ہو گئے تھے۔ کہ اولاد ہونے کی نومیدی تھی۔ نہ ابھی تک رسالت کا دعویٰ کیا تھا۔ کہ آپ م کو کسی امر میں معاون بنانے کی ضرورت ہو۔ جس قوم قریش میں سے آپ تھے وہ آپ ہی سب پر زبردست اور سب میں شریف مسلم تھی۔ زید کے بیٹا بن جانے سے قوم کو کچھ فایدہ نہیں پہونچ سکتا تھا۔ حضرت خدیجہ رض بھی ہرگز گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ ایک بیگانہ غلام آنحضرت م کا متبنّے بن کر انکی آیندہ اولاد کا شریک ہو۔ غرض کہ جس پہلو سے دیکھیں یہ روایت بالکل غلط اور باطل معلوم ہوتی ہے۔ البتہ جیسا کہ مولوی فیروزالدین صاحب نے لکھا ہے۔ وہی بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے کہ آپ م پیار سے زید کو بیٹا کر کے پکارتے رہے اور لوگوں نے اس رسم کے موافق زید کو متبنّے یا پسر[لہ] خوانده سمجھا۔

[لہ] یاد رکھو قرآن شریف میں بھی کہیں متبنّے کا لفظ نہیں ہے۔ بلکہ ادعیاء (جمع دعی) کا لفظ ہے یعنی پسر خوانده حفظ ۔۔۔ زید کو بیٹا کہنے کے سوا شرفین عرب کے موافق متبنّے بنانا بھی کسی روایت سے ثابت نہیں۔

قرآن شریف میں جو لکھا ہے کہ ادعوہم لآبائہم اسی باطل خیال کے دور کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔

حضرت زید سے واقعی آنحضرت م کو بہت محبت تھی۔ اُن کے اسلام لانے نے اس محبت کو اور بھی قوی کر دیا تھا۔ کمال محبت ہی کا باعث تھا کہ آپ نے زید کا نکاح بڑے اصرار کے ساتھ اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب بنت جحش سے کر دیا۔

حضرت زینب رض چونکہ شریف اور عالی خاندان سے تھیں۔ اور زید آخر غلام آزاد تھے حضرت زینب اور اُن کے لواحق نے پہلے نہیں مانا۔ مگر جب آنحضرت م نے یہہ آیت پڑھکر سنائی۔ وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم تو انہوں نے مان لیا۔ اور حضرت زینب کا زید کے ساتھ نکاح بندھ گیا۔

چونکہ حضرت زینب خاندانی شریف آزاد اور خوش جمال عورت تھی اور زید غلام آزاد۔ اور صورت میں بھی زید زینب کے جوڑ نہ تھے۔ اس لئے نہ صرف ممکن بلکہ گمان غالب ہے کہ کچھ عرصہ بعد خاوند و عورت میں ناچاقی پیدا ہوگئی ہو کیونکہ بوجہ خاوند ہونے کے زید زینب کو مطیع رکھنا چاہتے ہونگے اور زینب اپنی شرافت خاندانی اور زید کے غلام آزاد ہونے کی وجہ سے انکی قدر و اطاعت جیسی کرنی چاہئے نہ کرتی ہونگے۔ بہرحال یہہ ناچاقی سخت درجہ کے جھگڑے اور کشمکش تک پہونچکر آخرکار باہمی تفریق کا موجب ہوئی۔

زید نے حضرت زینب رض کی کشمکش کو بعض دفعہ آنحضرت ص کے سامنے بھی بیان کیا۔ مگر آنحضرت صلعم ہمیشہ زید پر زور دیتے۔ انہیں باہمی سلوک اور اتفاق کی ہدایت فرماتے رہے۔

ل مولوی فیروز الدین صاحب نے اپنی کتاب دفع طعن نکاح زینب میں بعض مفسرین کی بنا پر لکھا ہے کہ یہہ آیت اس موقعہ پر نازل ہوئی ہے یہہ صحیح نہیں کیونکہ یہہ آیت پہلے اتری ہوئی تھی ہاں آپ نے بطور حوالہ کے اس وقت پڑھی ہوگی۔ مفسرین کی یہہ بڑی غلطی ہے کہ شان نزول پیدا کرنے کو گذشتہ اور آئندہ آیات کو بھی خواہ مخواہ بعض قصوں کے ساتھ چسپاں کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ادعوہم لآبائہم بہت پہلے نازل ہوئی۔ جب کہ ابھی آنحضرت م کا زینب کے ساتھ نکاح بندھنے کا گمان بھی نہ تھا مگر مفسرین نے کھینچ تان کر اسکو زید کے قصہ کے ساتھ ملا دی ایسا ہی حلائل ابناءکم الذین من اصلابکم بہت پہلے نازل ہو چکی تھی۔ مگر مفسرین نے عادت کے موافق اس قصہ پر چسپاں کرنے کے من اصلابکم کا لفظ پیچھے نازل ہونا بیان کیا۔ جو بالکل غلط معلوم ہوتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زینب رضؓ کو اس سید الرسل کی ازواج مطہرات میں داخل ہونیکا فخر حاصل کرنے کا بہت اشتیاق تہا کیونکہ بعض عورات فخر اور عزت کی بہت خواہاں ہوتی ہیں اس لئے اسکا منشا ہوگا کہ اگر زید طلاق دیدے تو میں آنحضرت صلعم کے نکاح میں آسکوں گی۔ مگر یہہ کسی طرح بہی ٹہیک نہیں کہ آنحضرت صلعم اُسپر عاشق ہوگئے ہوں۔ یا آپ بہی اُسکے ساتہہ نکاح کے خواہاں ہوں۔ کیونکہ زینب کے لواحق زینب کو آنحضرت صلعم کے نکاح میں دینیکو پہلے ہی تیار تھے۔ جو آپ صلعم نے منظور نہ فرمایا اور طوعاً و کرہاً زید کے ساتہہ اُسکا نکاح کرادیا۔ اگر آپ صلعم کو اپنے ساتہہ نکاح کرنے کی خواہش ہوتی۔ تو پہلے ہی بلا دقت کرسکتے تھے۔

جو لوگ یہہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے ایکدن زینب رضؓ کو ننگا نہاتے دیکہا اور اُسپر عاشق ہوگئے اور **زینب** کو زید سے طلاق دلانے کا موجب یہہ ہے۔ یہہ روایت بالکل غلط ہی اور کسی حدیث صحیح سے دکہا نہیں سکتے۔

منہ کو دیکہکر عاشق ہونا تو دنیا میں ایک بات ہی ہوتی ہے۔ مگر برہنہ عورت کو دیکہکر عاشق ہونا یہہ کیسا لغو معلوم ہوتا ہے اسکی نظیر دنیا میں سوائے عیسائیوں کے خدا کے دادا حضرت داؤد ؑ کے قصہ کے اور کہیں نہیں مل سکتی۔ جو اوریا کی بیوی کو ننگا نہاتے دیکہکر عاشق ہوگئے تہے اور شاید اسی سے غلطی شایق صاحب نے مسلمانوں کی لغو اور غلط روایات میں ڈہونڈ ڈہونڈ کر یہہ قصہ نکالا ہے تاکہ اعتراض نہ کرسکیں سو مسلمان تو اس قصہ کے گہڑنے والے پر لاکہہ لاکہہ نفرین اور لعنت کرتے ہیں۔ مگر ڈاکٹر احمد شاہ داؤد ؑ کے قصہ گہڑنے والے کی نسبت کیا کہیں گے۔ جو ان کی مقدس کتاب میں لکہا ہے۔

زینب حضرت رسول خدا صلعم کی پہوپہی کی بیٹی تہیں۔ جس کو آنحضرت صلعم نے سینکڑوں دفعہ دیکہا ہوا تہا۔ پس جو لوگ اس قصہ میں یہہ بہتان باندہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم زینب پر عاشق ہوگئے تہے اور یہہ امر موجب طلاق ہوا تہا۔ وہ ایسی غلطی کرتے ہیں جو فہم و روایت کے ہی بالکل خلاف ہے

زینب اور اوسکے لواحق کی تو مرضی یہی تہی کہ زینب کا نکاح حضرت رسول خدا ہی کے ساتہہ ہو۔ اُن کو رسول صلعم کے ساتہہ رشتہ داری کا فخر حاصل ہو۔ لیکن حضرت رسول اکرم صلعم نے اسوقت نہیں مانا تہا۔ لیکن قرآن شریف سے ثابت ہی کہ بعد میں بہی آنحضرت صلعم کی مرضی ہرگز

زینب کے ساتھہ نکاح کرنے کی نہیں تھی۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ وہ زید کو ان پر رعب الفاظ میں طلاق دینے سے منع کرتے تھے۔ کہ امسک علیک زوجک واتق اللہ اپنی عورت کو اپنے پاس رکھو اور خدا سے ڈرو (طلاق دینا اچھا نہیں) جو لوگ یہہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم یہہ کلمات منافقانہ کہتے تھے۔ قطع نظر اسکے کہ نص قرآنی کے یہہ بات بالکل برخلاف ہے۔ کسی صحیح روایت سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔

یہہ تو قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کی مرضی ہرگز نہیں تھی کہ زید طلاق دیدے تو زینب کے ساتھہ میں نکاح کرلوں۔ لیکن اس خیال سے کہ اس عورت نے میرے ہی اصرار سے زید کے ساتھہ نکاح کیا ہے۔ اب اگر زید نے چھوڑ دیا تو غالباً زینب میرے ساتھہ ہی نکاح کی آرزو کرے گی اور اسکی اور اسکے لواحق کی دلجوئی اسی بات میں ہوگی۔ کہ چاروناچار میں مانوں۔ یہ بات اگرچہ آپکی شریعت کے رو سے جائز تھی۔ کیونکہ اس سے پیشتر سورہ نساء میں یہہ آیت اتر چکی ہوئی تھی وحلائل ابناءکم الذین من اصلابکم تمہارے اپنی بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں جو تمہاری پشتوں سے ہیں۔ مگر اس خیال سے کہ کفار خواہ مخواہ کا طعن دینگے کہ پسر خواندہ کی جورو سے نکاح کرلیا۔ آپ اس شدت سے ڈرتے اور جھینپتے تھے۔ حتے اینکہ زید نے زینب کو طلاق دیدیا۔ اور بوجوہات مذکورہ یہہ نکاح جائز سمجھکر آپ نے بھہ نکاح کرلیا۔

کفار نے آپ صلعم کو طعن دینے لگے کہ بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا۔ جسپر اللہ تعالی نے آپکو سارا واقعہ یاد دلاکر حق میں صرف خدا سے ڈرنے اور کفار کے طعن کا کچھہ خوف نہ کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ وہ آیات یہہ ہیں۔

واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ فلما قضی زید منہا وطراً زوجنکہا لکی لا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیائہم اذا قضوا منہن وطراً وکان امر اللہ مفعولاً۔ ما کان علی النبی من حرج فیما فرض اللہ لہ سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل وکان امر اللہ قدراً مقدورا الذین

یبلغون رسالات اللہ و یخشونہ ولا یخشون احداً الا اللہ وکفی باللہ حسیبا۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیء علیما ۵ ترجمہ اور جب تو

کہ تو اس شخص سے کہہ رہا تھا جسپہ اللہ نے احسان کیا اور تو نے بھی احسان کیا کہ تو اپنی بیوی اپنے پاس ہی تھامے رکھ اور اللہ سے ڈر (یہہ اسبات کا جواب ہی کہ آنحضرت صلعم زید کے مربی اور محسن تھے وہ اس سے ایسا فریب ہرگز نہیں کر سکتے تھے کہ زینب کو اُس سے چھڑائیں اور یہہ بھی کہ جس طرح آنحضرت صلعم اسپر پہلے احسانات کیا کرتے تھے اسی طرح اب بھی اپنا احسان اسپر یوں ظاہر کیا۔ کہ اُسے اپنی بیوی کے پاس ہی رکھنے کی ہدایت کی ۔ اگر ان الفاظ سے یہہ مقصود نہو تو یہاں انکا لانا بالکل بے سود ٹھیرتا ہے)۔

اگلے لوگوں میں بھی خدا کا یہی دستور رہا ہے کہ امور شریعت کے جاری کرنے اور ان پر عمل کرنے میں وہ کسی سے کبھی نہیں ڈرے اور اللہ کے کام ایک اندازہ سے بندھے ہوئے ہوتے ہیں وہ گذشتہ لوگ جو پیغام الٰہی پہونچاتے رہے اور اُسی سے ڈرتے رہتے۔ اور اسکے سوا انہوں نے کسی کے طعن ملامت کا خوف نہ کیا اور اللہ حساب لینے والا کافی ہے (قیامت کے دن ہر ایک سے اپنے فرائض مقررہ کی بابت حساب لیگا۔ نبی کو طعن کرنے والے لوگو۔ محمد تو تم میں سے کسی ایک مرد کا بھی باپ نہیں ہے۔ یعنی اسکی اولاد نرینہ ہے ہی نہیں تو زینب اس کی بہو کس طرح ہو گئی۔ پر ہاں اللہ کا رسول ہے۔ اسی جہت سے سارے ہی اُسکے بیٹے ہیں اور نبیوں کا ختم کرنے والا (اُسکی وفات کے بعد اُسکے بیٹے کی حاجت ہی نہیں تاکہ رسالت اور نبوت کا بوجھ اٹھاتے) اور اللہ تعالی ہر شئے کو جانتا ہے (اُسے یہہ معلوم ہے کہ اس رسول کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا۔ اسکے دین کی اشاعت کے لیے کسی نبی کی مرد وارث کی ضرورت ہی۔ بلکہ اللہ تعالے اسکا دین آپ پھیلائے گا۔ اور ہر طرح آپ متکفل ہوگا۔

اور تو اپنے جی میں ایک بات چھپاتا تھا جسکو اللہ نے ظاہر کردینا تھا اور لوگوں سے ڈرتا تھا (یعنی اس ارادہ کو چھپاتا تھا کہ اگر زید نے طلاق دیدی اور مصلحتاً مجکو اُس سے نکاح کرنا پڑا۔ شرع کی رو سے تو ناجایز نہیں ہے مگر اُسکے توڑنے سے ڈرتے تھے کہ لوگ مطعون کرینگے کہ پسر خواندہ

کی جورو سے نکاح کر لیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسکو ظاہر کر دیا تھا اور اس کے علم میں یہی تھا کہ تم اس سے نکاح کر لوگے) اور تو ہر معاملہ مجکو اللہ ہی کا چاہیئے (جو امر شرع) کی رو سے روا ہو۔ اسپر عمل کرنے میں کسی لائم کے لوم اور طاعن کے طعن سے ڈرنا نہیں چاہیئے) سو جیسا کہ علم الہی میں مقدر تھا۔ یوں ظہور میں آیا کہ جب زید اس عورت سے تعلق قطع کر چکا۔ تو اُسے ہم نے تیرے نکاح میں دیدیا (یعنی یہ امر ہماری شریعت اور ہماری مرضی کے موافق ظہور میں آیا) اور یہ اسلئے ہوا تھا کہ آیندہ کو لوگوں پر اپنے پسر خواندوں کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے میں جبکہ وہ اپنی بیویوں سے قطع تعلق کر چکیں کوئی اضطراب اور دھکڑ پکڑ نہ رہے اور اس امر کی کراہت انکے دلوں سے نکل جائے۔ اور یہ خدا کا کام اسی طرح ہو کر رہتا تھا۔ جبھی تو اُسکا سامان پہلے سے بنا ہوا تھا۔ نبی کے لئے اللہ تعالیٰ جو شرع مقرر کردے اُسپر عمل کرنے میں اُسے کوئی دھکڑ پکڑ اور تذبذب نہیں چاہیئے

جوابِ مطاعن

(۱) زید آنحضرت صلعم کا بیٹا تھا۔ آنحضرت صلعم نے محض اسی غرض کے لئے کہ اسکی زوجہ کو نکاح میں لائیں آ اُسے تبنیت سے جواب دیا جسکو مدت سے لئے ہوئے تھے۔

جواب۔ زید کو آنحضرت کا متبنیٰ ماننا صحیح روایات سے ثابت نہیں اور نہ آپکو متبنیٰ بنانے کی ضرورت تھی۔ جبکہ حضرت خدیجہ رضہ سے اولاد ہونے کی آرزو تھی۔ اور حضرت خدیجہ رضہ پہلے بھی صاحب اولاد تھی۔ اور آنحضرت صلعم سے بھی کئی بچے پیدا ہوئے۔ اپنی اولاد کے ہوتے یا اولاد کی امید ہوتے متبنیٰ بنانا محض واہیات اور بناوٹی بات معلوم ہوتی ہے۔ آنحضرتؐ جو محبت اور شفقت کی راہ سے اُسے بیٹا کہکر پکارتے رہے۔ لوگوں نے اُسے متبنیٰ سمجھا۔ لیکن اصل میں وہ متبنیٰ اور لے پالک نہیں تھا۔ بلکہ پسر خواندہ کہنا چاہئے

اور اگر حقیقتہً متبنیٰ ہی سمجھ لیا جائے تاہم متبنیٰ کو حقیقی بیٹا یا حقیقی بیٹے کی مانند نہیں کہہ سکتے جبکہ نسبی تعلق اسکے ساتھ نہیں اور نہ کسی کے نطفہ کے اجزا اُسکے وجود میں شامل ہیں اور تبنیت سے آنحضرت صلعم نے اُسکو جواب نہیں دیا۔ بلکہ زینب کا معاملہ واقع ہونے سے بہت پہلے یہ حکم آچکا تھا۔

کہ ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ اُن کو انکے باپوں کی طرف منسوب کرکے پکارو۔ اللہ کے نزدیک بہت انصاف کی بات ہے سو اگر تمکو اُنکے باپ معلوم نہیں تو تمہارے دینی بہائی ہیں اور تمہارے چیلے ہیں۔

اور یہہ جو آپ فرماتے ہیں کہ اگر مُنہ سے بیٹا بنانے کا اعتبار نہیں۔ تو پھر آنحضرت صلعم کی ازواج اُمہات المؤمنین ہوکر کیوں دوسروں پر حرام ہیں؟ اسکا جواب یہہ ہے کہ اُمہات المؤمنین تو وہ رسول اور نبی کی صحبت سے ہیں اور انکا حرام ہونا اس صحبت سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انکو اُمہات المؤمنین ٹھیرایا۔ بلکہ یہہ وجہ ہے کہ ایک علیحدہ حکم کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی کے ساتھہ مؤمنین کا نکاح حرام ٹھیرایا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا۔ چنانچہ آنحضرت کی ازواج کا اُمہات المؤمنین ہونا سورہ کے اوائل میں ہے اور اُن سے نکاح ناجائز ہونا سورہ کے اواخر میں ہے۔ سو تو یہہ دو نو باتیں ایک جگہہ ہی ہیں۔ اور نہ ان دونو میں علت معلول کا تعلق ہے۔

(۴) زینب آگے زید کی بیوی تھی۔ اب ماں ہوگئی (امہات صفحہ ۵ باب ۷۹)۔

جواب۔ ہاں صاحب بیشک آگے جورو تھی مگر اب ادب اُسے ماں کا حق حاصل ہوگیا مگر اسپر اعتراض کیا ہوا اعتراض ہے۔ تو اسبات پر کہ حضرت مریم ایک خدا (یسوع مسیح) کی ماں اور ایک خدا کی (باپ) کی معاذ اللہ جورو۔ اور ہم بستر ہونے سے پہلے تیسرے خدا روح القدس کی سہہ یا حی وہ حاملہ پائی گئی۔ یہہ سب واقعات تو انجیل کی رو سے ثابت ہیں۔ آپکو اس شنیع پر تعجب نہ ہوا۔ کہ یا تو مریم ہر خدا کی بیوی تھی یا اُسکا خداؤں کے ساتھہ کیا تعلق ہوگیا۔ اور حضرت زینب رض کی نسبت یہہ اعتراض سوجہ گیا۔ اپنا لالہن کب تک دوسروں کے تنکے کو دیکھے گا اور اپنے شہتیر کی طرف خیال نہ کرے گا۔

اور زینب کا آنحضرت صلعم کی بہو ہونا بھی غلط ہے۔ اگر بہو ہوتی تو ضرور آنحضرت صلعم کے گھر میں جگہہ پاتی۔ نہ علیحدہ زید کے کسی گھر میں۔ وہ کہتی ہیں (امہات صفحہ ۷۴) پھر شرع اسلامی کے بموجب تمہارے بہو کو پردہ کرنا بھی جائز نہیں۔ لیکن تمہارے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ زینب آنحضرت سے پردہ کرتی تھی۔

(۳) اپنے بیٹے کی جورو سے عشق لگایا۔

جواب۔ یہہ بات عقل اور نقل دونو کی رو سے غلط ہے۔ عقل کی رو سے تو اس لئے کہ قرآن یا کسی

حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہے اور عقلاً اس لئے کہ زینب حضرت رسول کریم م کی پھوپھی کی بیٹی تھی۔ جس کو آپنے ہزار ہا دفعہ دیکھا تھا اور آپ ہی نے اُسکا نکاح زید کے ساتھ کر دیا۔ حالانکہ زینب اور اُسکے رشتہ دار پہلے سے آپکے ساتھ نکاح ہونے میں خوش تھے۔ پس یہ بیہودہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص جسکا پہلے بلا مزاحمت کسی عورت کے ساتھ نکاح نہ ہو۔ رکاوٹیں الگ تھیں اسقدر دقتوں سے اُسکے ساتھ نکاح کرے۔ قرآن سے تو ثابت ہے کہ عشق تو ایک طرف آنحضرت م دل سے زینب کے ساتھ نکاح کرنے کے ہی خواہاں نہ تھے۔ جبھی تو آپنے فرمایا کہ امسك عليك زوجك واتق الله مگر حضرت زینب کی مرضی بے شک ازواج مطہرات میں داخل ہونیکا فخر حاصل کرنے کی تھی اور انہی کی مرضی اور دلجوئی اور تلافی کے لئے آنحضرت م نے اُن سے نکاح کیا۔ اگر زینب کی اپنی مرضی نہ ہوتی تو کبھی یہ نکاح ہو ہی نہ سکتا تھا۔ اور عشق کا ہونا بالکل باطل ہے۔ اگر عشق ہوتا۔ تو ضرور حضرت عایشہ رض سے حضرت زینب کے ساتھ آنحضرت م کی سال بسال ہمیشہ ومن انہی شفقت زیادہ ہوتی۔ حالانکہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ آنحضرت م نے کبھی بھی زینب سے زیادہ التفات کی ہو۔ بلکہ وفات شریف بھی آپکی حضرت عایشہ رض کے حجرہ میں ہوئی۔

ان سب باتوں سے ظاہر ہے[1] کہ حضرت م کو زینب کا عشق مطلق نہیں ہوا۔ بلکہ زینب کی خواہش امہات المومنین میں داخل ہونیکی تھی اور حضرت نے اس خیال سے کہ میرے اصرار سے اسکا نکاح ایک کم درجہ کے آدمی کے ساتھ کیا جسکا نتیجہ حسب منشا ظاہر نہ ہوا تو اس سے کنارہ کرنا اسکو زیادہ رنج دینے کا موجب ہوگا۔ اس لئے آپ م نے حضرت زینب سے نکاح کر لیا۔ اگرچہ حضرت زینب رض کو اُسوقت بھی بہت شوہر مل سکتے تھے۔ مگر بعض عورتیں فخر کی بہت خواہاں ہوتی ہیں اُس نے ازواج النبی میں داخل ہونیکا فخر حاصل کرنا چاہا۔ اس لئے آنحضرت م نے بھی طوعاً و کرہاً اُسکی درخواست کو منظور فرمایا اور اُس سے نکاح کر لیا۔

---

[1] چونکہ حضرت عایشہ رض سب سے زیادہ عالم تھیں اور مسایل اسلام کی اشاعت و تعلیم سے آنحضرت م کو زیادہ مدد دیتی تھیں اس لئے اُنکے برابر حضرت کی نظر میں کوئی بھی بی بی نہیں ہوئی۔ اگر حضرت م کے نزدیک کسی بات کا عشق تھا۔ تو صرف حضرت کے ذاتی علم و فضل کا۔ نہ کہ حسن کا۔ حسن کا ہوتا تو ہمیشہ کے لئے حضرت زینب رض کی طرف انکی خاص توجہ منعطف ہو جاتی۔

(۴) حضرت ؐ نے منہ سے تو یہ کیا کہ اپنی عورت اپنے پاس رکھ پر دل سے اس بات کے خواہاں تھے کہ کسی طرح وہ طلاق دیدے گویا منافقانہ کارروائی کرتے تھے۔

جواب یہہ روایت بالکل غلط اور واہی تباہی ہے۔ اگر سچ ہے تو بخاری یا مسلم یا مؤطا سے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ سے قریب تر کی کتابیں ہیں دکھانا چاہئے۔ یا کسی اور معتبر حدیث سے ثابت کرنا چاہئے۔ قرآن شریف سے تو اتنا ہی ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم بڑے زور اور دھمکی کے ساتھ کہتے رہے کہ امسك علیك زوجك واتق اللّٰه۔

جو لوگ تخفی فی نفسك ما اللّٰه مبدیه میں آنحضرتؐ کے مکنون خاطر سے زینب کا عشق اور محبت مراد لیتے ہیں کیسا لغو اور واہیات ہے۔ ذی عقل آدمی اس سے عشق مراد نہیں لے سکتا۔ ایک شخص جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے کیسے مقتدر چال چلن رکھتا فرض ہے کیا دنیا کے روبرو ظاہر کرتا۔ کہ میں اسکا عشق دل میں چھپاتا تھا جو خدا نے ظاہر کر دیا۔ یہہ کیسی لغو اور پوچ بات ہے۔

(۵) زید وفادار کی سادہ لوحی اور ناسمجھی سے ناواجب فایدہ اٹھایا۔ اور اس سے وہ کیا جو کوئی نہ کرے۔

جواب زید ہرگز سادہ لوح نہ تھا وہ کئی دفعہ علم بردار اور افسر فوج رہا ہے۔ یہانتک ثابت ہوتا ہے وہ اول درجہ کی لیاقت رکھتا تھا۔ اور حضرت مسیحؑ کے چیلوں سے تو وہ بہت دانا تھا۔ پس آپ کا یہہ لکھنا بالکل غلط ہے۔

ہاں تمہارے یسوع نے سادہ لوح حواریوں کی سادہ لوحی اور نافہمی سے بہت ناواجب فایدہ اٹھایا کہ ان کو آسمانی بادشاہت کا لالچ دلاتا رہا۔ اور تخت نشینی کا وعدہ دیتا رہا۔ ان سے اپنی مطلب براری کرتا رہا لیکن آخرکار انکو اسی طرح بے بسی اور بے کسی اور مفلسی کی حالت میں چھوڑ کر آپ عالم بالا پر جا براجا۔

(۶) ان تمام باتوں کو آپ کیا اور خدا کی طرف منسوب کیا۔

جواب یہہ تمہاری سرشت کی خوبی ہے ورنہ آنحضرت صلعم نے جو کچھ کیا اپنی شریعت کے موافق کیا۔ متبنّی کی جورو کے ساتھ نکاح کرنا نہ تم توریت میں حرام دکھا سکتے ہو نہ انجیل سے۔ قرآن میں

پہلے ہی جایز ہوچکا تھا۔ پس اگر آنحضرت صلعم نے شریعت کے موافق ایک جایز کام کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کا اضطراب اور خدشہ دور کرنے کے لئے فرما دیا۔ کہ یہہ سب امر میری مرضی کے خلاف نہیں اور اس لئے کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں۔ تو اس میں کیا قباحت ہوگئی۔؟

انجیل میں پولوس کہتا ہے کہ پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہے پر ناپاکوں کے لئے کچھ بھی پاک نہیں پولوس کا یہہ مقولہ الہامی اور خدا کی طرف سے گنا جاتا ہے۔ اب ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ پولوس نے نہایت کفر کیا کہ ایسے واہیات مسئلہ کو خدا کی طرف منسوب کیا۔ جو شرایع سابقہ کے بالکل برخلاف ہے اور ایسا ہی مسیح کے احکام کی نسبت بھی مخالف پوری پوری بدظنی کر سکتا ہے۔ کہ وہ سب اس کے اپنے ہی طبع زاد احکام ہیں جو خدا کی طرف منسوب کرتا ہے۔

(۷) آنحضرت صلعم نے بے نکاح و گواہ صحبت کی اور کہہ دیا کہ اللہ نے آسمان پر نکاح کر دیا اور جبریل شاہد ہے گویا نکاح کا بھی انتظار نہ کیا۔ عشق ایسا دامنگیر ہوا۔

جواب یہہ اعتراض وہ کر سکتا ہے جو بالکل پاگل ہو۔ کیا جو شخص اپنے لئے جتنے عذر چاہے گھڑ سکتا ہو آیات تصنیف کر سکتا ہو اسکی نسبت یہہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ عشق کی بیخودی میں مدت عدت یعنی دو تین ماہ کا تو انتظار کیا ہو اور نکاح کا جسے ایک آدھ گھنٹہ سے زیادہ عرصہ نہیں لگتا اس کا انتظار نہ کرے۔ جو شخص یہہ کہتا ہے کہ نکاح کی ضرورت نہیں وہ یہہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس میں عدت کی بھی ضرورت نہیں۔ پس اس روایت کا غلط ہونا بالبداہت ثابت ہے۔

یہہ بات متعدد اور متواتر روایات سے ثابت ہو کہ آنحضرت صلعم نے اس نکاح کا ولیمہ نہایت عمدہ طور سے کیا۔ اور یہہ دلیل اس بات کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے حسب دستور بعد طلاق زید کے زینب رض سے نکاح کیا تھا۔ پس جن لوگوں نے یہہ خیال کیا ہے کہ آنحضرت صلعم بغیر نکاح کے زینب سے مقاربت کی تھی وہ سر بسر غلطی پر ہیں اور غالباً یہہ خیال ان کے دل میں خود بخود کہاں سے پیدا ہوا ہے جب کہ آسمانوں پر نکاح ہو جانے کا خیال سمجھا گیا تھا۔ مگر یہہ دونو خیال محض غلط ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزاروں جگہ قرآن مجید میں بندوں کے افعال کو بسبب علت العلل ہونے کے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور اس سے یہہ مراد نہیں ہوتی کہ وہ فعل بندوں نے نہیں کئے۔ اگر

کسی روایت میں اللہ المزوج وجبریل الشاہد۔ اللہ نکاح کرنے والا ہے اور جبریل شاہد ہے۔ آیا یہی ہو تو
یہہ آنحضرت صلعم نے اس شخص کے جواب میں کہا ہوگا جس نے اس نکاح کے عدم جواز کا اعتراض کیا ہوگا
یعنی یہہ امر آسمانی اور الہامی حکم کے موافق ہوا ہے کیونکہ اس سے پیشتر سورہ نسا میں یہہ حکم آچکا تھا
تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں تمپر حرام ہیں نہ لے پالکوں کی۔
کسی کو متبنے کر لینے یا منہ سے بیٹا کہدینے سے درحقیقت وہ صلبی بیٹا نہیں ہوجاتا اور نہ
متبنے کرنے والا حقیقی باپ ہوجاتا ہے۔ پس جو حکم کہ صلبی بیٹے کی زوجہ سے متعلق ہے وہ اُس کی
زوجہ سے متعلق نہیں ہوسکتا۔ یہہ رسم جو نفس الامر کے برخلاف عرب میں جاری تھی اُسکا معدوم
کرنا نہایت مناسب اور ضرور تھا۔ اور متبنے کو بیٹا پکارنے سے شبہ پڑتا تھا کہ شاید وہ اس شخص کا
حقیقی بیٹا ہے۔ اس لیئے حکم ہوا کہ

وماجعل ادعیاءکم ابناءکم ذالکم قولکم
بافواھکم واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔ ادعوھم
لابائھم ھو اقسط عند اللہ فان لم تعلموا اباءھم فاخوانکم
فی الدین وموالیکم ط سورہ احزاب رکوع اول۔

(۲) محمد صاحب نے خدا پر بہتان باندھا۔ زنا کیا اور اسکو حکم خدا بتلایا۔

جواب اوپر کے بیان سے ظاہر ہوگیا کہ آنحضرت صلعم نے خدا پر کوئی بہتان نہیں باندھا
نہ زنا کیا بلکہ جو کچھہ آپ نے کیا شریعت ہی کے بموجب کیا۔ البتہ جہلا و منافقین کے اعتراض
کرنے پر اللہ تعالی نے بذریعہ وحی اس امر کا جواز پیچھے ظاہر کیا۔ ورنہ حضرت صلعم نے نہ کوئی خدا
پر بہتان باندھا ہے۔ نہ زنا کیا۔ کیا مسیح نے سبت کی حرمت نہیں توڑ دی۔ اُن کے سامنے
اس کے یار لوگوں کے خوشے نہیں کہاتے رہے۔ پرائی انجیر کو کھانے نہ دوڑا۔ تورات کے
برخلاف پاکوں کے لئے سب کچھہ پاک نہ بتایا۔ پس خصم کہہ سکتا ہے۔ کہ مسیح نے خدا پر بہتان
باندھا۔ خدا کے محرمات کو حلال کردیا اور اُس کو خدا کا حکم بتلایا۔ ع عذر نا معقول ثابت میکند
الزام از تعجب ہے کہ ساتھہ ہی تم یہہ کہتے ہو کہ حکم خدا بتلایا اور پھر کہتے ہو کہ خدا پر بہتان باندھا
اگر خدا کے حکم کے موافق کوئی کام کیا تو خدا پر بہتان نہیں باندھا۔ اور اگر خدا پر بہتان باندھا ہے
تو وہ خدا کے حکم کے موافق نہیں ہوا چاہیئے۔ حالانکہ تم تسلیم کرتے ہو کہ اُسکو حکم خدا بتلایا۔ اگر قرآن کو

خدا کا کلام مان کر اعتراض کرتے ہو۔ تو جو کچھ یہ آنحضرت صلعم نے کیا۔ قرآن کے موافق کیا ہے۔ پھر خدا کے حکم کے برخلاف کرنے کا الزام کیسا؟

شائق صاحب اگر آپ کو واقعی یقین ہے کہ قرآن شریف کی کوئی آیت کلام ربانی نہیں ہے بلکہ حضرت صلعم کی خودساختہ ہے تو اس کے ثبوت کے لئے میں آپ کو سہل ترکیب بتاتا ہوں جس سے بہت جلد فیصلہ ہو جائیگا۔ کہ آیا کلام ربانی اور احکام الہی تھے یا بناوٹی اور آنحضرت صلعم کے خودساختہ۔ وہ ترکیب یہ ہے کہ آپ اس آیت (**واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ** الخ) کا ترجمہ اردو لیکر کسی فصیح و بلیغ عربی دان عیسائی کو (خواہ ہندو ہو خواہ عیسائی) دیدیویں کہ اسے عربی میں ترجمہ کرے۔ اگر فصاحت۔ بلاغت۔ متانت اور سلامت اور نحو و کلام وغیرہ میں اس آیت کے برابر بن گیا۔ تو میں بھی اُسوقت مان لوں گا۔ کہ یہ آیات کلام الہی نہیں تھیں بلکہ آنحضرت صلعم کی خودساختہ تھیں جو افتراءً خدا کی طرف منسوب کی گئیں۔ لیکن اگر اس کلام کے برابر فصیح و بلیغ ترجمہ دنیا کے کسی عیسائی یا غیر عیسائی سے نہ ہو سکا۔ تو پھر آپکو اسوقت ایمان لانا پڑے گا۔ کہ یہ آیات حضرت صلعم کی خودساختہ نہیں تھیں۔ بلکہ ربانی کلام تھیں۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم امی محض تھے۔ ساری عمر نہ کبھی لکھا نہ کسی مکتب میں بیٹھے نہ کسی سے علم حاصل کیا۔ پس اس امی شخص کے کلام کے برابر آپ نے کسی آیت کا ترجمہ کرا دیا۔ تو سمجھ لیا جائیگا کہ یہ کلام ربانی نہیں۔ نہیں تو دنیا روزے چند عاقبت کار با خداوند۔ خدا سے ڈرو۔ اور خدا کے سچے کلام پر ایمان لاؤ جس کی نظیر لانے سے دنیا عاجز ہے

آپ اپنی کتاب کے صفحہ ۸۷ میں لکھتے ہیں کہ پس ایسی ہی ضرورت تھی۔ ضرورت صرف اسکی تھی کہ حضرت صلعم متبنّے کی جورو سے عشق لگاویں اور اسکو طلاق دلوا کر جورو بنائیں۔ اور خدا پر بہتان باندھیں اور بندوں کو گمراہ کریں اپنے خاص مولویوں کو نادم کریں۔ اس گستاخی کا پورا جواب تو اللہ کے ہاں سے ملے گا۔ مگر ترکی بہ ترکی جواب یہ ہے کہ پس عیسائیوں کے خدا کو ایسی بھی کوئی ضرورت نہ تھی۔ ضرورت تھی تو اسبات کی کہ دنیا میں صرف شراب کے مٹکے بنا دیں۔ اور نشہ کی بیخودی میں اپنی ماں کو اے عورت تجھ کو مجھ سے کیا کام کہکر اپنی بیٹی کی خوب تہذیب کریں۔ لوگوں کو

مست اور متوالا کر کے انکی مست [illegible] ۔ اپنے دین کی بنیاد شراب پر رکھیں اور تمام
عیسائی دنیا کو شراب خوار بنا دیا گیا ہے یا اس ام الخبائث سے دریا جاری کریں۔ [illegible]
سے عطر ملا دیں۔ نامحرم عورتوں [illegible] اڑا دیں اور خدا اور خدا کے بیٹے کہلاویں ۔ کسی
غریب کی ناحق انجیر سکھا دیں۔ شاگردوں کو پرائے خوشے کھلاویں سبت کی [illegible] توڑیں
[illegible] دو [illegible] پر خلا کریں ۔ دیگر [illegible] کو تباہ کر [illegible]
[illegible] دیگر [illegible] گوشت [illegible] دکھا کر دھوکا دیا کریں [illegible] کو [illegible]
انبیاء [illegible] ان سادہ لوحوں کو [illegible] اپنے
الہام [illegible] اور آخرت کا [illegible] مذہب عالم بالا کو [illegible]
[illegible] گناہ [illegible] تعلق اور [illegible]
[illegible] پر اصول [illegible]
[illegible] باقی چھوڑیں [illegible]
[illegible] چھوڑ دیں۔ [illegible]
[illegible] آمین

حاشیہ نو — [illegible] منتظر [illegible] شراب [illegible]
حضرت [illegible] مشہور ہے [illegible]
کو طلاق [illegible] نکاح [illegible] ایک [illegible]
سکتی [illegible] کو طلاق دیگر [illegible] منع کر کے دور [illegible]
[illegible] اخوت کی [illegible] البتہ [illegible]
شخص [illegible] کے حوالہ کر دے [illegible] خوشی کی بات ہے اور [illegible]
صاحب [illegible] عذر لے [illegible]
ہے ۔ اور [illegible] کون باطل [illegible]
کہ ایک قوم آخری زمانہ میں ہوگی کہ شراب [illegible] سور کا گوشت [illegible]
ہلاک [illegible]

حضرت کی لونڈیاں

ماریہ قبطیہ

اریہ قبطیہ کے حالات میں آپ نے مختلف تعبیر سے مختلف روایات کی بھرمار کر دی ہے
او قرآن شریف کی سورہ تحریم کی ابتدائی آیات کا شان نزول ماریہ قبطیہ کا واقعہ بیان کیا ہے
مگر ہمارے خیال میں جب بخاری کی ایک صاف اور صحیح حدیث سورہ تحریم کی ابتدائی
آیات کی شان نزول میں موجود ہے تو ماریہ والی روایت اس کے مقابل کچھ وقعت نہیں
رکھتی۔ مفسرین اسلام کی تو عادت ہی ہے کہ ایک امر کے متعلق جس قدر روایات صحیح یا
ضعیف ان کو مل جاتی ہیں ایک ساتھ بھرتی کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ کام محققین کا ہے
کہ ان روایات کو ماخذ (یعنی قرآن و سنت) پر عرض کر کے صحیح یا غیر صحیح روایات کو جدا کریں۔
سو ہمارے یہاں تک خیال ہے۔ سورہ تحریم کی ابتدائی آیات کا شان نزول قصہ عسل ہے
جس کو بخاری اور مسلم اور دیگر جلیل القدر محدثین نے منقول کیا ہے۔ چونکہ یہ ممکن نہیں کہ
دو قصے ان آیات کا شان نزول ہوں اس لئے ترجیح اسی واقعہ کو ہوگی جس کا ساتھ سنت
صحیحہ ثابتہ بھی دے۔ سو وہ قصہ تحریم عسل ہے جس کا واقعہ بخاری میں ان الفاظ میں لکھا ہے۔

عن عائشۃ رض کان رسول اللہ صلعم یشرب عسلاً عند زینب
بنت جحش و یمکث عندها فواطیت انا و حفصة علی ایتنا
دخل علیها فلیقل له اکل مغافیر انی اجد منك ریح مغافیر قال
لا ولکن کنت اشرب عسلاً عند زینب بنت جحش فلن اعود
له وقد حلفت ولا تخبری بذالك الخ۔

بخاری میں حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلعم زینب کے
پاس کچھ دیر تک بیٹھا کرتے تھے اور وہ آپ کو شہد پلایا کرتیں۔ پس میں نے اور حفصہ نے اس بات پر

اتفاق کیا کہ ہم دونوں میں سے جس کے پاس رسول خدا صلعم تشریف لائیں۔ وہ یوں کہہ دے کہ آپ نے مغافیر[1] کھائی ہے۔ آپ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ نہیں میں نے تو زینب کے پاس شہد پیا ہے (سو اگر ایسی ہی بو آتی ہے تو آگے میں کبھی نہ پیوں گا۔ اور میں قسم کھاتا ہوں اور تم نے اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ اس پر یہہ آیات اتریں۔ کہ اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کی اللہ نے تجھ پر تو اپنی بیویوں کی رضا مندی چاہتا ہے اور اللہ غفور رحیم ہے۔ خدا نے تم پر (کفارہ ادا کر کے) نامناسب قسموں کا کھولنا روا کر دیا ہے اور اللہ تمہارا مولے ہے۔ اور وہی حکیم و علیم ہے۔

پس یہی اصل واقعہ ہے جس پر آیت تحریم نازل ہوئی۔ یعنی عورتوں کی رضامندی کے لئے آنحضرت صلعم کا شہد کو ترک کر دینا اور اپنی بیوی کو اس ترک کی اطلاع دوسروں کو دینے سے ممانعت کر دینی تاکہ یہہ بات اس بی بی کے پاس امانت رہے جس کی خاطر شہد چھوڑ دیا ہے اور عام طور پر یہہ بات پھیل کر امت کے لئے ترک شہد پر حجت نہ ہو جائے۔ چونکہ یہہ بات آنحضرت صلعم نے راز کے طور پر اپنی بی بی سے کہی تھی اور اس کے ساتھ ایک اور بات بھی تھی جس کے اظہار کرنے سے دنیائے اسلام[2] کے انتظام میں بڑا فرق آنے کا اندیشہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس بی بی کے یہہ راز افشاء کر دینے پر اللہ تعالی نے آنحضرت صلعم کو الہام سے اس واقعہ سے اطلاع دیدی علاوہ قسم کا کفارہ ادا کر کے قسم کے کھول دینے کا حکم دیا اور اس بھید کے ظاہر کر دینے پر عورتوں کو سخت تنبیہہ و تہدید کی۔

سورہ کی طرز بیان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ دوسری بات جو اس بیوی نے ظاہر کر دی کوئی بڑی قابل اخفا اور مہتم بالشان تھی۔ جس کی عام طور پر پھیلنے سے اسلامی سلطنت میں سخت خلل پڑنے کا احتمال تھا۔ عسل یا ماریہ کی تحریم۔ ہرگز نہ تھی۔ کیونکہ ایک حرمت

---

[1] مغافیر ایک درخت کا گوند ہے جسے عرفط کہتے ہیں۔ اسکی بو اچھی نہیں ہوتی۔ چونکہ شہد کی مکھیاں بعض وقت رہ بھی چوس لیتی ہیں اسلئے شہد میں اسکی بو باقی رہ جاتی ہے۔ کچھ عجیب نہیں کہ اس شہد میں عرفط کی بو آتی ہے۔

[2] بعض کہتے ہیں کہ وہ حضرت ابو بکر رضہ و عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بشارت تھا کہ میرے بعد یہہ خلیفہ ہونگے۔ لیکن چونکہ اس راز کے افشا سے کسی شخص کی دل شکنی اور انتظام میں فرق آنیکا اندیشہ تھا اسلئے اس راز کے افشا سے آنحضرت صلعم نے ممانعت کر دی۔

مباشرت ترک کر دینا۔ یا شہد کا اپنے اوپر حرام کر لینا۔ کوئی ایسی اہم بالشان بات نہیں جسپر عورتوں پر اتنا عتاب کیا جاتا۔ ان تتوبآ الی اللّٰہ فقد صغت قلوبکما وان تظاھرا علیہ فان اللّٰہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین والملئکۃ بعد ذٰلک ظھیر ۔ عسٰی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن مسلمٰت مؤمنٰت قٰنتٰت تٰئبٰت عٰبدٰت سٰئحٰت ثیبٰت وابکارا ۝ اگر تم دونوں (حفصہ و عائشہ) خدا کی جناب میں توبہ کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے کیونکہ تم دونوں نے کجرائی اختیار کی ہے۔ اور اگر نبی کے خلاف ایسی سازشیں کرو گی تو اُن کا حامی اور مددگار اللہ ہے اور جبرئیل اور اچھے نیک مسلمان اور اس کے بعد ملائکہ اسکے معاون ہیں۔ قریب ہے کہ اگر نبی تمکو طلاق دیدے۔ تو اسکا رب تم سے بہتر بیبیاں اسکو بدل دے جو فرمانبردار ایماندار خدا کے حضور میں گڑگڑانے والی، توبہ کرنے والیاں عبادت گذار، روزہ دار، شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں۔

آیت تحریم کی اصلی تفسیر سابق کتاب و سنت کر دی گئی۔ جس کے مقابل تفاسیر معتبرہ کی حدیثیں دیالیس اور مختلف و متضاد روایتیں محض ہیچ ہیں۔ اب صرف ایک اعتراض شایق صاحب کا رہ گیا۔ یا مسئلہ آنحضرت صلعم نے حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کیوں کیا اور پھر حرام کو حلال کیوں کیا۔ سو اسکے جواب میں یہ گذارش ہے کہ بعض بیہودہ بیویوں کی خاطر آپ نے شہد کے پینے پر حلف کھائی۔ چونکہ آپکے شہد کو ترک کرنے اور ترک پر قسم کھانے سے خواہ مخواہ ایک حلال چیز حرام ہوئے جاتی تھی۔ اللہ تعالی نے اپنے تنبیہ کیا تاکہ آپکا شہد کو چھوڑ بیٹھنا دنیائے اسلام کے لئے حجت نہ ہو جائے۔ اور وہ بھی برا سمجھنے لگ جائیں۔ اس میں اعتراض کی کیا بات ہے بسا اوقات ایک نبی یا ملہم سے کوئی غلطی یا خطا بشری ہو جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالی معاً بذریعہ وحی والہام اُسے صواب و سداد کی جانب رہنمائی کر دیتا ہے۔ دیکھو رویائے صادقہ میں پطرس کو ہر قسم کے جانور دکھائے گئے اور اُن کے کھانے کے لئے اُسے ہدایت کی گئی۔ پطرس نے کہا کہ میں حرام چیز کو نہیں کھایا کرتا۔ جسپر اللہ تعالی نے فوراً پطرس کو متنبہ کیا۔ اور اسے کہا حلال چیز کو حرام مت کہہ (اعمال لوقا ۱۰ باب ۹)۔

پھر منتوں کو توڑ دینی یا قایم رکھنے کی توریت میں بھی اجازت دی (دیکھو شمار ۳۰ باب ۲تا ۱۰) حضرت مسیح نے پہلے ایک کام سے سخت انکار کیا اور پھر اپنی بات سے پھر کر وہ کام کر لیا (متی ۱۵ باب ۲۳) عیسائیوں کا خدا خود بڑا عہد شکن ہے اور کہتا ہے کہ تم میری عہد شکنی کو دیکھو گے (شمار ۱۴ باب ۳۴) اور صرف اسی قدر نہیں بلکہ [illegible] پچھتایا بھی کرتا ہے (پیدائش ۶ باب ۶) بلکہ پچھتا پچھتا کر [illegible] (یرمیاہ ۱۵ باب ۶) اپنے نبیوں کو فریب بھی دیا کرتا ہے (یرمیاہ ۴ باب ۱۰ [illegible]) ایسے طریق سکھاتا ہے جو بہت برے اور ایسے احکام دیتا ہے [illegible] مردہ ہو جائے (حزقیل ۲۰ باب ۲۵) زناکار لڑکیوں کی لانے کی ہدایت کرتا ہے (ہوسیع ۱ باب ۲) اپنے نبیوں کو گوہ کے ساتھ ملا کر روٹی کھانے کا حکم دیتا ہے (حزقیل ۴ باب [illegible]) اور کہاں تک گنواؤں فرصت کم ہے ورنہ یہی ساری توریت اور انجیل کا کچا چٹھا [illegible] صاحب کے آگے دہر دیتا۔ ہاں انکے دوبارہ اطلاع دینے پر ضرور توریت اور انجیل کی قلعی کھولی جائیگی۔ وہ بذریعہ خط ضرور اطلاع دیں۔

باقی یہہ بات کہ آنحضرت ص کی عورات میں اس قسم کی باتیں کبھی وقوع میں کیوں آئیں اسکا جواب یہہ ہے کہ وہ کوئی نبیہ یا فرشتہ نہیں تھیں۔ مختلف طبیعتوں والی عورتیں تھیں ان سے کبھی کبھی ایسی ایسی باتیں ظہور میں آتی رہیں۔ مگر آہستہ آہستہ آنحضرت ص کی تعلیم و تربیت [illegible] دبدبہ اور سطوت سے روبہ اصلاح ہو کر آخر کار وہ بھی اعلیٰ درجہ تہذیب کے ساتھ متصف ہو گئیں۔

خدا کا شکر ہے کہ تاہم کسی نے حضرت سلیمان کی جورواں کی طرح اپنے نبی صلعم سے بت پرستی نہیں کرائی۔ بلکہ آنحضرت ص کا دبدبہ اور وقار اور سیاست اسی قسم کی تھی کہ آنحضرت ص کے اخلاق سے سب نے مستفیض ہو کر اخلاق ملکی سے حصہ پایا اور باوجود مختلف طبایع اور مختلف مزاج والی عورات ہونے کے آنحضرت ص پر کوئی عورت اپنا اثر نہیں ڈال سکی۔ اتنی اور اس قسم کی عورتوں میں اس قسم کا نباہ یہہ حضرت ص کی اعلےٰ اخلاق اور سیاست کا نتیجہ تھا۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

حضرت اُمّ ہانی

آپ نے جو اپنی اُمّہات کے صفحہ ۴۰-۴۱-۴۳ اور ۱۱۹ وغیرہ میں آنحضرت ص کو بہ الزام دیا ہے کہ معاذ اللہ آنحضرت ص کا اُمّ ہانی سے ناجایز تعلق تھا۔ سو یہ الزام اگرچہ ایسا ہے کہ اس جھوٹے افترا پر آپ پر نالش کر کے آپکو چند روز جیلخانہ کی سیر کرائی جاوے۔ لیکن اس جھوٹ کی جزا صرف اُس احکم الحاکمین پر چھوڑ کر اسقدر گذارش کیجاتی ہے۔ کہ صاحب آپنے کہاں سے یہ معلوم کرلیا کہ آنحضرت ص کا اُمّ ہانی سے ناجایز تعلق تھا۔ آپ ص کی بعثت سے پیشتر آپ کی ساری قوم آپکے نیک چال چلن کی شاہد۔ امین و صادق آپ کا لقب۔ ہر مہم میں آپ قوم کے مرجع و ماوٰے۔ راستباز آپ مشہور۔ حضرت ابوطالب کی وفات کے وقت آپکے چال چلن کی شہادت دیتی۔ حضرت خدیجہ رض آپکا اعلیٰ چال چلن۔ دیانت۔ امانت۔ راستبازی دیکھکر آپ سے پیام نکاح ڈالتی۔ ایسے سید المطہرین و امام المعصومین کے چال چلن پر بدظنی کرنا اور بدچلنی کا داغ لگانا صرف آپکی عیسائی سرشت کو ظاہر کرتا ہے۔ ورنہ آنحضرت ص کی اعلیٰ چال چلن کی شہادت خود قرآن شریف سے بھی ثابت ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو کہدے۔ کہ فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ کہ میں نبوت سے پیشتر تم میں ایک عمر رہ چکا ہوں۔ تم نے میرے چال چلن۔ راستبازی۔ عفت و عصمت کے برخلاف کوئی بات نہیں دیکھی۔ افلا تعقلون پھر بھی تمکو اتنی سمجھ نہیں کہ ایسا پاک باطن۔ پاک چال چلن والا راستباز آدمی خدا پر افترا باندھیگا۔ جس شخص کا چال چلن مشتبہ ہو اور دال میں کالا ہو۔ وہ ان پر زور الفاظ میں کبھی قوم پر حجت پوری نہیں کر سکتا۔ کہ تم میرے ساری چال افعال و اقوال اور چال ڈھال کو جانتے ہو۔ کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔ کہ میں صادق۔ امین۔ راستباز اور اعلے چال چلن کا آدمی ہوں۔

یہ تو آنحضرت ص کے چال چلن پر قرآنی شہادت ہے۔ لیکن احادیث صحیحہ میں جس قدر آنحضرت ص کی عفت و عصمت کی نسبت روایات وارد ہیں۔ اُن کو لکھا جائے تو صرف اسی کے لئے کتاب کفایت نہ کرسکے۔ الحال ہم اسی قدر بیان کرتے ہیں

کہ صاحب اول تو جو تم نے اُمّ ہانی کی بابت روایت بیان کی ہے وہ کالوحی من السماء نہیں اگر اُسکو صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ تاہم آنحضرت صلعم پر الزام لگانے کی کوئی وجہ نہیں۔ آنحضرت صلعم نے اُمّ ہانی کو پیغام نکاح دیا۔ اُمّ ہانی نے یہ جواب دیا کہ واللہ میں دوست رکھتی تھی تمکو جاہلیت میں پس کیونکر نہ دوست رکھوں میں تمکو اسلام میں۔

ان الفاظ سے بدظنی سے یہ نتیجہ نکالنا۔ کہ اُمّ ہانی اور آنحضرت صلعم کا جاہلیت میں ناجائز تعلق تھا سوائے اُس شخص کے اور کسی کا کام نہیں جو اول درجہ کا بدباطن اور شیطان سیرت اور ناپاک طبیعت ہو ورنہ ان الفاظ کا تو مطلب اتنا ہی ہے کہ میں جاہلیت میں بھی پسند رکھتی تھی کہ میرا نکاح آپ سے ہو جائے۔ اب کیوں نہ پسند کروں جب کہ آپکی بدولت اسلام کی سی نعمت نصیب ہوئی۔ اس سے دوسرا مطلب سمجھ لینا جو آپنے سمجھا ہے۔ حقیقت میں آپ ہی کا کام ہے۔

اگر صرف انہی الفاظ سے یہ ناجائز تعلق مفہوم ہو سکتا ہے۔ تو اناجیل کے اُن بیانات کی نسبت کیا کہو گے۔ جہاں لکھا ہے کہ مسیح مرتھا کو اور اُسکی بہن وغیرہ کو پیار کرتا تھا (یوحنا ۱۱ باب ۵) اور باوجود مجرد ہونے کے بسا اوقات فاحشہ عورتوں کے گھر چلا جایا کرتا اور اُن سے عطر ملواتا تھا۔ اور (متی ۲۶ باب ۶-۹) اور مریم اور سوسنہ اور بہتیری اور عورتیں جو مال سے اُسکی خدمت کرتی تھیں وہ اُس کے ساتھ چلا پھرا کرتیں (یوحنا ۸ باب ۲-۳ (متی ۲۷ باب ۴)۔

بہرحال اگر اُمّ ہانی کے ان الفاظ سے آنحضرت صلعم پر صرف ظن ہو سکتا ہے تو تمہارے خدا کے بیٹے کے چال اور چال سے نہ صرف ظن بلکہ یقین ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ناگفتنی حرکات کا مرتکب ہوتا ہوگا۔ اور عشق بازی میں غلطاں رہتا ہوگا اور یہ صرف ایک الزامی جواب ہے ورنہ ہم حضرت مسیح اور حضرت رسول کریم صلعم دونوں کو یکساں اور مقدس چال چلن والا سمجھتے ہیں۔ واقعی اگر آپ حضرت اُمّ ہانی پر عاشق ہوتے۔ تو پھر اُسکا کوئی عذر بھی تسلیم نہ کرتے بلکہ جہانگیر بادشاہ کی طرح شادی پر اُسے مجبور کرتے۔ لیکن آپنے تو اُسکا نحیف نحیف بال بچوں کا عذر ایک وہ منظور کر لیا۔ جس سے صرف ایک معمولی سی بات رہ جاتی ہے اور ہم

اور جب حضرت صلعم اوّل وقت کے لئے امّہانی سے نکاح کرتے تھے تو اُسوقت کیوں نہ فرمایا کہ پہلے بچوں کا بندوبست کرے اسکے بعد تو ضرور نکاح کرلے۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ آنحضرت صلعم فی الواقع بچوں کی خبرگیری کے لئے تو تیار تھے۔ کیونکہ یہہ تو آپکو معلوم ہی تھا کہ اسکے بچے ہیں اور پھر نکاح کی درخواست کی تھی۔ مگر جب امّہانی کے جواب سے معلوم ہوگیا کہ وہ اپنے اور اپنے ننھے ننھے بچوں کی خبرگیری کرنے کے لائق ہو رہی ہے۔ تو پھر آپ نے بھی کچھہ نہ فرمایا۔

حرمیں

اور حرموں کی نسبت آپکا اعتراض کرنا بیکار ہے جبکہ انبیاء سابقہ کی کتابوں سے سنت سے حرموں کا جواز ثابت ہے تو آپ ان پر کیا اعتراض کرینگے گویا اپنے ہی پاؤں پر کلھاڑی مارنا ہے استثنا ۲۰ باب ۱۴ میں غنیمت کی عورتوں کو اپنے لئے رکھنے کا صاف حکم لکھا ہے۔ اور ۲۱ باب ۱۰-۱۴ میں اُن اسیر عورتوں کی نسبت لکھا ہے کہ اگر چاہے تو گھر میں لاکر اسکا سر منڈوا کر ناخن کٹوا کر جورو بنا لینے کا صاف حکم ہے۔ پھر اگر اس سے خوش نہ ہو تو اسے جہاں اُسکا جی چاہے نکل جانے کا حکم ہے۔ حضرت سلیمان ع کے پاس ۳۰۰ حرم تھیں جسکی تشریح اوپر ہو چکی ہے۔ خود حضرت مسیح ع کو بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم وغیرہ انبیاء کے پاس بہت سی حرمیں تھیں جو نکاحی بیاہیوں کے علاوہ تھیں اور انجیل میں بھی اسپر اعتراض نہیں ہوا۔ پس آپکا یہہ سارا اعتراض آپ ہی پر اُلٹ رہا ہے فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

لونڈی غلام بنانا

شایق صاحب آپ اچھی طرح یاد رکھیں کہ لونڈی غلام بنانا اسلام کی اختیار کی ہوئی رسم نہیں ہے بلکہ حضرت موسیٰ کی شریعت میں لونڈی غلام بنانا جایز رہا۔ عرب وغیرہ ممالک میں لونڈی غلام

---

[1] حرموں کے انتخاب کی نسبت جو آپکا اعتراض ہے۔ اُس کا جواب بھی یہاں آگیا۔

عام تھے۔ انجیل میں بھی لونڈی غلام بنانا منع نہیں کیا گیا بلکہ لونڈی غلاموں کے فرائض بیان کئے گئے ہیں جس سے اس امر کی اباحت ثابت ہے۔ اسلام ایک راسخ شدہ رسم کو یک لخت اڑا نہیں سکتا تھا اسلام نے اس بارہ میں جو کچھ کیا سو یہہ کیا کہ انکی آزادی کی ہر طرح رغبت دی اور اسکو بے انتہا ثواب بیان فرمایا۔ قرآن شریف میں بیسیوں جگہ فک رقبہ آیا ہی۔ اسیران جنگ کی نسبت بھی یہی وارد ہے فاما منا بعد واما فداء اسیری کے بعد یا تو احسان کرکے چھوڑ دیا جائے یا قدرت پاکر کفارات میں لونڈی غلام آزاد کرنا مقدم رکھا گیا۔ اور ہر طرح انکی آزادی کا خیال رکھا گیا تاکہ رفتہ رفتہ یہہ رسم یک لخت اٹھ جائے اور دنیا میں خود بخود اصلاح ہو جائے۔

لونڈی غلاموں کے حقوق کی نسبت یہہ فرمایا کہ العبید اخوانکم غلام تمہارے بھائی ہیں۔ اور پھر کہ جیسا آپ کھاؤ ویسا ان کو کھلاؤ۔ جیسا آپ پہنو ویسا ان کو پہناؤ۔ ان کی ہر طرح تربیت و تعلیم کرو۔ اور بھائیوں اور بہنوں کی طرح سلوک کرو۔ اب اسلام اس سے بڑھ کر کیا اصلاح کر سکتا تھا۔ لونڈی غلام بنانا اسلام کا جزو نہیں ہے۔ مگر جو اتفاقیہ لونڈی غلام ہوں انکو آزاد کرنا یا ان سے اچھا برتاؤ کرنے کا البتہ سخت تاکیدی حکم ہے۔

چنانچہ مسٹر باسورتھ سمتھ اپنی کتاب محمد اینڈ محمڈن ازم میں لکھتے ہیں کہ اب ہم یہہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ غلامی کی نسبت اسلام نے کیا کیا۔ چنانچہ اس میں کلام نہیں ہو سکتا کہ اس کے باب میں بھی ترقی کی جانب قدم بڑھایا گیا۔ بلکہ عورتوں کے باب میں جو قانون بنایا گیا اسکی نسبت غلامی کے معاملہ میں زیادہ ترقی کی گئی۔ بے شک محمد صلعم نے غلامی کو بالکل مٹا نہیں دیا۔ کیونکہ ملک کی موجودہ حالت کے لحاظ سے ایسا کرنا نہ تو مناسب ہی تھا اور نہ ممکن ہی تھا لیکن انہوں نے لوگوں کو غلاموں کے آزاد کرنے کی رغبت دلائی اور یہہ اصول قرار دیا کہ جو قیدی مسلمان ہو جائے وہ آزاد سمجھا جائے اور اس سے بھی زیادہ تر اہم بات یہہ کی کہ انہوں نے حکم دیا۔ کہ کوئی آزاد شدہ غلام اس سبب سے کہ اس نے محنت و مشقت سے ایک دیانتداری اور عزت کی زندگی بسر کی ہے ذلیل نہ سمجھا جائیگا اور انکی نسبت جو غلامی کی حالت میں ہوں یہہ حکم دیا کہ ان کے ساتھہ مہربانی اور ملایمت سے برتاؤ کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اخیر الوداعی خطبہ میں جو اپنی وفات سے ایک سال پیشتر بمقام منا پڑھا تھا کہا کہ اے مسلمانو! تم غلاموں کو ویسا ہی کھانا کھلاؤ

جیسا کہ تم خود کھاتے ہو اور ویسا ہی کپڑا پہناؤ جیسا کہ تم خود پہنتے ہو۔ کیونکہ وہ بھی خدا کی بندی ہیں۔ انکو ستانا نہیں چاہئیے۔ پس ایک غلام جو کہ حقوق اور ایسے اعلیٰ درجہ کے احکام مذہبی کی حفاظت میں ہو وہ اُن معنوں کے لحاظ سے جو لفظ غلام کے اس زمانہ میں سمجھے جاتے ہیں غلام نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ یہہ امر قابل لحاظ ہے کہ وہ لفظ جس کا ترجمہ غلام ہے قرآن شریف میں کہیں نہیں آیا۔ جو جملہ قرآن شریف میں استعمال کیا گیا ہے وہ یہہ ہے وہ جو تمہارے اپنے ہاتھ کے قبضہ میں ہیں جس کے معنے صرف یہہ ہیں کہ جو ایک واجب طور کی لڑائی میں قید ہو کر آئے ہوں۔ اور اس طرح پر اپنی آزادی سے محروم ہو گئے ہوں۔ ایسے قیدی اگر مسلمان ہو جاتے تھے تو انکی نسبت یہہ حکم تہا کہ آزاد کر دیئے جائیں۔ لیکن اگر اپنے مذہب پر قایم رہتے تھے تو آپکا حکم اپنے معتقدوں کے لئے یہہ تہا کہ پھر بھی تم اُنہیں اپنا بھائی سمجھو۔ اُنہوں نے فرمایا کہ جو مالک اپنے غلام سے مہربانی کرے وہ مقبول خدا ہوگا اور جو اپنے اختیار کو بُری طور پر استعمال میں لائے یعنی غلام کو ستائے وہ داخل بہشت نہوگا۔ ایک مسلمان نے اُن سے سوال کیا کہ جو میرا غلام مجھے ناراض کرے اُسے کتنی بار مجھے معاف کر دینا چاہئیے۔ نبی عربی نے جواب دیا۔ **ایک روز میں ستر دفعہ** محمد صلعم نے ایک نیم شائستہ ریاست کے سردار کی طرح قیدی عورتوں کو حرم بنانا جایز رکہا۔ لیکن وہ عورت جس کی اس طرح پر اولاد ہو جائے اُسکی نسبت یہہ حکم دیا کہ وہ اولاد سے جدا نہ کی جائے اور نہ وہ پھر بیچی جائے بلکہ مالک کے مر جانے کی حالت میں آزاد سمجھی جائے۔ یہہ رحیمانہ قوانین جیسے کہ اُمید کی جا سکتی ہے قوانین شریعت موسوی کے موافق ہے۔ لیکن بہت سی باتوں کے لحاظ سے اُن سے بہتر ہیں۔ بلکہ ایسے ہیں کہ کسی یوروپین یا امریکن بردہ فروش سلطنت نے اپنے مجموعہ قوانین میں اُسوقت تک درج نہیں کیئے تھے جب کہ عیسائیت کی موج نے (انسانیت و شائستگی کی موج لکھتے تو معقول ہوتا) غلامی کو بالکل نیست و نابود کر دیا۔ مثلاً ایک یہودی قوم کا آدمی جب غلام ہو جاتا تہا اُسکی نسبت شریعت موسوی کا یہہ حکم تہا کہ جب وہ اپنی غلامی کا زمانہ پورا کر لے۔ تو آزاد سمجھا جائے۔ لیکن وہ عورت جس سے اسکے مالک نے اُسکی شادی کر دی ہو مع بال بچوں کے اُس سے جدا کر لی جائے۔ اور غلامی میں رہیں۔ **جو مسلمان مالک اپنے غلام**

پر بے وجہ خفا ہوا ہو اُسپر واجب ہے کہ اُسکو فوراً آزاد کردے۔ مگر بخلاف اسکے اگر کوئی یہودی اپنے غلام کو یہاں تک ستائے۔ کہ اُسکو جان سے مار ڈالے تو اُسکے لئے ایک سزا کا حکم تہا لیکن اگر وہ اپنی سزا کی حالت میں ایک یا دو دن تک زندہ رہے تو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ جیسا کہ انجیل کے انگریزی ترجمہ میں خوفناک سخت الفاظ میں اس مطلب کو یوں ادا کیا گیا کہ غلام اپنے مالک کا روپیہ ہے یعنی جس طرح چاہے اُسے استعمال کرے۔ امریکہ کی ان سلطنتوں میں جس میں غلامی جایز تھی غلام کو کوئی قانونی حق حاصل نہ تہا۔ اگر کوئی مالک اپنی لونڈیوں سے نیک برتاؤ کرتا تہا تو یہ صرف اسکی انسانیت سمجھی جاتی تھی۔ نہ کہ اسلام کی طرح کہ اسکی (یعنی مالک کی) نہایت عروج کی حالت میں بھی عدالت کو جایز تہا کہ اسکو غلام پر مہربانی کرنے کے لئے مجبور کر سکے۔ تمام انسانوں کا خدا کی نظر میں برابر ہونا ایک ایسا اصول تہا جسپر محمد صلعم نے ہر ایک مقام پر زور دیا ہے اور اس طرح پر چونکہ یہ اصول غلامی کی نسبت ذات وغیرہ کے خیال کو بالکل مٹا دیتا تہا۔ اس لئے غلامی کی ذلت کو بھی رفع کردیا۔ محمد صلعم کے نزدیک محنت کرنا ذلت کا موجب نہ تہا اور ملک عرب کی رسم غلامی اگرچہ اصولاً ہمیشہ برا کہنے کے لایق ہے لیکن اسی وجہ سے غلامی ایک زیادہ تر مستحکم اور زیادہ مستقل تعلق ہوگیا۔ جو کہ ہمیں دوسرے لوگوں سے خدمت لینے کے اُس طریقہ سے جو اُن ملکوں میں جاری تہا کچھ زیادہ برا نہیں کہا جا سکتا۔

پھر یہی صاحب لکھتے ہیں کہ شاید یہہ بات تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے کہ عیسائیت اور غلامی ایک دن کے لئے بھی کس طرح اکٹھی رہیں لیکن ہمکو تو حقایق سے بحث ہے اور یہہ امر محقق ہے کہ غلامی بے شک عیسائیت کے ساتھ ساتھ رہی ہے بلکہ اُسنے عیسائیت کے رو سے جایز ہونے کا دعوے اس انیسویں صدی تک بھی کیا ہے۔ اور یہہ کہ انجیل میں بیشک کوئی صریح ممانعت غلامی کی نہیں ہے بلکہ برخلاف اسکے اُس میں غلامی کو بطور ایک موجودہ رسم کے تسلیم کیا گیا۔ اور پولوس نے مالکوں کے ساتھ نوکروں کے فرایض کو (جنکو اُسنے غلاموں کے صفت نام سے مخاطب کیا ہے) ایسی ہی صراحت سے بیان کیا ہے جیسے کہ مالکوں کے فرایض کو اُن کے ساتھ۔ پس اسلام کی فضیلت اور مذاہب پر اس معاملہ میں بھی ایسی ہی ثابت ہے جیسی کہ اور معاملات میں اب بمقابلہ اس عالی قدر مصنف کے شایق صاحب

شور و غوغا نہیں معلوم کس وقعت کے لایق ہے؟

مسئلہ طلاق

ڈاکٹر احمد شاہ صاحب اپنی اُمّہات کے صفحہ ۱۴۶ میں لکھتے ہیں۔ کہ طلاق و کثرت ازدواجی لازم ملزوم ہیں۔ اس کا جواب ہم پہلے بیان کر چکے کہ منطقی صاحب کی یہ منطق بالکل غلط ہے۔ کثرت ازدواجی اور طلاق میں کوئی تلازم نہیں ہے۔ ورنہ وہ خود بھی مانتے ہیں کہ عہد عتیق سے پیشتر کثرت ازدواجی کا رواج تو تہا۔ پر طلاق کی اجازت صرف یہودیوں کو انکی سخت دلی کی وجہ سے دی گئی ہے۔ پہلے طلاق نہ تھی۔ پس انکا تلازم ایسا اڑ گیا جیسے گدہے کے سر سے سینگ۔

ہاں خداوند مسیح کے قول پر اُن کو فخر ہے کہ اُنھوں نے کثرت ازدواجی کو حرام ٹھیرا کر طلاق کو اُڑایا۔ مگر یہ بھی بالکل غلط ہے۔ نہ تو حضرت مسیح نے کثرت ازدواجی کو اُٹھایا۔ اور نہ ہی طلاق کو کلیتہً منع کیا۔ جب زنا کی وجہ سے عورت کو طلاق دی جا سکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ سخت درجہ کی نااتفاقی اور کمال نشوز و اعراض کی حالت میں جس میں زن و شوہر ایکدوسرے کی ہلاکت کے خواہاں ہوں۔ طلاق نہ دی جاسکے بلکہ دوسری حالت میں زیادہ ضروری معلوم ہوتی ہے۔ پس جس مذہب میں کمال نااتفاقی کی حالت میں مرض لاعلاج کا آخری علاج یعنی قطع تعلق (طلاق) نہیں ہے وہ مذہب بہی ناقص اور اسکے پیرووں کا گھمنڈ بہی فضول ہے۔

میں حیران ہوں کہ جب عہد عتیق میں کثرت ازدواجی حلال و مشروع تہی۔ طلاق بھی حلال و مباح تھی تو پھر اسلام پر آپکو اعتراض کیوں ہے۔؟ کیا عہد عتیق کا خدا کوئی اور تہا اور قرآن شریف کا کوئی اور۔ شرائع میں جزوی اصلاحات تو ممکن ہیں مگر شریعتیں یک لخت نہیں اُٹھایا کرتیں۔ اس لئے ہمارے رسول کریم صلعم نے ان رسوم میں مناسب اور قابل تعریف اصلاح تو کردی۔ مگر یک لخت اُٹھا دینا حکمت و مصلحت کے خلاف تہا۔

اسلام نے وہی کیا ہے جیسا کہ عقل چاہتی ہے۔ عقل کا تقاضا یہی ہے کہ عام حالتوں میں تو بیوی ایک ہی ہو۔ مگر چونکہ اشد ضرورتوں اور قدرتی مجبوریوں کی وجہ سے بعض دفعہ انسان دوسری یا تیسری بیوی کے کرنے کے لئے بھی مضطر ہو جاتا ہے اس لئے ایک حد تک کثرت ازدواج کی بھی اجازت دی جائے۔ سو اسلام نے ایسا ہی کیا ہے اور یہ وہ بات ہے۔ کہ دوسری قومیں بھی پھر پھرا کر اسی بات کی طرف جھکتی ہیں۔

پھر چونکہ زناشوئی کا تعلق محض باہمی محبت۔ خلوص اور پیار پر موقوف ہے اور جیسا کہ تمام قوموں میں دیکھا جاتا ہے۔ کئی دفعہ مرد و عورت میں نا اتفاقی بھی ممکن ہے۔ اور ایسی نا اتفاقی بھی جس کا علاج ممکن ہی نہیں اس لئے ضرور ہے کہ شریعت الٰہی بطور علاج ایک مرض کا علاج کے قطع تعلق کی بھی اجازت دے تاکہ اس قسم کی مشکلات اور تکلیفات کے وقت بجائے اس کے کہ مرد اور عورت ضیق کی حالت میں بسر کریں اور ایک دوسرے کی ہلاکت کے خواہاں ہوں اور باہمی مفارقت ہو کر مرد و عورت دونوں بدکاری پر مجبور رہیں۔ ان کا تعلق قطع کرا دیا جائے۔ تاکہ مرد اپنا بندوبست کر لے اور عورت اپنا۔

عیسائی قوم میں زنا کی حالت میں تو طلاق ہے جس میں ذرا بھی حکیمانہ عقل نہیں برتی گئی۔ مگر کمال نشوز اور اعراض کی حالت میں طلاق بالکل نہیں ہے جس کا نتیجہ تمام عیسائیوں کو معلوم ہے۔ کہ سینکڑوں[1] مرد و زن بوجہ بے اتفاقی کے سخت ضیق اور مصیبت کی حالت میں ہیں۔ مرد کہیں۔ عورت کہیں۔ نیا نکاح کر نہیں سکتے باہمی نباہ ہو نہیں سکتا۔ سوائے اس کے کہ بدکاری کی طرف جھکیں اور کوئی سبیل ہو نہیں سکتی۔

قرآن شریف نے مسئلہ طلاق کے بارے میں وہ حکیمانہ طریق اختیار کیا ہے جس سے بڑھ کر کسی انسان کے خیال میں نہیں۔ قرآن شریف کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ کتاب الٰہی کا بڑا رجحان اسی طرف ہے۔ کہ طلاق نہ دی جائے اور اس فعل سے سخت اجتناب کیا جائے۔ چنانچہ ہمارے رسول کریم ؐ نے بھی بہت سی احادیث میں **طلاق** کو ناپسند فرمایا ہے

---

[1] عیسائیوں نے بھی مجبور ہو کر آخر اسلامی طلاق ہی کی تقلید کی ہے اور اب جیسا کہ [illegible]
بشپ صاحب کا قول نقل کیا گیا ہے

اور بلا ضرورت طلاق کو تو ابغض المباحات اور خدا کا غصہ ملانے والی چیز ارشاد کیا ہے۔ غرضکہ شریعت اسلامی میں طلاق نہایت ناپسندیدہ بات ہے۔ لیکن اگر مرد کو مطلقاً اسکا اختیار نہ دیا جاتا تو بعض صورتوں میں بڑے بڑے فسادات کا احتمال تھا۔ جیسا کہ دوسری قوموں میں دیکھا جاتا ہے کہ اُن کے مذہب میں طلاق نہیں ہے مگر بہ مجبوری اُن کو اسلامی قاعدے کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اسلام نے طلاق جایز رکھی ہے مگر بڑے مضایقے اور احتیاط کے ساتھ کہ حتی الامکان طلاق کی نوبت نہ آئے۔ اور آئے تو زن و شوہر میں کسی قسم کی حق تلفی نہ ہو۔ اولاً حیض کے دنوں میں طلاق کا دینا منع ہے۔ اس میں مصلحت یہہ ہے کہ ان دنوں میں میاں بی بی چار و ناچار ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں عجب نہیں کہ یہہ علیحدگی طلاق کی محرک ہو۔ تو جس کو طلاق دینی ہو۔ ضرور ہے کہ عورت نہا[1] چکی ہو۔ جس سے ظاہر ہو جائیگا۔ کہ داعیہ طلاق قوی ہے۔ پھر طلاق کی عدت ہے اس میں ایک تو نسب کی احتیاط ہے کہ عدت کی مدت میں متواتر تین بار عورت کو دن آجائیں گے تو اچھی طرح اطمینان ہو جائیگا۔ کہ حمل سے نہیں ہے عورت حمل سے ہو تو اسکی عدت وضع حمل تک ہے۔ دوسرے عدت میں مرد و عورت کو اچھا موقع مل سکتا ہے کہ پھر ملاپ کریں اور مرد اپنی طلاق کو واپس لے۔ جس کو اصطلاح شرع میں رجوع اور رجعت کہتے ہیں۔ پھر طلاق میں اسکا بھی لحاظ ہے کہ بے فایدہ اور بلا ضرورت عورت کا وقت عدت میں ضایع نہ ہو اسکو جلدی عدت پوری کرنے کا موقعہ دیا جائے۔ دو طلاقوں میں رجوع ہو سکتا ہے لیکن تیسری طلاق کے بعد مرد و عورت میں دائمی مفارقت ہو جاتی ہے اور ایسے اس شخص لئے ہے جسنے دائمی جدائی کی ٹھان لی ہو تیسری طلاق کوئی غیرت مند دے نہیں سکتا۔

جب ناتفاقی کی صورت پیدا ہو تو قرآن نے حکم دیا ہے کہ پہلے ناتفاقی کے رفع کرنے کی حتے الامکان سعی کی جائے۔ عورت کو تنبیہہ و تہدید کرکے اسکی سرکشی کی اصلاح کی جائے۔ عورت کی سرکشی اور کجی اور بدصورتی پر یہہ بھی فرمایا کہ عسیٰ ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور خدا نے اُس میں بہت بہتری رکھی ہو یعنی صاحب ولاد ہو جائے یا اُس میں کچھ اور خوبی کی بات پائی جائے۔ پس حتے الامکان قطع تعلق نہیں کرنا چاہئے

---

[1] یہہ امید ہو کہ شاید دنوں میں پھر صفائی ہو جائے اور طلاق کی نوبت نہ آسکے۔

ہاں جب کوئی حیلہ کوئی چارہ کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکے تو آخری علاج طلاق اور قطع تعلق بتایا گیا اور یہ عین حکمت کے موافق ہے کیونکہ اتفاق اور محبت کی حالت میں تو کوئی طلاق دیتا ہی نہیں اور جب پرلے درجہ کی نااتفاقی اور عداوت اور مخالفت پیدا ہو جائے تو پھر قطع تعلق اس سے بہت بہتر ہے کہ دونو ایک جگہ رہکر ضیق کی حالت میں بسر کریں اور ایک دوسری کی ہلاکت کے خواہاں ہوں۔

اب ہم قرآن شریف کی وہ آیات پیش کرتے ہیں جس سے طلاق کی بابت جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے۔ سب کی تصدیق ہو جائیگی۔ اللہ تعالی قرآن شریف میں فرماتا ہے والّتی تخافون نشوزھنّ فعظوھنّ واھجروھنّ فی المضاجع واضربوھنّ فان اطعنکم فلا تبغوا علیھنّ سبیلا انّ اللہ کان علیّا کبیرا وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا ان یّریدا اصلاحا یّوفّق اللہ بینھما انّ اللہ کان علیما خبیرا۔ اور جن عورتوں کی سرکشی اور نافرمانی سے تم ڈرتے ہو۔ اُن کو پہلے سمجھاؤ پھر خوابگاہوں میں اُن سے جدا رہو۔ پھر اُن کو مار کر تنبیہ کرو۔ سو اگر تمہاری فرمانبردار ہو جائیں تو تم بھی کوئی الزام کی راہ اور طلاق کا حیلہ نہ ڈھونڈو اور عورت سے بے پرواہی نہ جتلاؤ۔ کیونکہ بزرگ اور بلند تو اللہ ہی ہے بلکہ عورتوں سے سلوک اور صفائی کرو۔ پھر اگر اے لوگو تمکو میاں بیوی کی سخت مخالفت وعداوت کا اندیشہ ہے۔ تو ایک منصف میاں کی طرف سے مقرر کرو ایک بیوی کی طرف سے اگر منصف کوشش کرینگے تو خدا اصلاح کی توفیق دیدیگا۔ اللہ تعالے علیم وخبیر ہے۔

پھر فرمایا۔ للّذین یؤلون من نّساءھم تربّص اربعۃ اشھر فان فاءو فانّ اللہ غفور رّحیم۔ وان عزموا الطّلاق فانّ اللہ سمیع علیم۔ والمطلّقات یتربّصن بانفسھنّ ثلاثۃ قروء۔ الطّلاق مرّتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان فان طلّقھا فلا تحلّ لہ من بعد حتّی تنکح زوجا غیرہ۔ واذا طلّقتم النّساء فبلغن اجلھنّ فلا تعضلوھنّ ان

لیکھن ازواجھن واتقوا اللہ ربکم لا تخرجوھن ولا یخرجن الا ان یاتین
بفاحشۃ مبینۃ فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن
بمعروف ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن ومن یتق اللہ یجعل
لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ذالک امر اللہ انزلہ الیکم
ومن یتق اللہ یکفر عنہ سیاتہ ویعظم لہ اجرا۔ ترجمہ جو لوگ اپنی بیویوں سے
جدا ہونے کے لئے قسم کھالیں وہ طلاق دینے میں جلدی نہ کریں بلکہ چار مہینے کا انتظار
کریں سو اگر وہ اپنے اس ارادہ سے باز آجاویں تو خدا کو غفور رحیم پائیں گے وہ ماسبقہ کی
زیادتیوں کو معاف کر دیگا۔ مرد کی طرف سے ہوں یا عورت کی طرف سے بشرطیکہ آئندہ حالت
کی اصلاح کریں اور حسن سلوک سے برتاؤ کریں اور اگر طلاق دینے پر پکا ارادہ کریں تو سن رکھیں کہ خدا
سمیع و علیم ہے۔ اگر ناحق طلاق دی گئی ہو تو عورت کی فریاد کو سنکر مرد سے باز پرس کرے گا)۔
اور چاہیے کہ جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہے وہ رجوع کی امید کے لئے تین حیض تک انتظار
کریں اور ان تین حیضوں میں جو قریباً تین مہینے ہیں دو دفعہ طلاق ہو گی۔ یعنی ہر ایک حیض
کے بعد حالت طہر میں خاوند عورت کو طلاق دے۔ حالت حیض میں نہ دے کہ وہ نفرت کا
وقت ہے۔ طہر کا انتظار کرنا چاہیے شاید موافقت ہو جائے۔ اور جب تیسرا مہینہ آوے تو خاوند کو
آگاہ ہو جانا چاہیے کہ اب یا تو طلاق سے رک جاوے اور عورت کو حسن معاشرت کے ساتھ اپنے
گھر آباد کرے یا احسان اور حسن سلوک کے ساتھ ہمیشہ کے لئے عورت کو رخصت کرے۔ اور اگر
تیسری طلاق جو تیسرے حیض کے بعد آتی ہے وہ دے تو اب یہ عورت اُس کی نہیں رہی وہ ایسی
جدائی ہو گی۔ تاوقتیکہ وہ دوسرا خاوند نہ کرے اور وہ مرضی سے نہ چھوڑ دے۔ اور ایسے
شخص کی سزا یہی ہے جو باوجودیکہ مہلت انتظار رہی اور ذوقہ طلاق کے نہ سمجھے اور جب تم

لہ حلالہ جو مشہور ہے سب بے مطلقہ بہ طلاق ثلاثہ کے لئے یہ حیلہ کیا جاتا ہے کہ ایک رات کے لئے کسی سے نقد وغیرہ سے نکاح پڑھا کر طلاق دلوائی جاتی ہے۔ مطلقاً حرام ہے۔ رسول اللہ صلعم نے ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

سلہ یہ ایک بھاری غیرت اور تنبیہ ہے طلاق سے بچنے کے لئے کوئی بڑا ہی بے غیرت ہو گا جو اس سزا کو روا رکھے سو ہر شخص کے جو ایسا تنگ آگیا ہے کہ اس نے عورت سے دائمی جدائی ٹھان لی ہے۔

عورتوں کو طلاق دو اور اُنکی عدت مذکورہ گذر جائے (یعنی حیض کے بعد تین طلاقیں ہو چکیں عدت بھی گذر جائے) تو وہ عورتیں تمہاری نہیں رہیں۔ انکو خاوند کرنے سے مت روکو اور خدا سے جو تمہارا رب ہے ڈرو۔ اور اُن کو عدت کے دنوں میں گھر سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں (یہ مصالحت و اتفاق کے لئے ایک موقعہ ہے) مگر یہہ کہ اُن سے کوئی علانیہ بدکاری ظاہر ہو اور جب انکی مدت عدت گذر جائے تو یا تو اُن کو خوش سلوکی کے ساتھہ رکھو یا احسان کے ساتھہ چھوڑ دو اور تمکو یہہ جائز نہیں کہ جو مال طلاق سے پہلے عورت کو دیا تہا وہ پھر لو اور جو کوئی ان معاملات میں خدا سے ڈرے گا (کیونکہ زن و مرد کے معاملات پرائیویٹلی ہیں اور پرائیویٹ معاملات میں خدا کا خوف ہی بدمعاملگیوں سے روک سکتا ہے) تو خدا اسکو مشکلات سے رہائی دیگا اور اسکو وہاں سے روزی دیگا۔ جہاں سے اُسکو وہم تک نہیں ہوگا۔ یہہ اللہ کا حکم ہے جو اُسنے تمپر نازل فرمایا۔ اور جو اللہ سے ڈرے گا اور طلاق نہ دیگا۔) خدا اُسکے گناہ معاف کر دیگا اور اسکو بہت بڑا ثواب عطا فرمائیگا۔

طلاق کے متعلق یہہ احکام الٰہی ہیں جو اوپر بیان کر دیئے گئے اور یہہ ایسے ہیں کہ ان سے بہتر اور احسن اور حکیمانہ ہو نہیں سکتے۔ اسپر تعجب ہے کہ شائق صاحب یا کوئی دوسرا غیر مذہب کا اعتراض کرے۔ حق بات یہہ ہے کہ اسلام کی یہہ اعلیٰ و افضل تعلیم جب عیسائیوں کے دلوں میں کھٹکتی ہے اور حسد اور عداوت پر برانگیختہ کرتی ہے۔ اور انکی بری اور ناقص تعلیم کا نقشہ سامنے آتا ہے تو وہ سوائے اسکے کہ پیغمبر کی بیویوں کو بیجا نقص لگائیں اور گھڑت گھڑتا پھریں اور کچھہ کر نہیں سکتے اپنے مذہب میں تو کوئی خوبی نہیں جو بیان کریں۔ سارا گذارہ اُن کا انہی باتوں پر ہے۔ سکہ مذہب کے محاسن کو مسخ و قبیح کر کے قبائح کی شکل میں دکھائیں اور اپنے اوپر اعتراض ہونے سے نجات پائیں۔ **فتفکروا یا اولی الالباب۔**

نوٹ: ڈاکٹر احمد شاہ صاحب نے جو حضرت امام حسن کی بے قاعدہ کثرت ازدواج کا ذکر کیا ہے (امہات صفحہ ۳۷) یہہ کوئی وحی الٰہی نہیں جسکو ہم خواہ مخواہ مان لیں۔ نہ قرآن میں نہ احادیث صحیحہ میں اسکا ذکر کہیں آیا ہے پس [illegible] حسین یا کسی غیر کے کہنے سے ہم اسے کس طرح مان لیں۔ ہمارے خیال میں تو محال معلوم ہوتا ہے کہ ایک مقدس امام کلام ربانی کو یوں پس پشت ڈالے اور معمولی [illegible] ممکن ہے کہ بعض مجبورات کی وجہ سے مجبور آپ نے کئی ایک نکاح کئے ہوں جنکو قصہ خوانوں اور غفور کرنے والوں نے اس نوبت تک پہونچا دیا ہو۔ اگر بفرض محال مان بھی لیں کہ امام حسن نے ایسا کیا۔ تو انکی غلطی سے اصل مسئلہ پر اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

متعہ

مصنف امہات اپنی کتاب کے صفحہ ۳۶ میں لکھتے ہیں کہ عورات کی نسبت صرف اسی قدر کارروائی اسلام کی شریعت میں ہوتی تو صبر بھی کیا جاتا۔ حضرت کی شریعت میں متعہ بھی حلال ہے۔ جو صریح زنا کی بانی ہے۔

اسکے جواب میں اسی قدر گذارش کافی ہے کہ متعہ اسلام میں ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ اگر متعہ اسلامی آئین ہوتا تو جس طرح نکاح اور طلاق کے مسائل و احکام کتب فقہ میں موجود ہیں ضرور متعہ کے احکام بھی ہوتے۔ لیکن آپ کسی فقہ کی کتاب میں متعہ کے احکام و مسائل دکھا نہیں سکتے جس سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ متعہ اسلام میں حرام ہے

جس قدر روایات مختلفہ آپنے متعہ کی بابت نقل کی ہیں وہ بخاری اور مسلم کی اس متفق علیہ حدیث کے مقابل کچھ بھی وزن نہیں رکھتیں جو حضرت علی رضہ سے منقول ہے۔ کہ آنحضرت نے خیبر کے دن گدھوں کے گوشت اور نکاح متعہ سے منع کر دیا۔ پس جبکہ رسول خدا صلعم نے خود متعہ کو منع کر دیا تو حضرت ابوبکر یا حضرت عمر رضہ کی نسبت متعہ کی حرمت وغیرہ منسوب کرنا صریح غلطی ہے اور آپکا بھی صفحہ ۲۴۰ میں یہہ لکھنا کہ متعہ کبھی حرام نہیں ہوا۔ بالکل مغالطہ ہے۔

متعہ حضرت رسول صلعم نے ہرگز جائز نہیں کیا اگرچہ آنحضرت صلعم سے پیشتر ہی نکاح موقت عرب میں جاری تھا۔ مختلف روایات اور مختلف بیانات سے بقدر مشترک اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ بعض جنگوں یا سفروں میں جب صحابہ رضہ تشریف لیگئے اور وہاں ایک عرصہ تک ٹھیرنا پڑا۔ تو حرام سے بچنے کے لئے رسم عرب کے دستور کے موافق کسی عورت سے نکاح موقت کر لیا۔ سفر سے واپس آئے تو اُسے چھوڑ آئے۔ چونکہ عرب کی یہ رسم قدیم تھی اور قرآن شریف میں بالفعل اُسکی بابت کوئی حکم صریح نہیں آیا تھا اور نکاح بھی آخر نکاح ہی ہے گو موقت ہی سہی۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے بھی چند ایک بار نکاح موقت کی اجازت دیدی۔ جب قرآن شریف میں نکاح اور طلاق کے احکام مکمل ہو گئے اور متعہ کی بابت کوئی حکم نازل نہ ہوا تو آپنے تفہیم الہی سے خیبر کے دن ہمیشہ کے لئے نکاح متعہ حرام کر دیا یہہ ساری نکاح متعہ کی اصلیت ہے۔ باقی یہہ امر کہ آنحضرت صلعم نے شروع ہی سے اس رسم کو کیوں نہ منع کیا؟ اور بعض مواقع پر اُسکی

اجازت کیوں دی؟ اسکا جواب یہہ ہے کہ مصلح اور ریفارمر کبھی ملک کی رسوم و عادات کو آہستہ آہستہ رفع کرتا ہے۔ یہہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ایک دفعہ ہی سب رسوم و بدعات قبیحہ کی مخالفت کر کے اپنے تئیں معرض خطر میں ڈالے۔ چنانچہ شراب وغیرہ اسی طرح حرام ہوا ہے۔ پہلے یہہ حکم دیکر کہ لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ سے شراب کو کم کیا اور جب اسکا اثر کم ہوا تو یہ سخت حکم دیدیا کہ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر و منافع للنّاس۔

متعہ کی بابت بے شمار مختلف روایات ہونے کا موجب صرف شیعہ لوگ ہیں جو ہمیشہ اہل سنت جماعت کی ضد میں اور حضرت عمر خطاب رضہ کو الزام دینے کے لئے بہت سی موضوع روایات گھڑ گھڑ کر بات کا بتنگڑ بنا دیا۔ اصل بات صرف اسی قدر ہے جس قدر اوپر مذکور ہوئی۔ چنانچہ ہمارے دوست مولوی محمد فیروز الدین صاحب نے اپنی ایک کتاب میں جو متعہ کی بابت چند ابیات لکھی ہیں۔ انکو ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

نظم

اب متعہ کی جو رسم ہی اسلام میں نہیں
رسم عرب پہ جاری رہا تھا یہہ چند روز
جاتے تھے جہاد کو غازی ہو کے تب
کر لیتے تھے چند دن کسی عورت سے واں نکاح
حضرت بھی اک دو جنگ میں یہہ حال دیکھکر
قائل ہوئے جو حکم نکاح و طلاق کے
خیبر کے روز تب ہوئی کلّی ممانعت

پھر اس پہ اعتراض تھا۔ اب عجب نہیں
ختم الرسل کو منع کا کچھ حکم تھا نہیں
اک عرصہ تک وہ جنگ سے ہوتے جدا نہیں
آتے تو خیر طلاق انہیں چارہ تھا نہیں
پس ساکت تھے اور اُس سے تعرض کیا نہیں
قرآں میں حکم متعہ کا تھا مطلقاً نہیں
اب روز حشر تک اُسے کرنا روا نہیں

قرآن شریف میں متعہ کا کہیں حکم نہیں صرف ایک آیت ہے فما استمتعتم بہ منہن فآتوہن اجورہن فریضۃ یعنی جن عورتوں سے تمنے فائدہ اُٹھایا ہے انکو انکے مہر مقررہ دیدو۔ جہاں سے بعض لوگ متعہ کا حکم نکالتے ہیں۔ لیکن قرآن شریف کا سیاق اور سباق دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کو متعہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس حکم سے پیشتر متعہ کا اشارہ تک نہیں۔ بلکہ اس سے پہلے ان عورات کی تفصیل ہے۔ جن سے نکاح حرام ہے اور آخر میں

یہہ کرگیا ہو کہ کتاب اللہ علیکم واحل لکم ما وراء ذالکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین فما استمتعتم بہ منہن فاتوہن اجورہن فریضۃ۔ ولا جناح علیکم فیما تراضیتم بہ من بعد الفریضۃ ان اللہ کان علیما حکیما ان عورتوں کے ساتھہ نکاح تمکو خدا نے حرام مقرر کیا ہے اور اُن کے سوا تمہارے لئے سب عورتیں حلال ہیں کہ اپنے مال یعنی مہر دیکر اُن سے بیاہ کرلو۔ مگر شہوت نکالنے کے لئے عارضی اور چند روزہ تعلق اُن کے ساتھہ نہ رکھو۔ بلکہ بطور احصان یعنی ہمیشہ کے لئے اُن کو قید نکاح میں رکھنے کے لئے مزاوجت کرو۔ جس سے متعہ صاف حرام ہوگیا) سو اُن میں سے جن عورتوں سے تمنے فائدہ اُٹھایا ہے یعنی صحبت کرلی ہے تو اُن کو اُن کے مہر مقررہ ادا کرو اور مقرر ہونے کے پیچھے رضامندی سے اگر کم و بیش کرلو تو تم پر کچھہ گناہ نہیں یقیناً اللہ تعالی علیم و حکیم ہے۔ اسرار قدرت سے آگاہ اور رموز فطرت سے واقف ہے اس نے اپنے علم و حکمت سے یہہ احکام نازل فرمائے ہیں۔ انتہے۔

اب دیکھئے اس آیت کے سباق سیاق کے دیکھنے سے اظہر من الشمس ہے کہ متعہ کو اس آیت سے کچھہ تعلق نہیں بلکہ محصنین غیر مسافحین کے لفظ سے متعہ حرام ٹھیراتا ہے۔ قرآن شریف کے الفاظ موجود ہیں انکی تفسیر بھی جو سیاق و سباق کے مطابق ہے کردی گئی ہے۔ اب بھی اگر کسی کی تسلی نہ ہو تو وہ جانے اور اُسکا ایمان۔ ہم اس سے زیادہ کچھہ نہیں کہہ سکتے۔ ہاں چونکہ شیعہ لوگ تمام حال متعہ کے جواز کے قایل ہیں اس لیے انکی کتابوں سے ایک معتبر و مشہور روایت یہاں درج کئے دیتے ہیں جس سے متعہ کی اصلیت کا بھی پتہ لگ جائیگا۔

شیعوں کی کتاب فقہ الرضا میں یہہ حدیث موجود ہے اعلم یا اخی الخ ترجمہ راوی کہتا ہے کہ اے بھائی میں نے امام رضا سے پوچھا کہ یا حضرت میری جان آپ پر قربان ہو فرمایئے کہ متعہ کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں کہ روایت کیا ہے آپکے دادا امیر المومنین علی رضی نے کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال کیا تھا یوم فتح کے دن۔ اور حرام کردیا خیبر میں اور ممنوع کردیا اسکو امام نے۔ امام رضا نے کہا سچ فرمایا امیر المومنین علی رضی نے خدا کی قسم متعہ حرام ہے۔ البتہ اجازت دیگئی تھی شروع میں پھر امام نے فرمایا کہ حضرت نے متعہ کو روا نہیں رکھا تھا مگر جو اہل عرب کے لئے کہ جو مسافرت میں رسول خدا کے ساتھہ موجود تھے۔ اور

شکایت[1] اپنی تکلیف کی کرتے تھے۔ رسول خدا صلعم نے اجازت متعہ کی نہیں دی تھی۔ مگر ایسے لوگوں کے واسطے تاکہ حرام سے بچیں لیکن جس شخص نے متعہ کیا اس حالت میں کہ وہ یہی نکاح پر یا خریدے لونڈی پر یا اپنے مکان پر موجود ہے یا کسی شہر میں مقیم ہے۔ پس بیشک اُس نے مباح کیا اپنی نفس کے اُس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ نے اسکے لئے اور فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے جس شخص نے تجاوز کیا اللہ کی حدود سے داخل ہوا وہ عاصیوں میں۔ ای میرے بیٹے نہیں تھا جواز متعہ کا مگر وقت اضطراب اور ضرورت کے جیسا کہ جایز ہے وقت ضرورت کے گوشت سُور کا اور مُردار اور خون۔

احادیث صحیحہ ثابتہ متعلق حرمت مُتعہ

جنکے مقابل صاحب اُمّہات کی واہی تباہی روایات بالکل لغو اور ناقابل تسلیم ہیں :-

عن بن مسعود قال کنا نغزو مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیس معنا نسائُ فقلنا الا نختصی فنہانا عن ذلک ثم رخص لنا ان نستمتع فکان احدنا ینکح الرجل بالثوب الی اجل (بخاری ومسلم)۔

وعن سلمۃ بن اکوع رض قال رخص النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم عام اوطاس فی المتعۃ ثم نہا عنہا (بخاری ومسلم)۔

وعن ابن عباس رض قال انّما کانت المتعۃ فی الاول الاسلام کان الرجل یقدم البلدۃ لیس لہ بہا معرفۃ فیتزوج المرءۃ بقدر مایرید انہ یقیم فتحفظ لہ متاعہ وتصلح بہ شانہ حتی نزلت الاعلی ازواجہم او ماملکت ایمانہم فقال ابن عباس فکل فرج سواہما حرام اخرجہ الترمذی۔

وعن محمد بن حنفیۃ ان علیاً کان لابن عباس ان رسول اللہ صلعم

---

[1] حدیث میں آیا ہے کہ جن لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نکاح موقت کی درخواست کی تھی انپر ایسی حالت اضطراری طاری تھی کہ وہ خصی ہونے پر آمادہ تھے۔ چونکہ عرب میں متعہ کا رواج تھا آنحضرت صلعم نے اجتہاداً دستور عرب کے موافق اجازت دیدی۔ پھر قرآن شریف میں اسکے جواز کا اشارہ نہ پایا گیا تو ہمیشہ کے لئے ممنوع کر دیا گیا۔

نہی عن متعۃ النساء یوم خیبر و عن اکل لحوم الحمر الانسیۃ اخرجہ الستۃ الا ابا داؤد۔

اسلام میں عورات کی حیثیت

ڈاکٹر احمد شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اسلام میں عورات کی عزت یا حقوق کچھ محفوظ نہیں رکھے گئے۔ لیکن انجیل میں عورات کی عزت و حقوق کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ افسوس ہے ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کی عقل و دانش پر۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کبھی قرآن شریف کو ایک نظر سے بھی نہیں دیکھا۔ اور یہی وجہ آپ کے اسلام سے مرتد ہونے کی بھی ہوئی۔ ورنہ جس نظر سے آپ انجیل کو دیکھتے ہیں۔ اگر اسی نظر سے قرآن شریف کو بھی ملاحظہ فرماتے۔ تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ عورت و مرد کے باہمی تعلق اور ارتباط و اختلاط کا نقشہ جس طرح پر قرآن شریف میں کھینچا گیا ہے انجیل اس سے بالکل بے نصیب ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھنّ لباس لکم وانتم لباس لھنّ (عورتیں) تمہارے لئے بمنزلہ لباس کی جگہ ہیں اور تم ان کے لئے بجائے لباس کے ہو۔ اب اس سے بڑھکر مرد و عورت کے باہمی تعلق اور ارتباط و اختلاط اور عزت و حرمت وغیرہ کے ظاہر کرنے کا اور طریقہ کیا ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کا لباس ٹھیرایا اور مرد کو عورت کا لباس بتایا۔ آپ جانتے ہیں لباس کیا چیز ہے؟ انسان کے لئے باعث زیب و زینت عزت و جلال کا موجب الناس باللباس مشہور مقولہ ہے۔ انسان کی زیب و زینت ساری لباس سے ہے۔ پس اس استعارہ سے جس میں اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کو ایک دوسرے کا لباس ارشاد فرمایا۔ ایک دوسرے کی عزت و حرمت زیب و زینت اور دبدبہ و جلال وغیرہ سب کچھ اسی میں آگئے۔ پس تمہاری انجیل کے سب فقرے۔ عورت کی عزت کرو۔ عورت مرد کا جلال ہے۔ خدا میں نہ عورت مرد کے بغیر ہے نہ مرد عورت کے بغیر۔ قرآن شریف کی ایک ہی جامع و مانع افضل و اکمل آیت میں آگئے کیونکہ ساری دنیا لباس کو اپنے لئے زیب و زینت عزت و حرمت اور اظہار جاہ و جلال کا باعث خیال کرتی ہے اور کوئی شخص بغیر لباس کے ننگا پھرنا نہیں چاہتا۔ اور آپ کا انجیلی فقرہ

لکھا ہے کہ شوہر جورو کا حق جیسا کہ چاہئے ادا کرے اور ویسا ہی جورو شوہر کا۔ الغرض فخر کرنا اور شیخی بگھارنا کر یہہ کہنا کہ مواجب اور حقوق انہیں کہتے ہیں آپ ہی کی مقابل میں کوئی شریعت اسلامی ہی سنائیں (۲۳۵ صفحہ) بڑے ہی افسوس اور ترحم کی بات ہے۔ بلاشبہ تم نے آج تک قرآن شریف کبھی ایک نظر سے بھی نہیں دیکھا ورنہ اگر تم قرآن شریف کا دوسرا سیپارہ ہی دیکھتے تو تمہیں یہہ آیت پڑھکر سخت شرمندہ ہونا پڑتا جو اللہ تعالی فرماتا ہے۔ ولہن مثل الذی علیہن بالمعروف اور مردوں پر بھی عورتوں کے لئے ایسے ہی حقوق ہیں جیسے کہ عورتوں کے مردوں پر۔

اور یہاں تک کہ اگر تمہیں اپنی عورت کی کوئی بات ناپسند بھی آئے تاہم ان سے خوش سلوک کرو۔ کما قال وعاشروهن بالمعروف فان کرهتموهن فعسی ان تکرهوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا اور تم ان سے خوش سلوکی سے گذران کرو۔ سو اگر تم کو انکی کوئی بات ناپسند آئے تو شاید تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالے اس میں بہت سی بھلائی رکھدے (یعنی اسے اولاد عطا فرمائے یا اس میں کوئی اور خوبی ظاہر ہو۔ مطلب یہہ کہ اگر اس میں ایک عیب دیکھو تو اسکے پیچھے نہ پڑ جاؤ۔ ممکن ہے کہ اس میں بہت سی اور خوبیاں بھی ہوں۔ پس ان خوبیوں کا خیال کرکے اسکی ناپسند حرکات سے درگذر کرو۔

احسان سب سے بڑھکر یہہ کہ اللہ تعالی نے سورہ روم میں عورت مرد کے اخلاص پیار کو اپنی رحمت و قدرت کا نشان قرار دیا اور فرمایا کہ ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ۔ ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون اللہ خدا کی قدرت کے نشانوں میں سے ایک یہہ ہے۔ کہ اس نے تمہیں میں سے تمہارے لئے تمہاری بیویاں بنائیں تاکہ تم انکی طرف چین پکڑو اور اس نے تمہارے درمیان اخلاص اور پیار محبت و رحمت پیدا کر دی۔ یقینا اس بات میں ان لوگوں کے لئے جو خدا کی آیات میں فکر کرتے ہیں۔ ایک بڑا نشان قدرت ہے۔

اور پھر فرمایا کہ للرجال نصیب مما اکتسبو وللنساء نصیب مما اکتسبن

مردوں کے لئے انکی کمائی کا حصہ ہے اور عورتوں کے ساتھ انکی کمائی کا۔ یعنی مرد اپنی کمائی کا
مالک اور عورت اپنی کمائی کی مالک پھر میراث میں عورت مرد کے ساتھ ہر جگہ برابر حصہ پاتی
ہے۔ پس یہ تو وہ حقوق و مواجب ہیں۔ جو از روئے نص قرآنی کے عورات کو حاصل
ہیں۔ اب عیسائیوں میں جو حقوق عورات کے ہیں انکی کیفیت سنئے " قومی رسوم وغیرہ
سے ہم قطع نظر کر کے صرف انگلستان کے قانون پر نظر کرتے ہیں جسپر ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کا
مدار فخر و ناز ہے۔ قانون انگلستان کے بموجب نکاح کے بعد بہت سے احکام میں عورت
کی ذات ہی قایم نہیں رہتی۔ وہ گویا اپنے شوہر میں مستہلک ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے نام سے کوئی
معاہدہ نہیں کر سکتی۔ اور اسکی ذاتی جایداد جو قبل نکاح سے حاصل کی ہو وہ بھی شوہر کے ملک
میں ہو جاتی ہے اور اسے اختیار ہوتا ہے کہ جیسے چاہے اسے صرف کرے۔ عورت کو اتنا بھی
حق نہیں ہوتا کہ وہ اپنے نام سے یا اپنی ذات خاص کے لئے ضروریات خرید کرے۔ یا منگوا بھیجے
گو مرد پر نان و نفقہ عورات کا واجب ہے مگر یہ انگلستان میں اسکی تعمیل کرا پانے کا کوئی صاف
ذریعہ نہیں ہے اور نہ عورت کو روٹی کپڑے کی نالش کر سکنے کا حق ہے مگر کچھ ضمنی صورتیں
نکالی گئی ہیں اور نیز بہت سے مدارج بدسلوکی اور اذیت کے ایسے ہیں جنکا کچھ چارہ نہیں ہے
نہ عورت کی کوئی فریاد سنتا ہے نہ عدالت کچھ کر سکتی ہے گو عورت اپنے شوہر سے مفارقت
کر کے عرصے سے الگ رہے۔ مگر جو کچھ جایداد وہ حاصل کرے گی۔ وہ شوہر ہی کی ہو گی۔ اگر عورت
پیشتر سے بند و بست نہ کرائے تو عورت کا وہ مال اسباب جو اس نے ایام مفارقت میں
حاصل کیا ہے اس کے شوہر کے قرضخواہ اسے لے سکتے ہیں۔ مرد کو اپنی کل جایداد کا اختیار
حاصل ہے۔ چاہے وہ اپنی عین حیات میں غیروں کو دیجائے۔ عورت کو کچھ نہیں مل سکتا
جب ایسے دستور جاری ہوں اور مرد تنگ مزاج اور موم کی ناک ہو تو عورت کی بڑی حق تلفی
ہوتی ہے۔ اور خاص کر اسوقت جب اتفاقیہ مرد کا عورت کے ساتھ نباہ نہ ہو سکے اور دونوں
کی طبیعت نہ ملیں تو ایک دوسرے کی بڑی ہی حق تلفی ہوتی ہے۔ ان دونوں میں مفارقت تو ممکن ہی
مگر چونکہ طلاق نہیں ہے اس لئے نہ تو مرد دوسرا نکاح کر سکتا ہے۔ نہ عورت بھی دوسرا نکاح
کر سکتی ہے۔ اور دونوں کی زندگی سخت ضیق اور تنگی کی حالت میں گذرتی ہے۔ مرد یہ راہ

ڈھونڈھتا رہتا ہے کہ کسی طرح میری عورت زنا میں پھنسے اور طلاق کا بہانہ ملے۔ اُدھر عورت مرد کی ہلاکت کی خواہاں ہوتی ہے۔ عورت اپنی حاجت نفسانی بجز زنا کے پوری نہیں کر سکتی ادھر مرد اپنی حاجت روائی بجز زنا کے نہیں کر سکتا۔ یہ بدترین نتایج ہیں انجیل کے احکام نکاح وطلاق کے اور تعلقات زناشوئی کے۔ جس کی اصلاح ہر زمانہ میں نئے نئے قانون کے ذریعہ بتدریج کی جاتی ہے۔ مگر تابہ کے۔ جب اصل میں ہی وہ احکام ناقص ہیں تو اُن کی اصلاح کیا خاک ہوگی۔ بنظر بریں حالات میں بڑے زور سے کہہ سکتا ہوں کہ اسلام میں جس قدر عورت کے مواجب وحقوق اور عزت وحرمت وغیرہ قایم کی گئی ہے۔ انجیل میں اسکا پاسنگ بھی نہیں ہے قرآن شریف میں اللہ تعالی فرماتا ہے وعاشروهن بالمعروف اُن کے ساتھ عمدہ طریق سے معاشرت کرو ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف اُن کے حق بھی ویسے ہی ہیں جیسے مرد کے عورتوں پر۔ علاوہ اس کے جس گناہ سے عورت سزا پاتی ہے اُسی گناہ سے مرد بھی سزا پاتا ہے۔ البتہ مرد کا معاشرت میں درجہ کسی قدر عورت سے زیادہ رکھتا ہے وللرجال علیهن درجة مگر انجیل میں بھی ایسا ہی عورتوں کو مرد کی تابعداری کرنے کا حکم ہے۔ مگر مرد کو عورت کی تابعداری کرنے کا حکم نہیں ہے بلکہ صرف محبت کرنے کا حکم ہے۔ دیکھو (افسی ۵ باب ۲۲) اسی طرح مردوں کو تعلیم دینے کا حکم ہے مگر عورتوں کو نہیں (ا قرنتی ۱۴ باب ۳۴-۳۶) (ا تمطاؤس ۲ باب ۱۱-۱۲) علاوہ اس کے آجکل جو عورتوں کو مردوں کے برابر کرنے پر بہت زور لگایا جاتا ہے۔ بہت کتابیں لکھی جاتی ہیں مگر پھر بھی قدرتی تفاوت معدوم نہیں ہو سکتا۔ مرد عورت کو بیاہ کر جہاں چاہے لیجائے۔ عورت مرد کو جہاں چاہے نہیں لے جا سکتی ہے۔ بلکہ مسلمانوں میں تو عورت اپنے مال کی مالک ہوتی ہے اس میں جسطرح چاہے آزادی سے تصرف کرنے کی مختار ہوتی ہے۔ مگر عیسائیوں میں تو عورت اپنا مال ہی نہیں رکھتی۔ جو کچھ وہ باپ کے گھر سے لاتی ہے وہ بھی شوہر کی ملک ہو جاتا ہے اور شوہر کے مال میں بلا اجازت کسی طرح کا تصرف کرنے کی مجاز نہیں ہوتی۔ غرض عورتوں کا درجہ اسلام میں بہ نسبت عیسائیوں کے زیادہ ہے۔ عورت کی کجی اور شقاق پر بھی صبر کرنے کا حکم دیا ہے فرمایا کہ تم کو عورت سے فایدہ اٹھانا ہے تو اسی ٹیڑھے پن میں اٹھالو۔ اگر بہت سیدھا کرنا چاہوگے

تو اسکو [illegible] یعنی طلاق دیدیگا (مسلم) اور پھر فرمایا کہ اگر کوئی مومن عورت سے بغض [illegible] اگر اسکی کوئی بات ناپسند ہوگا تو دوسرا کوئی فعل پسند بھی ضرور ہوگا۔

اور یہ بھی فرمایا کہ کبھی کوئی اپنی بی بی کو غلام کی طرح نہ مارے [illegible] صحبت بھی آخر شب [illegible] اور آنحضرت [illegible] کا یہ قول ہے کہ نہیں چھوڑا میں نے اپنے بعد کوئی فتنہ جو زیادہ ضرر پہونچانے والا ہو مردوں پر عورتوں سے۔ اس سے عورت کی حقارت مقصود نہیں بلکہ مردوں کو انکی بے جا اطاعت اور زیادہ اختلاط سے جو بے دینی کی حد تک پہونچا کر انسان کے لئے موجب فتنہ ہو جائے ڈرایا گیا ہے اور تمثیلاً ان کے فریفتہ کرنے کے اثر کی نسبت ایسا کہا گیا ہے یعنی کہ انکی فریفتگی کا اثر ایک فتنہ ہے۔ جس سے کئی مصیبتیں پیدا ہوتی ہیں اور یہ اس مثل کے موافق ہے کہ تین چیزیں **زر - زمین - زن** فتنہ کی چیزیں ہیں۔ یہ ایک تمثیل ہے اور اس سے کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا۔ کہ اس مثل میں زن [illegible] زمین کی حقارت مقصود ہے۔ صرف ان کے نتیجہ اور اثر سے تعلق ہے۔

غرض کہ امثال و حکمت میں کسی شے کو اسکے اثر وغیرہ کے لحاظ سے فتنہ وغیرہ کہدینا یہ کوئی اعتراض کا موجب نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح نے خود تمثیلوں میں لوگوں کو سور اور کتے اور [illegible] اور [illegible] کہا ہے۔ لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ وہ فی الواقعہ سور اور کتے [illegible] تھے [illegible] ان کی طبائع کی خاصیت یا اثر کے لحاظ سے ایسا کہدیا گیا ہے۔ تو تمثیلوں میں کسی خاص غرض کے لحاظ سے کسی شے کی نسبت کوئی لفظ کہدینا یہ ظاہر ہے ہرگز نہیں [illegible] سکتا کہ فی الواقعہ [illegible] مقصود اس چیز کی ہجو یا توہین ہے۔

ایسا ہی اگر حضرت رسول کریم نے عورت کو حبائل الشیطان (شیطان کے پھندے) فرمایا ہے تو ان سے بھی انکی حقارت مقصود نہیں۔ ہاں انکی فریفتگی کے اثر کو ان الفاظ سے استعارہ کیا ہے کہ جس طرح شیطان انسان کو مکر و حیلہ کے پھندے میں ڈال دیتا ہے اسی طرح عورتوں کا حسن ایک قسم کا جادو ہے جس میں انسان پھنس کر نہ دنیا کا رہتا ہے نہ دین کا۔ پس انسان کو عورتوں کا فریفتہ نہیں ہونا چاہئے۔

اور آپکا یہ قول کہ بانی اسلام نے عورت کو کتے اور گدہے کے بیچ میں بٹھلایا ہے [illegible]

تمہاری شرارت ہی۔ حدیث میں تو صرف اتنا آتا ہے کہ کتے اور عورت اور گدھے کے آگے گذرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ سو عورت کو آگے گذرنے سے نماز ٹوٹنے کا باعث اسکی پلیدی نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے کہ عورت مرد کی خواہش برانگیختہ کرنے والی ہے اور اسی سے اسکے آگے گذرنے سے خیال اسکی طرف جائیگا اور نماز میں خلل واقع ہوگا۔ اسکی نظیر بالکل ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ انسان اور کتے کا گوشت حرام ہے۔ تو کیا اس وجہ سے کہ دونو پلید ہیں۔ نہیں۔ بلکہ انسان کا گوشت اسکی شرافت و عظمت کی وجہ سے حرام ہے اور کتے کا اسکی ناپاکی کی وجہ سے۔

اور یہاں ان الفاظ سے عورت کو کتے اور گدھے کے برابر ہی سمجھنا۔ یہ دونو اتفاقی ہیں ورنہ [illegible] ہے۔

اور عورت اور گھر اور گھوڑے میں نحوست کا ہونا آنحضرتؐ نے فرمایا ہے اس کے معنے یہ ہیں کہ اگر گھوڑا شریر و سرکش بدلگام ہو یا عورت نافرمان اور سخت مزاج ہو یا گھر کی آب و ہوا صحت کے خلاف ہو۔ اگر کوئی امر موجب نحوست ہو تو یہ ہے۔ یہ ایک حکیمانہ قول ہے اس سے عورت کا بالعموم منحوس ہونا کہاں پایا گیا۔ حدیث کی عبارات اور انکے معانی کا سمجھنا بھی آپ ہی پر موقوف ہے۔ غالباً آپ نے بھی اسیکو سلامت بسبب روشن ضمیر کے لکر عیسائیت کے ظلمتکدہ میں لے جا دیکھا۔ اور قرآن شریف میں اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیمٌ آیا ہے۔ یہ عزیز مصر کا مقولہ نقل کیا گیا ہے نہ قول خداوندی ہے اور نہ آنحضرتؐ کا فرمان پس اسپر اعتراض کرنا محض حماقت ہے۔ اور عورتوں کا زیادہ گنہگار یا دوزخی ہونا یہ ایک امر واقعی ہے کہ وہ اکثر خاوند کی نافرمان اور ناشکر گذار ہوتی ہیں۔ ایک امر واقع کے بیان کرنے سے کسی فرقہ کی توہین مقصود نہیں ہوتی۔ بلکہ انکو متنبہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ سکھ بڑا سرکش ہے یا شیعہ بڑے ضدی ہیں تو اس سے انکی توہین مقصود نہیں ہوتی بلکہ ایک امر واقعی کا اظہار اور سرکشی اور ضد سے انذار۔

ہاں بائیبل میں عورت کو گناہ کا بانی ضرور کہا گیا ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ آدم نے آپ نہیں کھایا پر عورت فریب کھا کے گناہ میں پھنسی (۱ تمطاؤس ۲ باب ۱۴) اور پھر عورت کی تحقیر زبور میں ایوب میں یہاں تک مبالغہ کیا گیا ہے کہ عورت کے پیٹ سے نکلنے والے انسان کو بھی ناپاک بتایا

کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ایوب ۱۵ باب ۱۴ میں لکھا ہے کہ انسان کون ہے جو پاک ہوسکے اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا کیا ہے کہ وہ صادق ٹھہرے اور عورت کی نجاست اور ناپاکی میں یہاں تک غلو کیا گیا ہے کہ ارشاد کیا گیا ہے کہ کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے۔ چونکہ بائبل کے رو سے عورت کی سخت توہین اور تحقیر ہوتی ہے اس لئے پیش بندی کے طور پر **شالیق صاحب** نے چند ایک اسلامی مقدسین کے خاص خاص واقعات اور حالات جو کسی خاص غرض کے لئے لکھے گئے ہیں اعتراض کر دیا ورنہ سچ ہے **پیادہ کن را چارہ پیش** سے پہلے الزام اُسکو دیتا تھا خصوصاً پادری لوگ۔ ہر چہ پیشتر بالکل [illegible] زیادہ بیویاں کر کے عورتوں کا دل جلاتے ہیں اُنکی غیرت کو کھوتے ہیں۔ کیونکہ اعتراض کیا جا سکتا ہے بلکہ خدا پر ہے جس نے تعدد ازدواج کو تمام انبیا کی شرائع میں روا رکھا۔ یا حضرت ابراہیم ؑ پر جس کی تین بیویاں تھیں یا حضرت **یعقوب** ؑ پر جس کی چار بیویاں تھیں۔ یا بیٹے خداوند یسوع مسیح کے جد امجد **داؤد** ؑ پر جنکی ۲۲ عورتیں تھیں اور اُنہیں کفایت نہ کی ایک عورت کے ساتھ زنا کیا۔ یا سلیمان ؑ پر جنکی سات سو جوروآں اور تین سو حرمیں تھیں۔ بہرحال آپکا یہ اعتراض اسلام پر ذرا بھی موزون نہیں۔ اگر موزون ہے تو **بائبل** مروجہ پر۔ اسلام نے اس بارہ میں جو کچھ کیا وہ یہہ کیا کہ آپکی کتب مقدسہ کی اس رسم کی اصلاح کر کے سخت ضرورت کے موقع پر تعدد ازدواج کو چار میں محدود کیا اور چار میں محدود کرنے کے بعد **عدل** کی ایسی سخت شرط لگائی جس سے عورتوں کی بیجا غیرت کی بابت کچھہ اصلاح ہو گئی۔ پس **قران شریف** پر آپکا اعتراض کرنا ذرا بھی نہیں جچتا۔ اگر اعتراض کرنا ہے تو اس طرح کرو کہ بائبل مروجہ نے عورتوں کو ناپاک اور گناہگار کہہ کر اُنکو ذلیل کیا۔ کثرت ازدواجی رائج کر کے اُنکے دلوں کو جلایا۔ اُنکی غیرت کو کھو کر اُنکی زندگی کو وبال کیا کنواریوں عورتوں کے ساتھہ نکاح کر کے اُن کو شہوت رانی کا ایک آلہ بنا دکھلایا اور حضرت امام حسن ؓ کی نسبت جو آپکا اعتراض ہے یہہ قرآن و احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں بعض مورخوں کا واہی تباہی خیال یا بے جا مبالغہ ہے۔ جس کو اگر مسلمان لوگ تسلیم نہ کریں تو اُن کے لئے کوئی مجبوری نہیں۔ کیونکہ قرآن و سنت یعنی ماخذ سے اسکا کوئی معتبر ثبوت نہیں۔ لیکن بائبل مقدس سے جس میں داؤد ؑ کی سو جوروآں اور سلیمان ؑ کی ہزار جوروآں مندرج ہیں۔ آپ کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ اور لنسار کہ حضرت ؐ لکم پر جو آپنے اعتراض کیا ہے

ہم نہیں جانتے اسپر اعتراض کرنا آپکی کس سرشت کا نتیجہ ہے۔ ہمارے خیال میں تو یہہ ایسا فصیح و بلیغ فقرہ ہے کہ اصل مطلب بیان کرنے کے لئے اس سے بڑھکر کوئی فقرہ ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ معلوم آپ اسکو محل اعتراض میں کس طرح لے آئے۔ اسمیں اعتراض کیا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انّی شئتم وقدّموا لانفسکم واتقوا اللّٰہ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں یعنی نسل انسان کی تولید کا محل۔ سو تم اس کھیتی میں جب یا جس طرح چاہو۔ جاؤ۔ مگر محض شہوت رانی نہ ہو۔ بلکہ قدموا انفسکم اولاد صالح کے لئے مباشرت کرو۔ واتقوا اللّٰہ اور اللہ سے ڈرو۔ اسبارہ میں حد اعتدال سے نہ بڑھو نہ خلاف وضع فطرت کوئی کام کرو۔

اب نہیں معلوم اس میں اعتراض کیا ہے۔ بلکہ اس آیت نے اپنے مفہوم میں سوائے طریقہ مخصوصہ مباشرت کے باقی ہر ایک قسم کی شہوت پرستی۔ بدکاری اور بد افعالی کو خلاف قانون قدرت و آئین فطرت ثابت کرکے بنی نوع انسان کو ہزاروں قسم کے دکھوں اور بیماریوں سے نجات کا رستہ بتلا دیا ہے۔ کیونکہ لفظ حرث جس کے معنے کھیتی کے لئے جاتے ہیں زمین کے اس مخصوص قطعہ پر بولا جاتا ہے جس کو ہر ایک قسم کے خس و خاشاک سے پاک صاف کرکے محض زراعت کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور اسکی تخم ریزی کرکے غلہ کی پیدائش کی امید کیجاتی ہے۔ دوسرے کسی قطعہ زمین پر جس میں یہہ صفات نہ ہوں۔ لفظ کھیتی کا ہندوستانی زبان میں بھی نہیں بولا جاتا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ جب عورتوں کو کھیتی سے تمثیل دیگئی ہے تو انہیں بجز اس عضو مخصوص کے جو منبع نسل انسانی قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے ہر ایک قسم کی ناجایز حرکت سے بنی نوع انسان کو روکا گیا ہے۔ کیونکہ وطی فی الدبر۔ مجامعت[1] فی الحیض وغیرہ دوسرے جس قدر اسطرح کے افعال خلاف فطرت انسانی ہیں وہ حرث کے نتیجہ کے

---

[1] حیض میں جو مباشرت لکھی ہے اس سے صرف لغوی معنے مقصود ہیں یعنی عورتوں سے ملاپ جس کو یہود ناروا سمجھتے تھے ورنہ قرآن شریف کے موافق حیض میں مجامعت قطعی حرام ہے۔ یسئلونک عن المحیض قل ھو اذی۔ فاعتزلوا النساء فی المحیض حتی یطہرن۔

کہا گیا ہے۔ جیسا کہ ایوب ۱۵ باب ۱۴ میں لکھا ہے کہ انسان کون ہے جو پاک ہو سکے اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا کیا ہے کہ صادق ٹھہرے اور عورت کی نجاست اور ناپاکی میں یہانتک غلو کیا گیا ہے کہ ارشاد کیا گیا ہے کہ کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے۔ چونکہ بائیبل کے رو سے عورت کی سخت توہین اور تحقیر ہوتی ہے اس لئے پیش بندی کے طور پر پشالیق صاحب نے چند ایک اسلامی مقولے نیز بعض خاص خاص مواقع اور حالتوں میں خاص خاص غرض کے لئے کہے گئے ہیں اعتراض کر دیا اور نہ سمجھا کہ چاہ کن را چاہ در پیش ہے میں الزام اُسکو دیتا تہا قصور اپنا نکل آیا۔ اور یہہ جو یہہ کہنا کہ مسلمان زیادہ بیویاں کر کے عورتوں کا دل جلاتے ہیں انکی غیرت کو کہوتے ہیں۔ یہہ اعتراض آپکا ہی نہیں ہے بلکہ خدا پر ہے جسنے تعدد ازدواج کو تمام انبیا کی شرائع میں روا رکہا۔ یا حضرت ابراہیم ؑ پر جس کی تین بیویاں تہیں یا حضرت یعقوب ؑ پر جس کی چار بیویاں تہیں۔ یا پہ خداوند یسوع مسیح کے جد امجد داؤد ؑ پر جنکی ۹۹ عورتیں تہیں اور اُنپر کفایت نہ کر کے ایک عورت کے ساتہہ زنا کیا۔ یا سلیمان ؑ پر جنکی سات سو جوروآں اور تین سو حرمیں تہیں۔ بہرحال آپکا یہہ اعتراض اسلام پر ذرا بھی موزوں نہیں۔ اگر موزوں ہے تو بائیبل مروجہ پر۔ اسلام نے اس بارہ میں جو کچھہ کیا وہ یہہ کیا کہ آپکی کتب مقدسہ کی اس رسم کی اصلاح کر کے سخت ضرورت کے موقع پر تعدد ازدواج کو چار میں محدود کیا اور چار میں محدود کرنے کے بعد عدل کی ایسی سخت شرط لگائی جس سے عورتوں کی بیجا غیرت کی بہت کچھہ اصلاح ہو گئی۔ پس قرآن شریف پر آپکا اعتراض کرنا ذرا بھی نہیں جچتا۔ اگر اعتراض کرنا ہے تو اس طرح کرو کہ بائیبل مروجہ نے عورتوں کو ناپاک اور گناہگار کہہ کر انکو ذلیل کیا۔ کثرت ازدواجی رائج کر کے اُنکے دلوں کو جلایا۔ انکی غیرت کو کہو کر انکی زندگی کو وبال کیا لونڈیوں عورتوں کے ساتہہ نکاح کر کے اُن کو شہوت رانی کا ایک آلہ بنا دکھلا اور حضرت امام حسن ؓ کی نسبت جو آپکا اعتراض ہے یہہ قرآن و احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں بعض مورخوں کا واہی تباہی خیال یا بے جا مبالغہ ہے۔ جس کو اگر مسلمان لوگ تسلیم نہ کریں تو اُن کے لئے کوئی مجبوری نہیں۔ کیونکہ قرآن و سنت یعنی ماخذ سے اسکا کوئی معتبر ثبوت نہیں۔ لیکن بائیبل مقدس سے جس میں داؤد ؑ کی سو جوروآں اور سلیمان ؑ کی ہزار جوروآں مندرج ہیں۔ آپ کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ اور نساءکم حرث لکم پر جو آپنے اعتراض کیا ہے

ہم نہیں جانتے اسپر اعتراض کرنا آپکی کس سرشت کا نتیجہ ہے۔ ہمارے خیال میں تو یہہ ایسا فصیح و بلیغ فقرہ ہے کہ اصل مطلب بیان کرنے کے لئے اس سے بڑھکر کوئی فقرہ ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ معلوم آپ اسکو محل اعتراض میں کس طرح لے آئے۔ اسمیں اعتراض کیا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم وقدموا لانفسکم واتقوا اللہ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں یعنی نسل انسان کی تولید کا محل۔ سو تم اس کھیتی میں جب یا جس طرح چاہو۔ جاؤ۔ مگر محض شہوت رانی نہ ہو۔ بلکہ قدموا لانفسکم اولاد صالح کے لئے مباشرت کرو۔ واتقوا اللہ اور اللہ سے ڈرو۔ اس بارہ میں حد اعتدال سے نہ بڑھو نہ خلاف وضع فطرت کوئی کام کرو۔

اب نہیں معلوم اس میں اعتراض کیا ہے۔ بلکہ اس آیت نے اپنے مفہوم میں سوائے طریقہ مخصوصہ مباشرت کے باقی ہر ایک قسم کی شہوت پرستی۔ بدکاری اور بد افعالی کو خلاف قانون قدرت و آئین فطرت ثابت کرکے بنی نوع انسان کو ہزاروں قسم کے دکھوں اور بیماریوں سے نجات کا رستہ بتلا دیا ہے۔ کیونکہ لفظ حرث جس کے معنے کھیتی کے کئے جاتے ہیں زمین کے اس مخصوص قطعہ پر بولا جاتا ہے۔ جس کو ہر ایک قسم کے خس و خاشاک سے پاک صاف کرکے محض زراعت کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور اسکی تخمریزی کرکے غلہ کی پیدائش کی امید کیجاتی ہے۔ دوسرے کسی قطعہ زمین پر جس میں یہہ صفات نہ ہوں۔ لفظ کھیتی کا ہندوستانی زبان میں بھی نہیں بولا جاتا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ جب عورتوں کو کھیتی سے تمثیل دیگئی ہے تو انہیں بجز اس عضو مخصوص کے جو منبع نسل انسانی قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے ہر ایک قسم کی ناجایز حرکت سے بنی نوع انسان کو روکا گیا ہے۔ کیونکہ وطی فی الدبر۔ مجامعت[1] فی الحیض وغیرہ دوسرے جس قدر اسطرح کے افعال خلاف فطرت انسانی ہیں وہ حرث کے نتیجہ کے

---

[1] حیض میں جو مباشرت لکھی ہے اس سے صرف لغوی معنے مقصود ہیں یعنی عورتوں سے ملنا جلنا جس کو یہود ناروا سمجھتے تھے ورنہ قرآن شریف کے موافق حیض میں مجامعت قطعی حرام ہے۔ یسئلونک عن المحیض۔ قل ہو اذی۔ فاعتزلوا النساء فی المحیض حتی یطہرن۔

مفہوم میں ہرگز نہیں آسکتے۔ بلکہ اس لفظ حرث کو اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ نے رنڈی بازی وغیرہ کی بھی ضمنًا ممانعت کردی۔ کیونکہ اسکے تخم بھی منبع نسل انسانی نہیں رہتے بلکہ زمین شور کے حکم میں آجاتے ہیں اور اس جگہ لفظ ارض وغیرہ بجائے حرث کے استعمال نہیں کیا۔ تا کسی کو خلاف وضع فطری کا گمان بھی نہ آئے اور اگرچہ ایک لحاظ سے حرث بھی زمین ہی ہے اور جیسے کہ اقسام کے قطعات زمین پہاڑی۔ ٹیلے دلدل۔ سخت اور شور ہوتے ہیں۔ وہ سبھی جنسیت کے لحاظ سے زمین ہیں۔ مگر حرث اس قطعہ کو کہا جائیگا جو زراعت کے قابل ہو بس دیکھو کہ ایک حرث کے لفظ کے اختیار کرنے میں اللہ تعالیٰ نے کسقدر فلاسفی رکھی ہے کہ جس سے سب امور خلاف وضع فطری اور رنڈی بازی وغیرہ سے بھی ضمنًا ممانعت ہوگئی

تا رسد چشم بد اندیش کہ برکندہ باد۔ عیب نماید ہنرش در نظر۔

آپنے جو آیت نساءکم حرث لکم کو لکھکر عورتوں کو آلہ شہوت رانی کا قرار دیا ہے اور خلاف وضع فطری امور کی طرف آپ کا خیال گیا۔ اگر آپ میں عربی دانی کا مادہ یا علمی لیاقت ہوتی تو ہرگز ہرگز اعتراض نہ کرتے۔ بلکہ اس علمی لفظ پہ قربان ہو ہو کر قرآنی فصاحت و بلاغت اور الہی فلاسفی کی داد دیتے۔ مگر آپنے تو اعتراضات کرنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ خواہ حق ہوں خواہ ناحق۔ آپ کو انصاف سے کیا کام۔

ہمکو تو کلام ربانی کی اس آیت کے پڑھنے سے ایک عجیب حقیقت اور فلاسفی معلوم ہوتی ہے۔ نہیں معلوم آپ کیوں اسے محل اعتراضات میں لے آئے۔ جس حالت میں حرث کا لفظ صرف اس قطعہ زمین پر بولا جاتا ہے جو خاص پیداوار کے لئے مخصوص کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے استعارہ کے طور پر یہ لفظ استعمال کر کے عورت کے حقیقی اور نیچرل تعلق کو ظاہر کر دیا ہے۔ تو اس سے خلاف فطرت اور خلاف مفہوم حرث کے کچھ اور معنے لینے صریح شرارت کا کام ہے۔ ڈاکٹر صاحب اگر آپکو چشم بینا عطا ہوتی تو اسی ایک لفظ سے قرآن شریف کی عظمت اور شان آپکو نظر آتی کہ جس نے اس امر کے لئے ایسا جامع لفظ بولا کہ اسکے استعمال سے ہر ایک قسم کی بدکاری۔ خلاف فطرت۔ لواطت۔ مشت زنی اور رنڈی بازی وغیرہ کی راہ بند کر دی اور جس کے لفظ نے انسان کو ٹھوکروں سے بچایا۔ مگر

رہے نصیب اُنکے جنکو چشم بینا عطا ہو۔ چمگادڑ کو روشنی سے کیا کام؟۔

آنحضرت صلعم کی معصومیت

مصنف اُمہات نے اپنی کتاب کے ٹائٹل پیج پر ایک حدیث کے یہ کلمات لکھا ہے جو آنحضرت صلعم نے اپنی اُمت کو سکھائے ہیں: اللھم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً و لا یغفر الذنوب الا انت خدایا میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا ہے۔ اس سے نتیجہ نکالا ہے کہ گویا آنحضرت صلعم سخت گناہگار تھے۔ لیکن اس قسم کی تعلیمات اور تعلیمانہ کلمات سے جو محض اُمت کی تلقین کے لئے ہوتے ہیں۔ سوائے احمق کے کون شخص گمان کر سکتا ہے کہ اس سے کسی بانی مذہب کا یہہ مقصود ہے۔ کہ میں نے واقعی شرعی یا اخلاقی گناہ کئے ہیں۔

حضرت مسیح ؑ نے انجیل میں اپنے حواریوں کو ایک دعا سکھائی ہے جس میں لکھا ہے کہ اے خدا تو ہمارے گناہوں کو بخش (لوقا ۱۱ باب ۴) تو کیا اس سے عیسائی یہہ سمجھتے ہیں کہ اُنکی اس دعا سے جو وہ واقعی آپ بھی مانگتے ہونگے حضرت عیسیٰ گناہگار سمجھے جا سکتے ہیں حاشا و کلا یہہ سب تعلیمی کلمات ہوتے ہیں جو پیشوایان اُمت اپنی قوم کو طرق دعا و مناجات سکھانے کے لئے تلقین کرتے ہیں۔

پھر انبیاء کا گناہوں سے استغفار مانگنا سوائے ایک جاہل آدمی کے کون سمجھ سکتا ہے کہ وہ واقعی مجرم یا اخلاقی گناہگار تھے۔ بس بات یہہ ہے کہ بقول شخصے۔ نزدیکاں را بیش بود حیرانی سچ یقیناً خدا تعالیٰ کا قرب انسان کو جتنا بڑھتا جاتا ہے اُتنا ہی لوگوں کے نزدیک وہ کیسا ہی مقدس اور معصوم آدمی ہو اُسی قدر وہ اپنے تئیں خدا کے دربار میں اور اُسکے تقدس کے مقابل نکارہ ناقابل۔ ناچیز اور عاصی و مخطی خیال کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ میری یہہ حالت ناقصہ (جسکو وہ گناہگارانہ حالت سے تعبیر کرتا ہے) خدا کے دربار میں ڈھانپی جائے اور اُسکے بدلے روحانی جلا اور طہارت کاملیت حاصل ہو۔ استغفار کا ماخذ ہے غفر۔ غفر کے اصلی معنے عربی زبان میں چھپانے اور ڈھانکنے کے ہیں۔ اسکا

نے اللہ تعالیٰ کی دربار میں ہمیشہ یہی التجا کرتے ہیں کہ ہماری موجودہ حالت ناقصہ (خواہ بمقابلہ عام لوگوں کے وہ کیسی ہی حالت کاملہ ہو) ہم ڈھانپی جائے اور اس سے اعلیٰ درجہ کاملیت عطا فرمایا جائے ۔ خدا کی عظمت و عزت جلال اور تقدیس کے سامنے ان کو اپنی موجودہ حالت گناہگار اور بری نظر آتی ہے اور اسی لئے وہ بے اختیار خدا کے دربار میں اپنی ناقصہ حالت کو ذلت اور گناہ سے تعبیر کر کے اُس سے مغفرت مانگتے اور اعلیٰ علیین پر ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ اکثر خاص مقرب انبیاء اور اولیا اپنی بشری حالت اور بشری حجب کو بھی وصال الٰہی کا حائل اور گناہ قرار دیا کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان بشری حجب اور انسانی مقتضیات سے نجات پا کر محویت میں فنا ہو جائیں اور فنا فی اللہ کا درجہ پائیں ۔ اُنکی اس اضافی حالت ناقصہ کو ذلت یا گناہ قرار دینے سے یہ سمجھ لینا کہ وہ واقعی اپنے شرعی گناہ سے استغفار مانگتے تھے ۔ اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے ۔ حافظ شیرازی کا ایک شعر ہے جس میں وہ اپنے وجود بشری کو حجاب اور ایک بڑا گناہ قرار دیتے ہیں تو اس سے واقعی اور شرعی گناہ سمجھ لینا سوائے شیطانی آدمیوں کے اور کسی کا کام نہیں ۔ حافظ ؎

تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز
نشاط جرم ایں وجود تست کہ جز وے گناہ نیست

ہمارے خیال میں جو شخص خدا سے مغفرت نہیں طلب کرتا ۔ خواہ وہ کیسا ہی مقدس اور اعلیٰ درجہ کا خیال کیا جائے ۔ جب مغفرت کی ضرورت نہیں سمجھتا تو وہ شیطان اور مردود آدمی ہے خدا کے دربار میں کسی شخص کو مغفرت مانگنے سے چارہ نہیں ۔ ہاں ہر ایک شخص کی مغفرت کا درجہ علیحدہ ہے ؎ عاصیاں از گناہ توبہ کنند ✕ عارفاں از عبادت استغفار ۔ گناہگار گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور مغفرت طلب کرتے ہیں ۔ خدا کے عارف اپنی عبادت سے توبہ کرتے ہیں ۔ اور اپنے عبادت کو گناہ سمجھتے ہیں کہ شاید اُنکی دربار مقدس کے لائق یہ عبادت ادا ہوئی نہیں ۔ غرض کہ ہر ایک شخص اپنی اپنی حالت اور درجہ کے موافق خدا سے مغفرت طلب کرتا ہے اور اُس سے بہتر حالت کے حاصل کرنے کی درخواست کرتا ہے اور یہی استغفار کی فلاسفی ہے ۔ پس ڈاکٹر احمد شاہ کا اس طلب مغفرت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ہر ایک شخص شرعی گناہگار ہو کر ہی

مغفرت طلب کرسکتا ہے صریح حماقت اور اعلےٰ درجہ کی جہالت ہے۔

خدا تعالیٰ کے انبیا عمدی بشری گناہوں سے محفوظ رکھے جاتے ہیں اور کیوں نہ رکھے جائیں انہیں اور عام لوگوں میں یہی تو فرق ہے کہ انکا ایمان اور ایمانی طاقت بڑی پُرزور ہوتی ہے۔ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء کی جڑ زمین میں قایم اور اسکی شاخ آسمان میں ہوتی ہے اُن کے اعمال کا عمدہ درخت کبھی بُرے پھل لا ہی نہیں سکتا اور عام لوگونکی ایمانی طاقت ویسی قوی نہیں ہوتی اسی لیے اُن سے گناہ ممکن نہیں مسلمان اس بات سے قطعی منکر ہیں کہ کوئی نبی کبھی کوئی شرعی گناہ عمداً کر سکے ہاں خطائے بشری اُن سے ممکن ہے مگر اُس خطا میں بھی اللہ تعالیٰ انکو رہنے نہیں دیتا۔ فوراً آگاہ کر دیتا اور صواب کی جانب ہدایت کر دیتا ہے۔ پس مولوی محمد حسین بٹالوی کا یہ بھی واقعی سچا ہے کہ آنحضرت صلعم سے کبھی کوئی گناہ ظہور میں نہیں آیا جس میں آپ نے اپنی شریعت کا عمداً خلاف کیا ہو یا کوئی ایسی خطا ہی کی جس کی فوراً صواب اور اصلاح نہ کی گئی ہو۔ لیکن نیو ہمان کا شوق ہرگز پورا نہ ہوا۔ وہ ہرگز اپنی کتاب میں ثابت نہیں کر سکے کہ آنحضرت صلعم نے کبھی اپنی شریعت کے برخلاف کیا۔ خواہ وہ شریعت آنحضرت صلعم کی ذات خاص سے متعلق تھی۔ یا عام طور پر سب لوگوں کے لیے جس میں آنحضرت صلعم بھی شامل تھے۔ یا کوئی ایسی خطا اجتہادی کی ہو جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رہنے دیا ہو اور اسکی اصلاح نہ کی ہو۔

ایک نفسانی آدمی الہیات کی اس بھید سے واقف نہیں ہو سکتا ورنہ اس بات کا سمجھنا کوئی بڑی بات نہیں تھی کہ انبیا کا مغفرت مانگنا اور عام لوگوں کا مغفرت مانگنا ان دونوں میں کیا فرق ہے اور کہ انبیاء لوگ باوجود تقدس تام پھر بھی اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کی تقدیس کے مقابل برا اور ناقص اور گناہگار خیال کرتے ہیں اور اس کسر نفسی کو جو بالکل سچے دل سے اور بلا تصنع ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے حضور اور قرب اور وصال حاصل کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ انبیاء لوگ اگر عبادت نافلہ میں بھی خطا کر جائیں یا اجتہادی امر میں کچھ سہو و خطا ہو جائے یا اباحتی امر میں افراط و تفریط کر جائیں تو اپنے عالی مرتبہ اور تقرب اور تقدس کے لحاظ سے اسکو بھی گناہ اور ذنب ہی قرار دیتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ہم اس سے بھی بہتر حالت میں ہوں اور کمالات میں ترقی کرتے جائیں اسی درجہ سے وہ اپنی اچھی حالت کو بھی بمقابلہ بہت اچھی ہونے کے بری سمجھتے اور بہت اچھی کو بمقابلہ بہتر ہونے کے ناقص

خدا ان کے کبھی اسکو ذنب کبھی خطا اور کبھی ظلم سے تعبیر کرتے ہیں اور سب سے بہتر کام کرنا اپنا فرض جانتے ہیں لیجزیهم الله احسن ما عملو ویزیدهم من فضله والله یرزق من یشاء بغیر حساب ۔

انجیل میں ایک جگہ حضرت مسیح فرماتے ہیں ۔ کہ کوئی نیک نہیں مگر ایک اور اپنے نیک ہونے اور اپنے نیک کہلانے سے سخت بیزاری ظاہر کرتے ہیں تو کیا اس سے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت مسیح سچ مچ برے اور ناپاک آدمی تھے ۔ ہرگز نہیں بلکہ امر حق یہی ہے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی اعلیٰ تقدیس اور اعلیٰ پاکیزگی اور عظمت اور جبروت کے سامنے اپنے تئیں ہیچ کارہ ناچیز اور گناہگار سمجھا اور حقیقی تقدیس خدا ہی کے لئے روا رکھی اور اپنے تئیں بھی گناہگار اور ناپاک آدمی سمجھا ورنہ اصل میں وہ سچ مچ کے نور خدا کے مقدس اور مقرب آدمی تھے اور یہاں تک مسلمانوں کا اعتقاد ہے شرک تو ان کے کبھی قریب بھی نہیں پھٹکنے ۔

اور اشتیاق صاحب شائد آپنے بائبل محرفہ میں یہ حال دیکھا ہوا ہے کہ کسی نے زنا کیا کسی نے قتل عام کیا کسی نے عیاشی کی کسی نے بت پرستی کی کسی نے گوہ کھایا کوئی ننگا مادرزاد زمین پر پھرتا رہا کسی نے بچھڑا پوجا ۔ ان حالات کو دیکھکر آپکا خیال ہوگا کہ سچ مچ انبیاء عامہ لوگوں کی طرح مرتکب ذنوب ہوتے ہیں ۔ اور انبیاء کو اسی چال چلن کا بدترین نمونہ دکھایا کرتے ہیں سو یاد رکھیں کہ مسلمان لوگ ان باتوں کے ہرگز قائل نہیں اور ان گناہوں کو جو انبیا کی نسبت گھڑے گئے ہیں سب یارلوگوں کی بناوٹ اور تحریف خیال کرتے ہیں ۔ ان کے ضمیر کے موافق یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ جن گناہوں سے بہت سے عام لوگ بھی بچ سکتے ہیں انبیاء لوگ جنکو دنیا کے لئے نیک اعمال اور تقویٰ و طہارت کا ایک نمونہ بننا چاہئے تھا ۔ ہرگز بچ نہ سکیں اور ان میں اتنا بھی نور بصیرت نہ رہے کہ معمولی بازاریوں کی طرح زنا اور بدکاریوں کے مرتکب ہوں حاشا و کلا یہ سب جھوٹ اور باطل الزامات ہیں جو مروجہ بائبل نے ان مقدس انبیاء کی نسبت جڑے ہیں اہل اسلام کے اعتقاد کے بموجب یہ سارے انبیاء دنیا و آخرت کے نور اور صداقت سے بھرپور تھے انہوں نے کبھی کوئی شرعی گناہ نہیں کیا نہ بدکاری کے نزدیک گئے ۔ ہاں بمقتضائے الانسان مرکب من السهو والنسیان کے اجتہادات وغیرہ میں خطائے بشری انسے ممکن ہے

سہواً خطاؤں میں بھی اللہ تعالیٰ انکو ہمیشہ بھٹکنے کے لئے نہیں رہنے دیتا بلکہ فوراً اصلاح کر دیتا ہے۔ اور ما مضیٰ سے درگذر اور آئیندہ صواب کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

چونکہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب نے ہمارے مقدس رسول سید المطہرین و امام المقدسین کی نسبت جھوٹا الزام گناہگار ہونے کا لگایا ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے خداوند کے بیٹے کے چال چلن اور گناہگاری کی حالت کا بھی کسی قدر حال بیان کیا جائے تاکہ انکو معلوم ہو جائے کہ ناشائستہ جس قدر بہتانات آنحضرت صلعم کی نسبت جڑے ہیں وہ سب واہی روایات پر مبنی اور ناقابل تسلیم ہیں مگر آپکی انجیل نصوص ظاہریہ سے مسیح کو گناہگار بناتی اور خدا کا مجرم ٹھیرا رہی ہے جس کی تسلیم سے کسی عیسائی کو چارہ نہیں۔ یہ مضمون مولوی محمد قمر الدین صاحب کی کتاب ایک سچے مسیحی کی مناجات میں مفصل درج۔ وہاں سے دیکھنا چاہیئے۔ بالفعل اسی قدر بیان کیا جاتا ہے کہ ڈاکٹر احمد شاہ نے جو اپنی عیاشانہ طبع سے اپنی اُمہات کے صفحہ ۲۵ میں آنحضرت صلعم پر عیاشی کا الزام لگایا۔ سو یہ الزام بالکل غلط اور باطل ہے۔ بیشک اگر آنحضرت صلعم کسی عورت سے ناجائز تعلق پیدا کر لیتے یا اُس زمانہ میں کثرت ازدواج کا عام رواج نہ ہوتا یا انبیاء سابقہ کی یہ سُنت نہ ہوتی یا کسی فاحشہ عورت سے اختلاط رکھتے۔ اُس سے عطر ملوایا کرتے یا اجنبیہ عورتوں کے مال خورد برد کیا کرتے۔ پرائی عورتوں سے خدمت لیا کرتے تو البتہ شائق صاحب کا یہ قول آنحضرت صلعم کی نسبت درست ہوتا۔ لیکن جبکہ آپ صلعم نے پاک دامن اور عفیفہ بیبیوں سے تعلقات نکاح پیدا کئے اور ایسی عورتوں کے ساتھ جو وصف تقوے سے موصوف تھیں اور جنکی اوصاف میں قانتات۔ تائبات۔ صالحات۔ عابدات۔ سائحات وارد ہوئے ہیں اور آیہ تطہیر اُنکی شان میں آئی ہے۔ اول خدیجہؓ عابدہ زاہدہ پردہ دار نہایت درجہ کی صالحات اُن میں سے بہت سی عالمہ فاضلہ دین کے احکام کو پھیلانے والی تھیں ایسی عورتوں کے حق میں بدگمانی شائق صاحب کی اوباشانہ طبیعت اور عیاش مزاج کا نتیجہ ہے۔

ہاں عاشق مزاجی کا طعن اگر درست ہو سکتا ہے تو ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کے خدا کے بیٹے یسوع مسیح پر جنکا شب و روز غیر عورتوں سے اختلاط تھا یا اُنکی دادیوں اور نانیوں پر جو مشہور فاحشہ اور کسبی عورتیں تھیں (دیکھو بائبل) اُنکے خداوند کے بیٹے کے جد امجد داؤدؑ پر جو باوجود

۹۹ عورتیں رکھنے کے پھر بھی بدکاری سے نہ ٹلے اور اوریا کی عورت بنت سبع سے زنا کیا اسکے خاوند کو قتل کرایا۔ بنت سبع کو گھر میں داخل کیا یا حضرت سلیمان ؑ پر جن کی ۷۰۰ عورتیں اور تین سو حرمیں تھیں اور باوجود نبی ہونے کے عورات کی محبت میں بت پرستی بھی شروع کر دی پس عیاشی کا طعن آپکے بزرگوں پر پھبتا ہے نہ کہ سید المعصومین امام المطہرین حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر۔

آیات گھڑنا

آپ نے اپنی کتاب امہات میں بار بار کہا ہے کہ آنحضرتؐ جا بجا اپنے مطلب کے موافق آیات گھڑ لیا کرتے اور انکو خدا کی طرف منسوب کر دیا کرتے ۔

اس کے جواب میں یہ گذارش ہے کہ آپکا یہ وہم سراسر خطا پر مبنی اور باطل ہے ۔

قرآن شریف میں سیکڑوں آیات و احکام ایسے ہیں جو ہوائے نفس کے سخت مخالف اور آنحضرت صلعم کے لئے ایک قید شدید ہیں۔ پس آنحضرتؐ کی نسبت آیات گھڑ لینے کا الزام معترضین کی بیجا بدظنی کا نتیجہ ہے ۔

بسلسلہ ازواج ہی کے معاملہ میں دیکھو اور غور کرو کہ آنحضرتؐ کے لئے یہ حکم کہ لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو اعجبک حسنھن الا ما ملکت یمینک کیسی شدید قید ہے کہ تجھکو آئندہ نہ کوئی اور عورت کرنے اور نہ ایک کو طلاق دیکر اس کی جگہ اور بدل لینے کا اختیار رہے۔ اگر آنحضرتؐ آپ آیات گھڑ لیا کرتے تھے تو کیا ضرورت تھی کہ وہ اپنے لئے ایسا حکم صادر کرتے۔ وہ صاف کہدیتے کہ تجھکو جتنی جوروئیں کرنا چاہے۔ حلال ہیں۔ پر امت کو ۴ سے زیادہ حلال نہیں ۔

پھر اس آیت میں جہاں اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو عورات کی وہ قسمیں گنوائی ہیں جو آنحضرتؐ پر حلال ہو سکتی ہیں ایک یہ قید لگا دی ہے کہ اللاتی ھاجرن معک وہی عورتیں حلال ہیں جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہو۔ اب دیکھئے کہ آنحضرتؐ کی نسبت

رشتہ داروں سے نکاح کرنے میں یہہ قید زیادہ لگی ہوئی ہے کہ جنہوں نے آنحضرت ص کے ساتھہ ہجرت کی ہوئی ہو۔ حالانکہ اور مسلمانوں کو رشتہ دار عورات سے نکاح کرنے میں یہہ قید نہیں ہے۔

پھر آیت تخییر جس میں اللہ تعالی آنحضرت ص کو حکم دیتا ہے کہ اپنی عورتوں سے کہدے۔ کہ اگر تم دنیا اور زینت دنیا کی خواہاں[1] ہو۔ تو میں بخوشی خاطر تمکو رخصت کردوں اور اگر دین کی خواہاں ہو تو اسی فقر و فاقہ پر صبر کرو۔ اور دنیا کی بہبودی تمکو حاصل نہ ہوگی۔

اب سوچو اور غور کرو کہ آنحضرت ص کو ایسے حکم دینے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ تو سارے عرب کے بادشاہ تھے۔ عورتوں کو زیورات لباس و خوراک انکی حسب مرضی دیدینا کونسی بڑی بات تھی۔ مگر نہیں آپ ص نے اللہ تعالی کے پیغام کو صاف صاف پہونچایا اور آپ کی ازواج کو بھی ہرگز ان آیات کی بناوٹ یا افترا کا وہم تک نہ ہوا۔

ایک اندھا آنحضرت ص کے پاس قرآن شریف کی بعض آیات دریافت کرنے آیا۔ آپ ص اسوقت رؤسائے قریش کی طرف مخاطب تھے۔ اندھے کا بات کا ٹنا برا معلوم ہوا اللہ تعالی نے عتاب فرمایا۔ عبس و تولی ان جاده الاعمیٰ۔ چین بجبین ہوا اور منہ پھیرا۔ اس بات سے کہ اسکے پاس اندھا آیا۔ اب اس الزام کو اپنے حق میں آپ ہی لے لینا سوائے پاگل کے اور کوئی شخص بناوٹ پر محمول نہیں کرسکتا۔

ایک آیت میں آیا ہے کہ اگر یہہ نبی تم پر افترا کرے تو ہم اسکا داہنا ہاتھہ پکڑ کر اسکی رگ دل کاٹ دیں۔ اور پھر اسکا کوئی مددگار نہ ہو۔

سورۂ مزمل میں آدھی تہائی یا دو تہائی رات تک رات کو جاگنے اور تہجد پڑھنے کا شدید حکم ہے وہ پرلے درجہ کی مشکل ریاضت اور سخت مجاہدہ ہے۔ کوئی شہوت پرست اور ہوائے نفسانی کا پابند آدمی اپنے حق میں ایسی قید نہیں رکھہ سکتا۔ آپ ص نے ساری عمر

---

[1] ان سب سے پہلے حضرت رسول کریم نے آیت تخییر حضرت عائشہ رض کو سنائی تہی۔ اور کہا تہا کہ اپنے ماں باپ سے مشورہ لے لینا یہہ اسلئے کہ تا جو کچھہ سوچو ماں باپ کی صلاح سے سوچو۔ [illegible] دنیا کو اختیار کرکے ہلاک نہ ہوجاؤ مگر حضرت عائشہ رض کی ہمت دیکھو انہوں نے صاف فرمایا کہ مجھے ماں باپ سے مشورہ لینے کی کوئی ضرورت نہیں میں نے اللہ اور رسول کو اختیار کیا۔ باقی عورات نے بہی ایسا ہی کیا۔

کبھی رات کا جاگنا اور عبادت کرنا نہیں چھوڑا ۔

ماہ رمضان کے روزے رکھنے جو بعض وقت سخت سی سخت گرمیوں میں آپڑتے ہیں کفار کے ساتھ لڑنا اور جہاد کرنا جس میں بمقابلہ تمام اقوام مخالف کے اپنی جان جانے کا سب سے پہلے خطرہ تھا ۔ پانچ وقت نماز پڑھنا ۔ زکوۃ دینا اور یہاں تک لوگوں کی بہبودی کا حریص اور قوم کا ہمدرد ہونا کہ آپکی نسبت یہہ نازل ہوا ۔ لعلك باخع نفسك الا یکونوا مومنین کیا تو اپنی جان کو ہلاک کر دیگا اس بات سے کہ وہ ایمان نہیں لاتے ۔ یہہ سب شدید احکام اور مشکل مجاہدات جو ہوائے نفسانی اور شہوت پرستی کے سخت مخالف ہیں آپ اپنی نسبت ایک شخص کا آپ ہی وارد کر لینا کوئی عقل سلیم تجویز نہیں کر سکتی ۔ ہاں اگر جعلی اور بناوٹ اور احکام گھڑ لینے کا خیال کسی کی طرف منسوب ہو سکتا ہے ۔ تو وہ آپکے انبیاء موسیٰ داؤد وغیرہ کی نسبت ہو سکتا ہے ۔ جنہوں نے ایسے ایسے احکام دیئے اور ایسے ایسے جنگ کئے کہ یہہ سب خدا کی طرف سے ہرگز نہیں ہو سکتے ۔ پھر حضرت مسیحؑ کی نسبت جس نے اپنی قوم سے ڈر کر محض خود غرضی کی بنا پر قانون فطرت کے برخلاف یہہ ہدایت دی ۔ کہ جو تمہارے داہنے گال پر طمانچہ مارے ۔ بائیں گال بھی اسکی طرف پھیر دے وغیرہ وغیرہ ۔ تا کہ کسی طرح آپکی قوم انپر رحم کرے اور ستانا چھوڑ دے ۔ مگر انہوں نے بھی اسکا پیچھا نہ چھوڑا تا وقتیکہ صلیب پر چڑھا کر ملعون نہ بنا دیا پھر اپنے شاگردوں سے جھوٹا وعدہ کیا کہ میں بادشاہ بن جاؤں گا ۔ اور تم بارہ تختوں پر خلافت کرو گے آسمانی بادشاہت کے قریب آنے کا یہانتک وعدہ کیا کہ یہہ نسل ابھی گذرنے نہ پائے گی ۔ کہ یہہ سب کچھ ہو جائیگا ۔ ان میں بعض وغیرہ مرنے نہ پائینگے کہ ابن آدم کو اپنے جلال میں آتے ہوئے دیکھیں گے (متی ۲۴ باب ۳۳-۳۴ ، ۲ ، ۱) ۔

چنانچہ رسول بھی یہی یقین کرتے رہے کہ یہہ آخری زمانہ ہے اور اب مسیحؑ آنے والا ہی (عبرانی ۹ باب ۲۶) تمطاؤس ۶ باب ۱۵ وغیرہ ۔ لیکن ۱۹ صدیاں گذر گئیں ابن آدم کا اترنا ہنوز دہلی دور کا مصداق ہے ۔ اپنے تئیں بڑا ثابت کرنے کے لئے دوسرے پاک نبیوں کو چور اور بٹمار کہا (یوحنا ۱۰ باب ۸) یونس نبی کے ساتھ اپنی جھوٹی مشابہت دی ۔ حالانکہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہے تھے اور نہ تین دن اور تین رات سب کہ مسیحؑ مردہ قبر

میں رہا۔ اور صرف دو رات اور ایک دن (مرقس ۱۵ باب ۴۲)۔ اپنی غرض کے لئے سبت کی حرمت توڑی (متی ۱۲ باب ۱) یرمیاہ نبی نے جھوٹی آیت گھڑ کر شاہ صدقیاہ سے کہا کہ تو امن سے مرے گا (یرمیاہ ۳۴ باب ۵)۔ حالانکہ یہہ بادشاہ قید میں مرا۔ اسکی آنکھیں نکالی گئیں۔ اسکے بیٹے اسکے سامنے قتل کیئے گئے (یرمیاہ ۵۲ باب ۱۱)۔

پھر حضرت مسیحؑ نے فرمایا کہ جو مجھپر ایمان لاتا ہے۔ مجھسے بھی بڑے کام کرے گا۔ لیکن غلط حواریوں سے کہا کہ اگر تم میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوتا۔ تو اس پہاڑ سے کہتے کہ وہاں چلا جا۔ تو چلا جاتا۔ اور تمہاری کوئی بات ناممکن نہ ہوتی۔ (متی ۱۷۔ ب ۲۰) اگر تم میں رائی کے برابر بھی ایمان ہو تو جب تم اس توت کے درخت کو کہو کہ جڑ سے اکھڑ کر دریا میں لگ جا تو تمہاری مانے گا (لوقا ۱۷ باب ۶) اب یہہ ایسی باتیں ہیں کہ حواریوں یا عیسائیوں سے آجتک وقوع میں نہیں آئیں۔ یقیناً یہہ سب خود ساختہ اور بناوٹی ہیں۔ اور لاف گزاف سے پُر ہیں

پھر حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ جو کچھہ تم میرے نام سے مانگو گے۔ میں وہی کروں گا تاکہ باپ بیٹے میں جلال پاوے (لوقا ۱۴ باب ۱۳) یہہ بھی سب غلط ہے۔ کبھی ایسا نہوا۔ نہ ہو سکتا ہے۔ پھر پولوس نے یہہ کہا کہ پاکوں کے لئے سب چیزیں پاک ہیں پر ناپاکوں کے لئے کچھہ پاک نہیں۔ یہہ آیت بھی یقیناً پولوس کی گھڑی ہوئی ہے۔ خدا کی طرف سے کبھی نہیں ہو سکتی۔ اپنی غرض کے لئے اور سب کچھہ حلال کرنے کے لئے اپنی طرف سے یہہ حکم وضع کر لیا گیا۔ نجات کے لئے اعمال کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہہ بھی اعمال نیک سے بچنے اور تقوی و طہارت سے نجات پانے کے لئے اپنی طرف سے حواریوں نے بنا لیا۔ ورنہ حضرت مسیحؑ تو توریت کی تعمیل کا ہی حکم دیتے ہے اور آپ تعمیل کرتے۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

عیسائیوں کے مذہب میں خونریزی

چونکہ ڈاکٹر احمد شاہ نے آغاز کتاب میں آنحضرت صلعم پر خونریزی کا الزام لگایا ہے حالانکہ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے ہرگز پہل نہیں کی۔

بلکہ اس آیت قرآنی کے موافق کہ وہم بدؤکم اول مرۃ اُس وقت صرف اُنکے حملوں کی مدافعت کی۔ جب کہ انکی شرارتیں اور فساد حد سے بڑھ گئے اور پردیس میں بھی آکر مسلمانوں کو امن نہ لینے دیا۔

اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شایق صاحب کا شوق پورا کرنے کے لئے اُن کی بائیبل کی کسی قدر خونریزیاں بھی اُنکی نظر کے سامنے لائی جائیں تاکہ انکو انصاف کے ساتھ موازنہ کرنے کا موقع ملے۔

پیدائش ۳۴ باب ۲۵ میں دیکھو۔ کس فریب اور دھوکے سے سکم اور حمور اور انکے شہر والے بنی اسرائیل کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ دیکھو گنتی ۳۱ باب۔ اُنہوں نے مدیانوں سے لڑائی کی۔ جیسا خداوند نے موسیٰ کو فرمایا تھا۔ اور سارے مردوں کو قتل کیا۔ آدمی اور رحم اور صور اور حور اور ربع کو جو مدیانوں کے پانچ بادشاہ تھے جان سے مارا۔ مدیان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کیا۔ مواشی و مال و اسباب کو لوٹا۔ شہروں اور قلعوں کو پھونک دیا۔ موسیٰ اُن پر اس لئے غصے ہوا کہ عورتوں کو کیوں جیتا رکھا۔ حالانکہ یہ تو گناہ کا باعث ہیں۔ کل باب دیکھنا چاہیئے۔

گنتی ۳۳-۵۵ پر اگر تم زمین کے باشندوں کو اپنے آگے سے دفع نہ کروگے تو یوں ہوگا کہ جنہیں تم رہنے دوگے تمہاری آنکھوں میں خار ہونگے۔ اور کانٹوں کی مانند تمہارے پہلوؤں پر چبھیں گے۔

استثنا ۲ باب ۴۔ اور ہم نے اُسی وقت اُس کے سب شہر لے لئے وہاں ایک شہر بھی نہ رہا جو ہم نے اُن سے نہ لے لیا۔ ساٹھ شہر۔ اور حوب کا سارا ملک ۳ باب ۴ ۳۔ مردوں عورتوں اور بچوں کو حرام کیا۔

استثنا ۱۲ باب ۳-۲۔ اُن کے بتوں کو توڑ ڈالیو۔ گھنے باغوں میں آگ لگائیو۔ اُن کے معبودوں کی گھڑی ہوئی مورتوں کو چکنا چور کیجیو۔

استثنا ۲۰ باب میں خدا فرماتا ہے کہ زیادہ طاقت اور اسباب والے دشمنوں سے مت ڈرو۔ تمہارا خدا تمہارے ساتھ ہے وہ تمہاری طرف سے دشمنوں کے ساتھ لڑے گا اور

تمہیں بچاویگا۔ اگر دشمن اپنا ملک آپ حوالہ نہ کردے تو اسکا محاصرہ کر۔ اور جب وہ ملک قبضہ میں آجائے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو قتل کر۔ مگر عورتوں۔ لڑکوں۔ مواشی کو اور جو کچھ اُس شہر میں ہو اسکا سارا لوٹ اپنے لئے لے اور وہ لوٹ کا مال کھاؤ اور مقبوضہ شہروں میں کسی سانس لینے والی چیز جیتا مت چھوڑو۔ تاکہ اُن کا مکروہ کام تم میں اثر نہ کرے۔

استثنا ۷ باب ۲-۶- جب خداوند تیرا خدا سات قوموں کو تیرے حوالہ کرے تو اُنہیں مار ڈالیو حرم کیجیو۔ اُن سے عہد نہ کریو۔ اُنپر رحم نہ کریو۔ گنتی ۳۱ - ۱۶ - ۲۱ باب میں سخت درجہ کی خونریزی کا ذکر ہے۔

یشوع ۵ باب ۱۴- الہی فرشتہ یشوع کا لشکر ہوکر آیا۔ تب اُس نے تمام لوگوں کو جو شہر میں تھے کیا مرد کیا عورت کیا جوان کیا بوڑھا۔ کیا بیل۔ کیا بھیڑ اور گدہا۔ سب کو ایک لخت ہلاک کیا۔ تہ تیغ کیا۔ حرم کیا۔

یشوع ۶ باب ۲۴ سب کچھ پھونک دیا۔ مگر سونا اور روپا۔

یشوع ۷ باب ۵ مجرم آدمیوں کا جلایا جانا۔ یشوع ۷ باب ۲۵ - ۸ باب ۲۴ ۲۲ ۲۹ - ۱۰ باب ۲۰ ۲۴ سنگسار کرکے جلانا۔ اور پھر اُسپر پتھروں کا تودہ لگایا۔ قتل عام کرنا۔ بادشاہوں کو پھانسی دیکر پتھراؤ کرنا۔ بادشاہوں کو فنا کرنا۔ بلکہ خدا کے حکم سے کوئی ذی روح باقی نہ رکھنا ایک بادشاہ بھاگ کر یاعیل کے خیمے میں آیا۔ اُس نے فریب سے اُس کے سر میں میخ گاڑ دی قاضی ۴ باب ۲۱ - پھر قاضی ۵ باب ۲۴- اس وحشیانہ حرکت سے مبارک ٹھیرے۔

قاضی ۵ باب ۳۰ دبورہ نے کنواریوں کو سپاہیوں کے لئے رکھا۔ قاضی ۹ باب ۴۹ سکم کے برج میں آگ لگا کر لوگوں کو جلا دیا۔ قاضی ۸ باب ۱۶ سپاہ کو روٹی نہ دینے سے بیشمار لوگ قتل کئے گئے۔

۲ سموئیل ۱۲ باب ۳۱- داؤد نے ربہ کے بادشاہ کا تاج اُتار اپنے سر پر رکھا۔ لوگوں کو آروں اور کلہاڑوں اور لوہے کی دہائی گاڑیوں کے نیچے کیا اور اینٹوں کے جلتے پژاوے میں جلا دیا۔ ۱ تواریخ ۲۰ باب ۳ ۲ سلاطین ۱۰ باب ۱۱ یہو نے اخی کے سارے گھرانے کو بالکل نابود کیا۔ ۲ سلاطین ۱۵ باب ۱۶ مناحم نے تمام حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑ ڈالے۔

۲ سلاطین ۲۳ باب ۱۶ قبروں سے ہڈیاں نکلوا کے الٰہی حکم سے جلائیں۔

عہد عتیق کے خونی اور آتش فشاں جہاد۔ مختصر طور پر نقل کر کے ہم نے ڈاکٹر صاحب کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ اب انصاف اُن پر ہے کہ آیا اسلام کا جہاد جو نہایت اعتدال پر مبنی اور قانون قدرت کے بالکل موافق ہے۔ قابل اعتراض ہے یا مسیحی مذہب کے آتش فشاں جہاد جس میں یہ قہر الٰہی ہو کہ مکانوں کو ڈھانا شہروں کو آگ لگا دینا۔ باغوں اور ہرے درختوں کو جلانا۔ قتل عام کرنا۔ سروں میں میخ گاڑنا۔ آروں کلہاڑوں سے چیرانا۔ تنوروں میں جلانا۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑنا۔ کسی جاندار کو زندہ نہ چھوڑنا اور اس پر بھی قوت غضبی کا فرو نہ ہونا۔ تو قبر سے ہڈیاں نکلوا کر جلوا کر جی ٹھنڈا کرنا۔ ہائے ستم جس مذہب میں یہ ظلم اور یہ غضب الٰہی ہو اور اس مذہب کا بانی یہی کہے کہ میں دنیا میں صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں (انجیل متی) اور جس کے پاس تلوار نہ ہو کپڑے بیچ کر بہم پہونچائے۔ کیا اس مذہب کا کوئی آدمی اسلامی جہاد پر اعتراض کر سکتا ہے جو نہایت ہی اعتدال اور انصاف پر مبنی اور بالکل قانون قدرت کے موافق ہے کون شخص ہے جو ان احکام کو سنکر تھرا نہیں اُٹھتا۔ تو اُن سے عہدست یاد ہو۔ اُن پر رحم کیجیو۔ بخلاف اس کے وہ رحمۃ اللعالمین صلعم اور آپ کے خلفاء جانشین جب کہیں لشکر روانہ کرتے سب سے پہلے سردار لشکر کو یہی کہتے کہ ملک مقبوضہ کی عورتوں۔ بچوں بوڑھوں خانقاہوں عبادت گاہوں کی تعرض مت کرنا۔ کھیتوں کو مت جلانا۔ پھلدار درختوں کو مت کاٹنا اور صرف انہیں سے بدلا لینا جو تلوار اٹھائیں یا مقابلہ کے لئے پیش آئیں۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ انبیاء سابقہ کے یہ دنیاوی جنگ تھے بالکل غلطی کر رہے ہیں۔ دنیاوی جنگوں کو کتاب الٰہی میں ذکر کرنے سے کیا کام ہے جب تک اُن کے ساتھ دینی تعلق نہ ہو۔ کیا اگر یہ دینی جنگ نہ تھے تو بالکل فضول تھے جنکا ذکر خواہ مخواہ کتاب ربانی میں کیا گیا۔ اگر یہ جنگ ان قوموں کے گناہوں کی سزا تھی تو پھر دنیاوی جنگ نہیں۔ بلکہ اُنکو دینی جنگ سمجھنا چاہیے۔ اور پھر کیا اگر دین کے لئے جنگ ناجائز ہو تو دنیا کے لئے جائز ہو سکتی ہے۔ اور توریت میں تو صاف موجود ہے کہ یہ سب کچھ خداوند نے فرمایا۔ خداوند کے حکم سے ہوا۔

پھر حضرت موسیٰ کے افعال کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی (استثنا ۲ باب ۱۰)

حضرت داؤد نے وہی کام کئے جو خدا کی نگاہ میں اچھے تھے (۱ سلاطین ۱۴ باب ۸) (۱ سلاطین ۱۵ باب ۵) یشوع بن نون روح قدس کی دانائی سے معمور تھا (استثنا ۳۴ باب ۵) پھر انجیل میں بھی ان جیالوں کی تعریف کی گئی ہے جہاں لکھا ہے کہ انہوں نے ایمان سے بادشاہوں کو مغلوب کیا۔ اور راستی کے کام کئے اور وعدوں کو حاصل کیا۔ لڑائی میں بہادر بنے اور غیروں کی فوجوں کو ہٹا دیا (عبرانی ۱۱ باب ۳۲-۳۵) تو کیا یہ تمام مدح و ثنا جو بائبل ان نبیوں کی کرتی ہے۔ محض لغو و رائیگان ہے۔ جب کہ وہ کام خداوند تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کرتے رہے۔ نہیں نہیں۔ وہ بالکل خداوند کی مرضی پر چلے اور اسکے حکم سے سب کام کئے۔

آنحضرت صلعم کی گذران کا بیان۔

باوجودیکہ آنحضرت صلعم دنیا اور دین کے بادشاہ تھے ایسی حالت میں اگر چاہتے تو دولت کے خزانے جمع کر لیتے۔ عورتوں کو عمدہ عمدہ زیور بنوا دیتے۔ اعلیٰ درجہ کی امیرانہ غذائیں کھایا کرتے۔ مگر قرآن شریف سے ثابت ہے کہ آپ صلعم نے اپنی بیویوں کو صاف کہدیا۔ کہ میرا تمہارا تعلق محض دینداری کے لحاظ سے ہے یعنی میں تم سب کو دین کی معاونت و مسائل دین کی اشاعت کے لئے نکاح میں لایا ہوں۔ دنیا کے مال و اسباب و زیورات وغیرہ کے لئے نہیں۔ سو اگر تم کو دین کی خوبیاں مطلوب اور فقر و فاقہ منظور ہے تو میرے نکاح میں رہو۔ ورنہ تم میں سے جو جو دنیا و دنیا کے اسباب و زیورات وغیرہ کی خواہاں ہے۔ اسے میں حسن سلوک اور خوشدلی کے ساتھ رخصت کر دیتا ہوں۔ یہ تو نص قرآنی سے ثابت ہے مگر اعلیٰ درجہ کی صحیح احادیث نبویہ صلعم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کی گذران نہایت سادی اور فقر و فاقہ میں ہوا کرتی تھی۔ یہ نہیں کہ آپکو کچھ میسر نہیں ہوتا تھا۔ آپ تو تمام عرب کے بادشاہ تھے بلکہ آپکی طبیعت میں دنیاوی لذتوں کی محبت ہی نہ تھی۔ کل محبت آپکو دین کی اشاعت میں اور پوری لذت خدا کی یاد میں ملتی تھی (ولذکر اللہ اکبر) ان احادیث صحیحہ کو جو تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں۔ اور ان واہی تباہی روایات سے جو ڈاکٹر صاحب نے بیان کی ہیں بدرجہا معتبر و مستند

ہیں اور انجیل سے بڑھکر مسلسل و معتبر۔ مخالفین اسلام کو سخت شرمندہ ہونا چاہئے اور غور کرنا چاہئے کہ کیا وہ شخص جس کی زندگی باوجود میسر ہو سکنے طعام دنیاوی کے اس فقر و فاقہ میں گذری ہو وہ شہوات نفسانی کا پابند ہو سکتا ہے اور اسکی نسبت کسی قسم کی بدظنی کی جا سکتی ہے۔

بخاری اور مسلم میں بالاتفاق لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کے گھر والے دو دن برابر بہی جو کی روٹی سے آسودہ نہیں ہوتے تہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلعم نے دنیا سے کوچ فرمایا۔ عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریمؐ اور آپکے گہر والے کئی کئی راتیں خالی پیٹ سویا کرتے تہے اور جب کہانا کہاتے تہے تو اکثر اوقات کہانا آپکا جو کی روٹی ہوا کرتا تہا۔

سہل بن سعد رضہ سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرتؐ نے کبہی میدہ کی روٹی بہی کہائی تہی۔ وہ بولا تو کیا ان باتوں سے پوچھتا ہے۔ آنحضرتؐ نے تو وفات تک میدہ کو آنکہ سے بہی نہیں دیکہا۔ کہانا تو کیا۔ پہر سائل نے اُسی سہل بن سعد سے پوچھا کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں تمہارے آٹا چہاننے کی چہلنیاں بہی ہوا کرتی تہیں اُسنے کہا کوئی نہیں۔ سائل نے پوچھا کہ پہر تم جو کی روٹیاں بغیر چہانے کس طرح کہاتے تہے۔ اسنے کہا پہونک لگا دیتے تہے۔ جو کچھ اس پہونک سے موٹا موٹا آٹا ہوتا اُڑ جاتا باقی کو گوندہ لیتے۔

حضرت انس بن مالکؓ آپکے خاص خادم بتلاتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے مثل امیروں کے بڑے بڑے خوانچوں پر بیٹہکر کہانا نہیں کہایا۔ اور نہ کبہی چینیوں کی رکابی میں کہایا ہے اور نہ کبہی آپکے لیے پتلی پتلی چپاتیاں کسی نے پکائیں۔ راوی کہتا ہے میں نے اپنے اُستاد قتادہ سے پوچھا کس چیز پر آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ روٹی رکہکر کہایا کرتے تہے۔ اُس نے بتلایا۔ اُسی چمڑے کے دستر خوان پر۔ حضرت ابوہریرہ رضہ ایک جماعت کی طرف گذرے اُن لوگوں کے آگے بہنی ہوئی بکری رکہی تہی۔ اُنہوں نے ابوہریرہؓ کو بہی کہانے کے لئے بلایا۔ اُنہوں نے انکار کیا اور فرمایا رسول کریمؐ نے دنیا سے کوچ کیا اور جو کی روٹی سے بہی اپنا پیٹ نہیں بہرا۔

رسول اللہؐ کے حضور میں انس جو کی روٹی اور بگڑی ہوئی چربی لائے تو اُس وقت آپکی ایام گذاری کی یہ حالت تہی کہ آپ مدینہ طیبہ میں ایک یہودی کے ہاں سے اپنی زرہ گرو رکہکر گہر والوں کے لئے کچھ جو لائے تہے۔ انس رضہ نے فرمایا۔ رسول اللہؐ کے گہر والوں کے

پاس کوئی وقت ایک صاع گیہوں یا اور کوئی غلہ نہ رہتا تہا - اور آپکی بیبیاں نو تہیں - ابو طلحہ رضؓ نے فرمایا - ہم لوگوں نے رسول اللہ صلعم سے بھوک کا شکوہ کیا اور ہم لوگوں کے پیٹوں پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا تہا اُسکو دکہایا - تو آپنے اپنے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے ہمکو دکہائے - ایک بار لوگوں نے بھوک کا شکوہ کیا تو آپنے اُن لوگوں کو ایک ایک خرما دیا -

حضرت عمر رضؓ نے فرمایا - میں رسول اللہ صلعم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کھجور کی کھری چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور چٹائی کے نشان آپکے پہلوئے مبارک میں پڑ گئے ہیں اور ایک تکیہ چمڑے کا لگائے ہوئے ہیں جس میں کھجور کا چھلکا بھرا ہوا تہا - میں نے یہہ حال دیکھکر عرض کیا - کہ یا رسول اللہ صلعم دعا فرمایئے کہ اللہ آپکی اُمت کو فراخی نصیب کرے - دیکھیے فارس و روم کو کیسی فراخی ہے اور وہ خدا تعالی کو پوجتے بھی نہیں - آپ نے فرمایا اے عمر رضؓ تو ابہی اسی خیال میں ہے یہہ کفار لوگ وہ ہیں جن کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں دیدیا گیا - کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ کفار کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت - ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا - میں نے ۷۰ اصحاب صفہ کو دیکھا - کہ اُن میں کوئی ایسا نہ تہا جسکے پاس چادر ہوتی - بس کسی کے پاس فقط تہبند تھی کسی کے پاس کملی - اسکو اپنی اپنی گردنوں میں باندھے رہتے - وہ تہبند اور کملی کسی کے پنڈلیوں تک پہونچتی کسی کے ٹخنوں تک - اور وہ شخص ستر کھل جانے کے ڈر سے اُن کو سمیٹے رہتا تہا -

ابوذر رضؓ نے کہا کہ مجکو میرے دوست (حضرت رسول اللہ صلعم) نے سات باتوں کا حکم دیا - (۱) مسکینوں کی محبت رکھنا - اُن سے قریب رہنا (۲) اپنے سے کمتر شخص کو دیکھنا اور جسکے پاس دنیا کا سامان بڑھا ہوا ہو اسکو نہ دیکھنا (۳) ناتے والوں کو ملائے رکھنا اگرچہ وہ نہ ملنا چاہیں (۴) کسی سے کچھہ نہ مانگنا (۵) حق کہہ دینا اگرچہ کسی کو بُرا لگے (۶) دین کی بات میں کسی سے نہ ڈرنا - اچھی بات کہہ ہی دینا اور بُری بات سے روک ہی دینا - کسی کی ملامت سے نہ ڈرنا (۷) لاحول ولا قوۃ بہت کہا کرنا -

اخلاق نبوی

انس رضؓ فرماتے ہیں میں نے دس برس نبی صلعم کی خدمت کی - آپنے مجکو کبھی اُف بھی نہیں کہا

اور نہ کبھی یہہ فرمایا تونے فلان کام کیوں کیا اور نہ کبھی یہہ فرمایا۔ تونے فلان کام کیوں نہ کیا۔

رسول اللہ صلعم سے کبھی کوئی چیز ایسی نہیں مانگی گئی۔ کہ آپ نے نہیں فرمایا ہو۔

رسول اللہ صلعم سے ایک شخص نے دو پہاڑوں کے درمیان بھیڑ بکریاں مانگیں آپنے اُسے دلوا دیں۔ پھر وہ تو اپنے لوگوں میں پہونچکر کہنے لگا۔ اے لوگو! جلدی مسلمان ہو جاؤ خدا کی قسم محمد صلعم تو اتنا دیتے ہیں کہ اپنے محتاج ہونے سے بھی نہیں ڈرتے۔

رسول اللہ صلعم بے حیائی کی بات نہ بولتے۔ نہ لعنت کرتے اور نہ کسی کو گالی دیتے۔ غصہ میں بس یہہ فرماتے۔ اُسکو کیا ہوا ہے۔ اُسکی پیشانی خاک آلودہ ہو۔

ایک بار لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم آپ مشرکوں کے لئے بد دعا کیجئے۔ فرمایا میں اس کام کو نہیں بھیجا گیا ہوں۔ بلکہ میں تو رحمت کے لئے بھیجا گیا ہوں (مسلم)۔

نبی صلعم کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمگین تھے۔ آپ کو جب کوئی چیز ناپسند ہوتی تو صحابہ رض آپکے تیور سے پہچان لیتے (متفق علیہ)۔

بی بی عایشہ رض فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلعم کو اس طرح پر ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا کہ آپکا منہ کھل جائے۔ اور کوا نظر آنے لگے۔ بس آپ مسکرایا کرتے تھے۔

حضرت عایشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم تم لوگوں کی طرح جلدی جلدی باتیں نہیں فرماتے تھے۔ آپکی باتیں ایسی ہوتی تھیں کہ کوئی انکو گننا چاہتا۔ تو گن لیتا۔

رسول اللہ صلعم جب گھر میں تشریف لاتے تو گھر والوں کی خدمت میں مشغول ہو جاتے۔ پھر نماز کے وقت تشریف لیجاتے۔ (بخاری)۔

رسول اللہ صلعم کو جب کسی دو کاموں میں اختیار دیا جاتا۔ تو آپ اُنمیں کا آسان ہی کام اختیار فرماتے۔ اور گناہ کا کام ہوتا تو سب سے زیادہ دور رہتے۔ اور آپنے کبھی کسی سے اپنا (ذاتی) بدلہ نہیں لیا۔ ہاں خدا کے مجرم کی سزا ضرور دیا کرتے (متفق علیہ)۔

رسول اللہ صلعم نے اپنے ہاتھ سے کسی کو نہ مارا۔ نہ غیر کو نہ اپنی بی بی کو۔ نہ خادم کو۔ اللہ کی راہ میں جہاد البتہ کیا۔ (مسلم)

انجیل متی کے پہلے باب کی غلطیاں

چونکہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب نے مسلمانوں کی انکی بعض روایات ضعیفہ کے نہ ماننے پر مضحکہ کیا ہے۔ حالانکہ وہ روایات کلام الٰہی نہیں جو کالوحی من السماء اور قطعی سمجھی جائیں اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ میں ڈاکٹر صاحب کو انکی الہامی کتاب کی چند ایک غلطیاں بطور نمونہ دکھاؤں تاکہ ان کی ساری شیخی کرکری ہو جائے اور عشاء ربانی کے نشہ سے ہوش میں آئیں اور سمجھ لیں کہ جب ہماری خاص کتاب مقدس میں صریحی اغلاط موجود ہیں۔ تو ہم دوسروں کی معمولی روایات پر کیوں اعتراض کرتے ہیں جنکو وہ لوگ خود بھی وقعت اور اعتبار کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔

سو واضح ہو کہ انجیل متی کے پہلے باب ہی میں اسقدر غلطیاں ہیں کہ اُن کے لئے ایک علیحدہ کتاب تیار ہوتی ہے لیکن بطور مشتے نمونہ از خروارے چند ایک غلطیاں ظاہر کی جاتی ہیں۔ چنانچہ منجملہ اول غلطی یہہ ہے کہ متی ۱ باب ۱۷ میں لکھا ہے کہ سب پشتیں ابراہیم سے داؤد تک ۱۴ چودہ ہیں۔ اور داؤد سے اُسوقت تک کہ بابل کو اٹھ کر چلے گئے چودہ ۱۴ میں ہے۔ اور بابل کو اُٹھ جانے سے مسیح تک چودہ پشتیں ہیں۔ حالانکہ انجیل سے گن کر دیکھ لو یہہ تینوں قسمیں چودہ چودہ پشتوں کی سراسر غلط ہیں۔ کیونکہ اگر حضرت ابراہیم و داؤد کو بھی شامل کریں۔ تب پہلی قسمت میں ۱۴ ہوتی ہیں اور دوسری قسمت میں یہکنیا کو شامل کر لیں۔ تب چودہ پوری ہوتی ہیں لیکن تیسری قسمت میں سب نام حضرت عیسیٰ کو ملا کر صرف ۱۳ ہوتے ہیں۔

دوم یہ کہ دوسری قسمت میں جو حضرت سلیمان سے شروع اور یہو یقینا پر ختم ہوتی ہے متی ۱۴ پشتیں بتلایا ہے۔ حالانکہ اول تواریخ ۳ باب سے ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان سے یہکنیا تک ۱۸ پشتیں ہوتی ہیں اور اسی باب میں نیوٹن صاحب افسوس کی راہ سے کہتے ہیں کہ دین عیسوی میں تین اور ایک کو ایک ماننا پڑتا تھا۔ اب ۱۸ اور ۱۴ کو بھی ایک ہی کہنا

چپٹا۔ کیونکہ کتب مقدسہ میں تو غلطی کا امکان ہو نہیں سکتا۔ سوم یہ کہ متی ۱ باب ۸ میں عوزیاہ کو یورام کا بیٹا لکھا ہے اور تین نام رہ گئے حالانکہ وہ اُسکے پوتے کا بیٹا ہے دیکھو تواریخ ۲ باب ۱۱-۳) چہارم یہ کہ متی ۱ باب ۱۱ میں یہوکینیا کو یوسیاہ کا بیٹا لکھتا ہے حالانکہ وہ اُسکا پوتا تھا۔ اور یہاں بھی ایک نام رہ گیا۔ پنجم یہ ہے کہ متی نے یہوکینیا کے بھائی لکھے ہیں حالانکہ عہد عتیق کی کتابوں سے اُسکا کوئی بھائی ثابت نہیں ہوتا۔ وہ اپنے باپ کا صرف اکلوتا بیٹا تھا (تواریخ ۲ باب ۱۵) ششم یہ کہ متی نے زروبابل کو شلتائیل کا بیٹا لکھا ہے۔ حالانکہ وہ اسکا بھتیجا اور فدایا کا بیٹا تھا۔ ہفتم متی نے ابیوہ کو زروبابل کا بیٹا لکھتا ہے۔ حالانکہ اُسکی [illegible]) یہ کسی کا نام نہ تھا۔ ہشتم یہ کہ متی ۱ باب ۱ میں مسیح ؑ کو داؤد کی نسل سے لکھتا ہے۔ لیکن لوقا ۱ باب ۳۶ میں مریم کو الیسبات کی رشتہ دار لکھا ہے جو زکریا کاہن کی بی بی اور ہارون کی بیٹیوں میں تھی (لوقا ۱ باب ۵) جس سے ظاہر ہے کہ مریم اور یوسف لیوی کے فرقہ سے تھے۔ جو کہ کہانت کے لئے مخصوص تھا (گنتی ۱۰ باب ۲۰-۲۴) یشوع ۱۳-۱۴ باب اور داؤد یہوداہ کے فرقے سے تھے نہ کہ لیوی کے فرقے سے اور ہر فرقہ کی لڑکی اپنے ہی باپ کے فرقہ میں بیاہی جاتی تھی (شمار ۳۶ باب ۸-۹)۔

پس مسیح ؑ یا داؤد کی نسل سے نہ تھے تو متی نے غلط لکھا ہے۔ یا الیسبات مریم کی رشتہ دار نہ تھی۔ تو لوقا نے غلط لکھا) نہم یہ کہ جب مسیح ؑ یوسف کے نطفہ سے ہی نہ تھا۔ بلکہ کنواری مریم کے پیٹ سے بوساطت روح القدس پیدا ہوا۔ تو یوسف کو حضرت مسیح ؑ کو تعلق ہی کیا تھا کہ انکا شجرہ لکھا گیا۔ اور خواہ مخواہ جبراً یوسف کا بیٹا قرار دیا جا کر داؤد کی نسل میں داخل کیا گیا۔ حالانکہ حضرت مسیح ؑ داؤد کی نسل ہونے سے بھی انکاری ہیں (متی ۲۲ باب ۴۵)۔

(۱۰) دہم یہ کہ الوہیت کے لئے نسب نامہ کمال تعجب ہے۔ عبرانیوں کے خط ۵ و ۷ باب میں حضرت مسیح ؑ کو ملک صدق (پیدائش ۱۴ باب ۱۸-۲۰) کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جب ملک صدق کا باوجود انسانیت محض کوئی نسب نامہ نہیں ہے تو باوجود کامل الوہیت یسوع کا نسب نامہ کیونکر جائز ہوگا۔

یہ چند غلطیاں اختصار کے طور پر پہلے باب متی کی بیان کی گئیں۔ اگر مفصل بیان کریں تو ایک کتاب تیار ہوتی ہے۔ انہیں اغلاط کی طرف خیال کر کے ڈاکٹر احمد شاہ کی مولانا مولوی علاؤالدین اپنی کتاب ہدایت المسلمین مطبوعہ ۱۵۷۸ء کے صفحہ ۷۷ میں لاچار ہو کر زبان مبارک سے ارشاد کرتے ہیں کہ یہ کچھ الہامی بات نہیں ہے۔ خاندانی نسب ناموں میں سے اور کچھ بائبل میں سے لیکر نام لکھدیئے ۔

اگر سارے ابواب متی پر ریمارکس کئے جائیں تو اغلاط کا ایک طومار جمع ہو جائے۔ ڈاکٹر احمد شاہ کی خاطر یہ چند اغلاط نقل کر دیئے گئے ۔

متی ۳ باب میں حضرت عیسیٰؑ کو حضرت یحییٰ نے خوب پہچان لیا اور باتیں کر کے بپتسما دیا۔ اور متی ۱۱ باب ۲ و ۳ میں یحییٰ نے قید خانہ سے اپنے شاگردوں کو بھیجا تاکہ مسیحؑ سے پوچھیں کہ آنے والا تو ہی ہے یا کسی اور کی راہ تکیں۔ متی ۲۷ باب ۹ میں۔ یرمیاہ کا غلط حوالہ بجائے زکریا دینا اور متی ۲۳ باب ۳۵ ۔ زکریا بن یہویدع (۲ تواریخ ۲۴ باب ۲۰) کی جگہ زکریا بن برخیاہ لکھا ہونا۔ متی ۲ باب ۲۳ میں مسیحؑ کا اگلی کتابوں میں ناصری کہلانا۔ حالانکہ عہد عتیق میں کہیں نہیں۔ انجیل متی کے یہ سب اغلاط مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ ایسا ہی انجیل لوقا کا یہ مبالغہ کہ مسیحؑ کے اگر سارے حالات لکھے جاتے تو کتابیں جو لکھی جاتیں دنیا میں نہ سماتیں (انجیل لوقا کا آخری باب) اور اول یوحنا ۵ باب ۷ میں تثلیث کی آیت تراش کر شامل کتاب کرنا۔ انجیل میں ڈیڑھ لاکھ سہو کاتب کا پایا جانا۔ جن میں سے کسی ایک کی نسبت بوثوق نہیں کہہ سکتے ۔ کہ صحیح کون ہے ۔ پھر اناجیل کے باہم سخت اختلافات و تناقض ان باتوں کی طرف اگر شائق صاحب بنظر انصاف غور کریں تو پھر ساری عمر اسلام کے برخلاف لکھنے کا نام نہ لیں۔ اور گھر ہی کی فکر پڑ جائے۔

عیسائیوں کے خدا کے بیٹے نے بیاہ کیوں نہیں کیا

اول تو اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ عیسائیوں کے خدا کے بیٹے نے بیاہ نہ کیا ہو۔ کیونکہ انجیل میں اُن کے بیاہ یا بلا ازدواج کا ذکر نہ ہونا۔ اس بات کا ثبوت نہیں کہ انہوں نے بیاہ کیا ہی نہیں ۔ انجیل [illegible]

کا ذکر نہایت ہی تھوڑا ہی - ۳۰ برس کی عمر تک کا تو اسکا کچھ حال معلوم ہی نہیں کہ کن خیالات میں گذرا باقی تین سال کی نبوت یا خدائی کا حال یہہ ہے کہ انجیل میں اسکا ایک شمہ بھی نہیں بیان کیا گیا - ابھی اسکا اسقدر حال بیان سے رہ گیا ہے - کہ اگر مفصل ذکر کیا جاتا تو کتابیں جو بنائی جاتیں تو جہان میں نہ سما سکتیں (یوحنا کا آخری باب) پس اندریں حالت نہیں معلوم - کہ عیسائیوں کے خدا نے کیسے جد و جہد کیں اُن کے ساتھ کیا کیا سلوک کیا - کس قدر مصیبتیں اُٹھائے - جنکا حال ہمیں کو کچھ بھی معلوم نہیں - اگر کوئی عیسائی اپنے ابن اللہ کا حامی ضد و اصرار ہی کرے - کہ یسوع نے کوئی بیاہ نہیں کیا بلکہ ساری عمر مجرد ہی رہا تو بھی کوئی مخالف اسکو خوبی کی بات ہرگز ہرگز نہیں قرار دے سکتا - بدو وجہ (۱) شاید عیسائیوں کا خدا نامرد ہی ہو جو انبیاء سابقین کی سنت سے محروم رہا - کیونکہ اگر وہ مرد ہوتا - تو جہاں کھاتا پیتا - بول براز کرتا اور سب حوائج انسانی اسے لاحق تھے - اگر بیاہ بھی کر لیتا تو اسکی خدائی کی شان میں کیا بٹا لگ جاتا - کھانے پینے سے تو بول براز کرنے سے اسکی خدائی میں کیا فرق آ گیا ہو - جو بیاہ کرنے سے آ جاتا - پس جب تک کہ عیسائی لوگ انجیل کی نص سے یہہ ثابت نہ کر دیں کہ اُن کا خدا واقعی مرد تھا - اور قوائے تناسل اسکی قایم تھے - ہو با وجود قوت مردی وہ بیاہ شادی کرنے سے محروم رہا تب تک ہرگز ہرگز یسوع کا بیاہ نہ کرنا عیسائیوں کے خدا کی خوبی میں داخل نہیں ہو سکتا - کیونکہ خلق کا کمال تو یہی ہوتا ہے کہ ایک شخص مرد ہو کر اور قوائے شہوانی رکھتے ہوئے پھر بیاہ نہ کرے - جس شخص کے قوائے شہوانی ہی مردہ و افسردہ ہوں - یا نامرد ہو - تو اسکا بیاہ نہ کرنا کوئی فضیلت یا صفات حسنہ میں داخل نہیں ہے -

(۲) دوسری وجہ شاید یہہ ہو کہ عیسائیوں کے خدا کا عورتوں سے اختلاط و ربط ضبط پیار اخلاص ثابت ہی ہے حتی کہ کنجنی اور فاحشہ عورتوں سے پیر ملانا اس کا بدن سے بدن لگانا اور عطر پاؤں پر ملوانا اور اجنبی عورات سے پیار کرنا انجیل سے متواتر ثابت ہے - پس ایسی حالت میں انکو بیاہ کی ضرورت نہ ہو - کیونکہ کام تو اُن کا چلا ہی جاتا تھا - ایسی مفلسی کی حالت میں بیاہ کرنا اُن کے لئے وبال جان تھا -

عیسائی بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ ہمارے خداوند یسوع مسیح نے ساری عمر بیاہ نہیں کیا - یہہ کس قدر فخر کی بات ہے - تمہارے پیغمبر نے بہت سی ازواج کیں یہہ کس قدر شہوت پرستی ہے

اس کے جواب میں میں ترکی بہ ترکی اسی قدر کہنا چاہتا ہوں۔ کہ تمہارے خدا کے بیٹے کا بیاہ نہ کرنا (بشرطیکہ تم ثابت کردو۔ کہ وہ قوت مردی رکھتا تھا) کوئی تعریف کا موجب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بقول ڈاکٹر احمد شاہ صاحب **زر نیست عشق ٹیں ٹیں** کا مصداق ہے۔ اس بیچارے کو ساری عمر سر رکھنے تک کے لیئے تو جگہ ہی نہ تھی۔ غریب خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا ایک دفعہ اس کے منہ سے نکل گیا جس کی وجہ سے یہودی مخالف ہو گئے۔ اس دعویٰ کو چھوڑنا خفت تھی۔ جان کے لالے پڑ گئے۔ یہودی تنگ کرنے لگے۔ حتےٰ کہ اسکو ساری عمر سر رکھنے کے لیئے جگہ نہ ملی۔ اندریں صورت وہ بیاہ کیا کرتا۔ اُسے بیوی رکھنے کا کیا ہوش تھا۔ علاوہ اس کے انجیل کے بیان کے موافق عورات خدمت کرنے والی تو موجود ہی تھیں۔ پھر بیاہ کی کیا ضرورت تھی ہزارہا بھگت اور گسائیں بیاہ نہیں کرتے۔ عورتیں انکی یونہی خدمت کرتی رہتی ہیں۔

اجی تمہارا خدا یا خدا کا بیٹا بیاہ کیا کرتا۔ بیاہ کرنا تو مردوں کا کام ہے۔ اور ہمارے رسول اکرم صلعم تمام مردوں کے مرد اور بہادروں کے سردار تھے۔ جنہوں نے ملک کے دستور اور سنت انبیا کے موافق ۹۔۔ ازواج کے ساتھ بیاہ کیا۔ اور حسن معاشرت اور تدبیر منزل کا اعلےٰ نمونہ دکھایا عادات۔ معاملات۔ محاسن اخلاق۔ اشاعت دین۔ اثر تعلیم۔ جہاد بالکفار۔ ہر ایک امر میں آپ کا پایہ بلند بلکہ بلند سے بلند ہے۔ جس کا ایک شمہ بھی عیسائیوں کے خدا کے بیٹے کو نصیب نہیں۔

عیسائی قوم کا شیطان کو سجدہ کرنا

انجیل میں حضرت مسیح کا قول ہے۔ کہ تم دنیا میں دولت مت جمع کرو۔ بلکہ مال اپنے لیئے آسمان پر جمع کرو (متی ۶ باب ۱۹) اور اپنا سب مال محتاجوں کو دیدیا کرو۔ (متی ۱۹ باب ۳۰) اور اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا اس سے آسان ہے کہ کوئی دولتمند آسمان کی بادشاہت میں داخل ہو اور نجات کا وارث ہو (متی ۱۹ باب ۲۴) حضرت مسیح کے ان اقوال سے ظاہر ہے کہ کوئی دولتمند آدمی نجات کا وارث ہو ہی نہیں سکتا تا وقتیکہ ساری دولت خدا کی راہ میں دیکر بالکل [illegible] نہ بن جائے۔ پس یہ عیسائی قومیں جو اسقدر دولتمند ہیں اور [illegible] دنیا کی تمام [illegible]

ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ ہرگز ہرگز آسمان کی بادشاہت میں داخل نہونگے۔ کیونکہ یہ لوگ حضرت مسیح کی مرضی اور منشا پر نہیں چلتے اور اسوجہ سے اُس دن ڈاکٹر احمد شاہ جیسے بہتیرے یسوع کو کہینگے کہ اے خداوند اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی۔ اور تیرے نام سے دیووں کو نہیں نکالا۔ اور تیرے نام سے بہت سی کرامات نہیں ظاہر کیں۔ پر اُسوقت یسوع انہیں صاف جواب دیگا کہ اے بدکارو میرے پاس سے دور ہو جاؤ (متی ۷ باب ۲۳)۔

جس وقت پہاڑ پر شیطان خدا کے بیٹے یسوع کا امتحان لینے گیا ہے اور اسکو گمراہ کرنے کی فکر میں ہوا۔ اُسدن اُسنے یسوع کو دنیا کی ساری بادشاہتیں اور شان و شوکت دکھائی تہی اور اُس نے کہدیا تہا۔ کہ اگر تو مجھے سجدہ کرے تو میں یہہ تمام دولتیں تجہکو دیدونگا۔ جو حقیقت میں ایک بڑی پیشگوئی تہی۔ اور اسبات کی طرف اشارہ تہا۔ کہ جب عیسائی قوم اُسکو سجدہ کریگی تو دنیا کی تمام دولتیں اُنکو دیجاوینگی۔ اور وہ حقیقی خدا کو چہوڑ شیطان کی ساجد ٹہیرینگے۔ سو حقیقت میں ایسا ہی ہوا۔ جب سے یسوعی قوم نے مسیح کے احکام کو چہوڑ دیا ہے اور شیطان کو سجدہ کرکے دولت کی غلام بن گئی ہے۔ تب سے اُنپر دنیا کی دولت کے ذخائر کہل گئے ہیں اور دولت اور شان و شوکت اور دنیا کی بادشاہت اُنکے قبضہ میں آگئی ہے۔ لیکن آسمانی بادشاہت میں اُن کا داخل ہونا اس سے بہی محال ہے کہ ایک اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو۔ فتفکروا یا اولی الالباب ۔

انجیل کی تعلیم کا اثر

اگرچہ مصنف اُمہات کے سارے اقوال اور ساری منطق ہی بالکل لایعنی اور قابل حیرت ہے لیکن سب سے تعجب انگیز نکتہ و مقولہ ہے جو اُنہوں نے اپنی کتاب کے آخر میں درج کیا ہے کہ اسلام اپنی اصلاح اسلام سے مخالفت کرکے کر سکتا ہے برخلاف دین عیسوی کے کہ جہاں تک اسکی پیروی کی جائے۔ جہاں تک اُسکے احکام کو [illegible] جائے اصلاح ہوتی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ دینی اصلاح کا منبع ہے۔

حالانکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ عیسائیت میں نہ کچھ احکام ہیں نہ کوئی شریعت ہے۔ بلکہ عیسائی مذہب نے شریعت کے احکام ماننے والوں کو لعنتی قرار دیا ہے۔ نیکی کرنے برائی سے بچنے کی کوئی ضرورت نہیں تقوی طہارت کا اس مذہب میں نام نشان تک نہیں۔ پولوس کے مقولہ "پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہے" کے موافق اگر عیسائی انسان کا گوہ بھی کھا لیں تو اُن کے لئے جائز ہے۔ خدا کے حلال و حرام سے اُن کو کوئی تعلق نہیں اور بالکل انکی وحشیانہ زندگی ہو سکتی ہے۔

جہاں عیسائیت کا قدم پڑتا ہے۔ تقوی اور طہارت خداترسی اور اتقا کوسوں دور بھاگتا ہے اور شرابخواری۔ زناکاری وغیرہ کی کثرت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مشہور پادری ایزک ٹیلر صاحب نے بھی اس امر کا بڑے زور سے اعتراف کیا ہے کہ عیسائی مذہب کے لئے تین لعنتیں لازم ملزوم ہیں۔ یعنی جہاں عیسائی مذہب جاتا ہے۔ یہ تین لعنتیں لازم ملزوم ہوتی ہیں۔ شراب خواری۔ زناکاری۔ اور قماربازی جس ملک کے رہنے والوں نے کبھی شراب کا منہ تک نہ دیکھا ہو۔ عیسائیوں کی برکت سے وہاں بھی یہ اُم الخبائث موجود۔ جو شخص بڑا ہی محتاط ہوگا۔ وہ بھی ہاضمہ کی کمزوری کے لئے ضرور تھوڑی سی تو پی لیتا ہوگا۔ یا عشائے ربانی سے محظوظ ہوتا ہوگا۔ پس عیسائی مذہب کو تہذیب شائستگی اور اصلاح سے تعلق ہی کیا ہے۔ ہم نے تو آجتک کبھی نہیں سنا کہ عیسائی مذہب میں بھی حقیقی تہذیب۔ یا تقوے و طہارت یا زہد و اتقا کا دخل ہو اور حقیقت میں جب مسیح سب گناہ اُٹھا چکا اور گناہوں کی سب سزا بھگت چکا۔ تو اب گناہ سے بچنے اور تقوے اور طہارت کی عیسائیوں کو ضرورت ہی کیا ہے۔ جہاں اسلام جاتا ہے۔ تقوے۔ طہارت۔ زہد اتقا۔ خداترسی۔ خداپرستی اُن لوگوں کی جز جز میں رچ جاتی ہے۔ جہاں عیسائیت کا قدم جاتا ہے بدکاری بدچلنی۔ شرابخواری۔ ناخداترسی۔ قماربازی۔ دنیاداری۔ شیطان کی غلام دست بستہ ہو کر آگے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پس عیسائی مذہب کو اصلاح سے تعلق ہی کیا اصلاح کی جڑ ہے اصول نیک۔ جب عیسائیوں میں اعمال نیک کی حاجت ہی نہیں نہ اعمال بد سے بچنے کی ضرورت ہے تو اصلاح اس مذہب سے ایسی گئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

یں دنیا کی دولتمندی اور اقبال پر آپکو گھمنڈ ہوگا۔ تو اس کے جواب میں میں عرض کرتا ہوں کہ ملکداری اور دنیا کی سیاست و حکمرانی کی عقل الگ چیز ہے اور سچی اصلاح سچی تہذیب سچا تقویٰ و طہارت امر دیگر۔ سادھوؤں بت پرستوں آتش پرستوں اور بری سے بری مذہب والوں کا انتظام سلطنت و نظام سیاست اعلیٰ سے اعلیٰ رہا ہے اور رہ سکتا ہے لیکن اس سے ضرور نہیں کہ ان لوگوں میں حقیقی تہذیب کا بھی کچھ اثر ہے۔ پس اگر عیسائی قوموں میں دنیا کی دولتمندی و اقبال بہت بڑھ گئیں تو یہ کب اس سے ثابت ہوگیا کہ ان میں وہ تقویٰ و طہارت اور حقیقی تہذیب میں بھی آگے بڑھ گئیں بلکہ دنیا کی یہ دولت و اقبالمندی تو حضرت مسیحؑ کے قول کے بموجب آسمانی بادشاہت سے بے نصیب ہونے کا نشان ہے اور حضرت مسیح نے صاف فرمایا ہے کہ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ دولتمند کا آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا اس سے بھی مشکل ہے کہ سوئی کے ناکے میں اونٹ کا داخل ہو۔ پس اس قول کے بموجب دولت دنیا آخرت سے محرومی اور رسنگ دنیا کا موجب معلوم ہوتی ہے نہ کہ حصول عقبےٰ اور حقیقی تہذیب کا باعث ہے۔ اگر آپکو مسیحؑ کی پیاری تعلیم پر گھمنڈ ہے تو اسکے جواب میں بھی یہ عرض کر دیتا ہوں کہ تمہارے خداوند یسوع مسیح کی وہ تعلیم بھی انسانی فطرت کے برخلاف ہے اور دنیا کی اصلاح تو ایک طرف رہ گئی کوئی شخص اس پر عمل ہی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ابھی کسی قدر بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن اصلاح کی جگہ تباہی ہو تو ایمان کی بات تو یہ ہے کہ جہاں عیسائی مذہب کا قدم جاتا ہے وہاں سے تقویٰ طہارت خداپرستی خداشناسی ذکر الٰہی یاد عقبےٰ بالکل کافور ہو جاتی ہیں اور اسکے برخلاف دنیا پرستی شراب خواری۔ زناکاری حد سے زیادہ غفلت۔ عاقبت فراموشی اس زور سے آ کر داخل ہوتی ہیں کہ گویا بند بندھا ہوا ایک دفعہ ہی ٹوٹ گیا۔ چنانچہ یہ بات آنکھوں کے سامنے موجود ہے اس پر دلیل و گواہ کی حاجت نہیں اور دنیا پرستی اور شراب خواری وغیرہ آئی بھی کیوں نہ۔ یہ تو اس مذہب کا خاصہ ہی ہے کیونکہ مسیحؑ کی لعنتی قربانی اور صلیبی موت اور خودکشی اور کفارہ کی نرالی تعلیم کسی نیکی کے کرنے اور برائی سے بچنے کی ضرورت ہی نہیں رہنے دیتی۔ گویا کہ ان کے لئے سب کچھ پاک ہوکر حرام حلال کی قید اٹھ جاتی ہے اور انسان شتر بے مہار ہوکر پورا وحشی بن جاتا ہے۔ مسیحؑ کے گناہوں کو اٹھا لینے کا خیال نیکی کی طرف جھکنے اور بدی سے بچنے ہی نہیں دیتا۔ بے محنت مفت میں خدا کے فرزند بن گئے آسمانی بادشاہت میں تو حصہ بھی حاصل ہو چکا پھر تقویٰ طہارت اور اعمال حسنہ وغیرہ کی کیا ضرورت۔ میں یقین کرتا ہوں کہ اس مضمون کے پڑھنے کے بعد پھر کبھی شائق صاحب اپنے منہ سے ہرگز نہ نکالیں گے کہ عیسائیت سے بھی کچھ اصلاح یا نیکی ہو سکتی ہے۔ مسیحی مذہب میں جب انبیاء کی حالت کی اصلاح نہیں ہو سکی اور وہ زنا قتل۔ شراب خواری۔ بت پرستی۔ اور اخلاق شنیعہ سے بچ نہ سکے تو دوسرے لوگوں کی اصلاح کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ اگر اصلاح سے آپکی یہ غرض ہے کہ حضرت مسیحؑ کی تعلیم پر لوگ عمل کرنے لگ گئے ہیں تو اسکے جواب میں میری گذارش ہے کہ حضرت مسیح کی تعلیم ہے کیا؟ کیا یہی نہ کہ تم کسی حالت میں اور کسی وقت انتقام نہ لو۔ دشمنوں کا مقابلہ

نہ کرو اور سب کا رکھوالو اور ہرگز مت جمع کرو کہ ماں شوہر زنا اس کی حالت میں بھی عورتوں کو طلاق نہ دو ۔ دشمنوں سے پیار کرو ۔ لینے کی نیت پر قرض مت دو ۔ سو اب تک کسی عیسائی نے کبھی عمل کر کے دکھایا ۔ اور کیا کسی شخص کا من اقتضائے فطرت تعلیم پر عمل ہو سکتا ہے ۔ پس یہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ تعلیم صرف اس نسل کی مصلحت تھی کہ جو حضرت مسیح کے مخاطب تھے کہ یہود کہلاتے تھے اور رسوم پرستی اور دنیا پرستی میں [illegible] بڑھ گئے کوئی بھی نہیں قوت انتقامیہ جیسی یہ لوگ [illegible] نہیں ذرہ بات کا انکو عقل سے جواب دو جیسے [illegible] پر آتے ہیں دشمنوں سے پیار کرو یہ آج تک اب بھی پکار پکار کر کہتی ہے کہ اب دشمنوں سے کیسے پیار کر سکتی ہے [illegible] تہذیب [illegible] قرض بغیر سود کوئی عیسائی دیتا ہی نہیں ۔ طلاق کی نسبت جس قدر خرابی عیسائی سوسائٹی میں ہے اسکی [illegible] نہیں [illegible] عیسائی مذہب کے شریف لائے تو قوموں میں کیا اصلاح ہوئی ہے وہ اصلاح ملاحظہ کریں ۔ **قرآن شریف** کی ضرورت اسکی تعلیم و تہذیب تعلیم کو اثر قرآنی اور انجیلی تعلیم کے مقابلہ کی کیفیت دیکھنی ہو تو مولوی محمد فیروزالدین صاحب خیر خواہ [illegible] کی کتب **دنیا کو قرآن شریف کی ضرورت** ملاحظہ کریں جس میں انجیلی تعلیم کا نقص ہونا اور قرآنی تعلیم کی کاملیت کا حال بخوبی معلوم ہو جائیگا اور آپکو یقین ہو جائیگا کہ [illegible] قبول کرنا ہی ہے یہ ہے کہ عیسائی قوم اپنی اصلاح انجیل کی مخالفت سے کر سکتی ہے اور مسلمان لوگ اپنی اصلاح قرآن کی تعمیل کر کے

حضرت رسول کریم ﷺ اور مسیح کے اخلاق کا مختصر مقابلہ

اس مضمون کی تفصیل تو الحق المبین جواب امہات المومنین کے دوسرے حصہ میں لکھی جائیگی یہاں مختصر طور پر اسکی تفریق لکھا جاتا ہے کہ حضرت مسیح کی اخلاق کو حضرت رسول ﷺ کے اخلاق سے کچھ مناسبت نہیں ہے ۔ حضرت مسیح کی اخلاقی تعلیم صرف باتیں ہی باتیں تھیں کبھی آپ نے عمل کر کے نہیں دکھایا مگر حضرت رسول کریم ﷺ نے اخلاق کا عملی نمونہ دکھلایا ہے ۔ دنیا میں کوئی انسان آپکے بارہ میں ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا چنانچہ آنحضرت ﷺ کی شجاعت کا یہ حال تھا کہ عرب کے بڑے بڑے پہلوان [illegible] آپکے زیر [illegible] دیا ۔ تمام مخالفین و معاندین [illegible] کو جھکا دیا اور اپنی نسبت پیشگوئی کی [illegible] (واللہ یعصمک من الناس) مگر حضرت مسیح نے دنیا میں کوئی شجاعت نہیں دکھائی نہ کوئی شجاعت کا کام کیا بلکہ آپ نہایت ذلت اور خواری کے ساتھ مصلوب ہو کے اور مارے گئے ۔

آنحضرت ﷺ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ باوجود بادشاہ عرب ہونے کے آپکے گھر میں بجز فقر و فاقہ کچھ نہیں تھا جو کچھ آتا فوراً خدا کی راہ یا اعلاء کلمۃ الحق میں صرف کر دیتے تھے [illegible] شہیدوں اور مسکینوں کو اپنی اولاد پر مقدم سمجھا ۔ مگر حضرت مسیح کی نسبت انجیل سے ہرگز ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی ایک کوڑی بھی عطا کی ہو باوجودیکہ [illegible] کی تھیلی بھی موجود رہتی تھی ۔ حضرت رسول کریم ﷺ نے خدا کے [illegible] کبھی رحم نہیں کیا ۔ حدود الٰہی جاری کرنے میں نہایت ہی سخت تھے مگر حضرت مسیح کبھی حدود الٰہی جاری نہیں کیں [illegible] زانیہ عورت کو [illegible] معاف [illegible] انجیل یوحنا باب

آنحضرت کی توسعہ دری اور تدبیر منزل کا یہ حال تہا کہ نو بیویوں سے بہی نباہ کیا اور سبکو آسودہ رکہا۔ مگر حضرت مسیح نے ایک بیوی سے بہی نباہ کر کے دنیا کو نمونہ نہیں دکہایا۔ آنحضرت صلعم کے حلم و تحمل اور اخلاق کا یہ حال تہا کہ کبہی آپ نے کسی شخص کو گالی نہیں نکالی نہ بد زبانی کی مگر حضرت مسیح نے اپنی قوم کو لڑکوں کو گالیاں نکالی ہیں۔ حرامکار کہکر پکارا سانپ کے بچے وغیرہ خطاب دیا اور کوئی کسر اٹہا نہ رکہی۔ آنحضرت صلعم کی تواضع و انکسار یہاں تک تہا کہ آپنے فرمایا کہ لا تفضلونی علی یونس مجہے حضرت یونس پر فضیلت دو۔ مگر حضرت مسیح نے اپنے تئیں سب انبیا سے بہتر بنانے کیلئے انبیا کو چور اور بٹمار بتایا (یوحنا ۱۰ باب ۸) آنحضرت کی ورع اور تقویٰ یہاں تک تہی کہ آپنے کبہی اجنبی عورت کے ہاتہ میں ہاتہ نہ ملایا نہ خلوت میں کسی عورت کے ساتہ کبہی بات چیت کی مگر حضرت مسیح کا بیگانہ عورتوں سے تعلق اور اختلاط وغیرہ انجیل سے ثابت ہے۔

آنحضرت کی وفات اور رحلت ہوئی ہو انکو انجیلی مسیح کی طرح عزت نہیں ہوا بلکہ وہ لعنتی ہو کر ذلیل اور ملعون ہو گیا۔ عبادت کا یہ حال ہے کہ آنحضرت ساری ساری رات خدا کی عبادت اور تہجد میں گذار دیا کرتے تہجد میں آپکے پاؤں مبارک ورم کر جاتے مگر حضرت مسیح کی عبادت و شب بیداری کے متعلق کچہہ ثابت نہیں۔ آپ صلعم کی عفو کا یہ حال تہا کہ باوجود قدرت اور طاقت کے اپنے دشمنوں کو معاف کیا یہاں تک کہ جنہوں نے ایک عمر آپکو دکہ دیئے تہے جب آپنے انپر فتح پائی تو لا تثریب علیکم الیوم کہکر انکو تمام قصور معاف کر دیئے۔ مگر حضرت مسیح کی نسبت ہرگز ثابت نہیں کہ کبہی انہوں نے قدرت پاکر کسی دشمن کو معاف کیا ہو۔ آنحضرت صلعم کی استقلال و استقامت کے پاؤں میں کبہی ذرہ سی جنبش نہیں آئی مگر حضرت مسیح ہمیشہ مضطرب رہے اور صلیب کے وقت بہی گہبرا گئے۔ حضرت رسول کریم کی تعلیم کا اثر ایسا تہا کہ وحشی لوگ جو حیوان سے بدتر تہے انسان اور انسان سے با اخلاق انسان اور با اخلاق انسان سے باخدا انسان بن گئے اور سارا عرب آپکے جیتے جی مسلمان ہو گیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دنیا کے بادشاہ ہو گئے۔ مگر حضرت مسیح کی تعلیم کا اثر یہاں تک بہی نہوا بارہ حواری بیچارے عمر بہر ضعیف الاعتقاد اور بے ایمان ہی رہے اور انہیں میں سے ایک نے تو ۳۰ روپیہ رشوت لیکر مسیح کو پکڑوا دیا اور باقی صلیب کے وقت فرار ہو گئے۔ آپ کی تدبیر اور دانائی ایسی صائب کہ تمام دشمنوں اور مخالفین کی تدبیریں اُنکے سامنے کمزور ہیچ ہو گئیں آپکی دیانت امانت صداقت عصمت و عفت اور اعلیٰ اخلاق کے دشمن بہی قائل ہیں۔ آنحضرت صلعم کا توکل ایسا تہا کہ سارا عرب بلکہ دنیا کی تمام اور جمیع اہل مذاہب آپکی مخالف تہی مگر کبہی آپنے پروا نہیں کی۔ غار میں جب حضرت ابو بکر صدیق نے کہا کہ حضرت وہ دشمن آ پہنچے تو آپنے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا غم نہ کہاؤ اللہ ہمارے ساتہ ہے۔ آپکو اپنے صدق اور قسمت پر ایسا یقین تہا کہ کبہی جنبش ظہور میں نہیں آئی اور اسی طرح آپکے تمام اخلاق اعلےٰ سے اعلےٰ تہے جنکی نظیر کسی بشر میں ہرگز پائی نہیں جاتی۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

تمت

۸۶۶۴ .

کاتب سراج الدین عفی عنہ ساہو والیہ

براہین احمدیہ چہار جلد کامل

یہ ایک بڑی ضخیم کتاب ہی جسکی قیمت پہلی اڈیشن پر عـــہ روپیہ تھی اور پھر نایابی کی وجہ سے عـــہ روپیہ تک بکتا رہی اور اب کہیں ملتی ہی نہیں اس کتاب میں حضرت رسول کریم صلعم کی نبوت پر بیشمار دلایل قاطع اور براہین ساطعہ لکھی گئی ہیں جسکو ماننے میں کسی مخالف کو تامل نہیں ہو سکتا۔ اسمیں آریہ برہمو عیسائی سناتن دھرم دہریہ نظام کلی وغیرہ کے تمام اعتراضات کا مفصل دندان شکن جواب دیا گیا ہی اور دنیا کے تمام مذاہب کے مقابل اسلام کو ایک چمکتا ہوا مذہب ثابت کیا ہے۔ غرض کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد محال ہے کہ کوئی شخص اسلام کو خدا کی طرف سے ہونے میں تامل کرے باوجود بہت بڑے حجم کے قیمت صرف تین روپیہ رکھی گئی ہے قیمت علیحدہ علیحدہ جلد اول ۸؍ جلد دوم ۱۲؍ جلد سوم ۱۲؍ جلد چہارم عـــہ۸؍

اُردو لغات فیروزی

سنہری جلد حجم پورے ۱۳۰۰ صفحہ قریباً ۵۰ ہزار الفاظ کی ڈکشنری

قیمت مجلد صرف عـــہ؍

اگرچہ انگریزی زبان کی ڈکشنریاں موجود ہیں جیسے فیلن صاحب کی ڈکشنری فاربس صاحب کی ڈکشنری لیکن نہایت افسوس کی بات ہی کہ اردو زبان میں اردو زبان کی ایک لغات بھی پائی نہیں جاتی اسقدر ضرورتی یہ ہیں کہ ہندوستان کی سرکاری کچہریوں قانون دانوں وغیرہ میں مستعمل اور ایک مکمل لغات اردو کا بھی نہ ہو اجائے تعجب بنا بریں یہ ضخیم اردو لغات انگریزی ڈکشنریوں کی طرز پر تیار کی گئی ہے جس میں زبان اردو کے کل الفاظ اصطلاحات ضرب الامثال محاورات قانونی الفاظ اصطلاحات ضرب الامثال محاورات قانونی الفاظ علمی اصطلاحات وغیرہ موجود ہیں ڈسٹرکٹ انسپکٹروں مدرسوں مجسٹریٹوں بیرسٹروں وکیلوں مختاروں اور تمام شائقین کی ضروریات کی متکفل ہی کئی ڈسٹرکٹ کمیٹیاں اور میونسپل کمیٹیاں اپنے اپنے حلقہ کے سکولوں کے لئے منگا رہی ہیں کوئی سکول اور کوئی مدرس کوئی قانون دان بغیر اسکے نہیں رہنا چاہئے۔ اس کتاب کی نسبت اعلی افسروں کی رائیں جو ہمیں وصول ہوئی ہیں طبع ثانی میں کتاب ہذا کے ساتھ ہی طبع کر کے شایع کیا جائینگی۔

کل خط و کتابت بنام منیجر انوار الاسلام سیالکوٹ کے ہونی چاہئے۔

اطلاع

عرصہ قریباً پانچ چھ سال سے ظفروال ضلع سیالکوٹ میں انجمن حمایت اسلام قایم ہے. جہاں دینی و دنیاوی تعلیم بوجہ احسن ہوتی ہے اور کسی قدر یتیم بچے بھی وہاں تعلیم پاتے ہیں۔ سب صاحبوں کی خدمت میں گذارش کیجاتی ہے کہ چندہ ماہوار سے انجمن مذکورہ کو مدد دیکر ثواب دارین کے مستحق بنیں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

خاکسار

غلام قادر ساکن پنڈوریاں نوڑیاں چک نمبر ۱۳۲ املک بار

انوار الاسلام

ماہواری رسالہ

برادران اسلام و پیروان ملت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت والا میں نہایت ادب سے گذارش کیجاتی ہے کہ آریہ عیسائی یہود وغیرہ اقوام کے حملے اسلام پر دیکھکر یہ رسالہ شائع کیا گیا ہی اور غنیمت ہیں اہل اسلام کے لئے بڑی شرم و ندامت اور ڈوب مرنے کی جگہ تہی کہ آریہ اور عیسائیوں کے تو کئی درجن رسالے اشاعت حمایت باطل میں شایع ہوتے اور مذہب حق یعنی اسلام کی طرف سے انکا مستقل جواب دینے والا ایک رسالہ بہی نہ ہو بنا بریں ہم نے یہ خدمت اسلام پر اٹھائی ہے امید ہے کہ سب صاحب جنکو اپنے خدا اور پیارے رسول مقبول سے ذرا بہی محبت ہے وہ اس رسالہ کی ترقی کو اپنا ایمان سمجھینگے آجکل یہ جہاد یہی ہے کہ اسلام پر سے حملے دفع کئے جائیں اور قلمی جنگ کیا جائے سو مبارک ہیں وہ لوگ جو اس مقدس جہاد میں شریک ہوں قیمت سالانہ معہ محصولڈاک عہ نمونہ کا پرچہ مفت

الملتمس منیجر رسالہ انوار الاسلام سیالکوٹ